



DELHI UNIVERSITY
LIBRARY

DELHI UNIVERSITY LIBRARY

Cl. No. **011,311 + 163,141**

Ac. No. **23025**

Date of receipt for loan **1981**

This book should be returned on or before the date last stamped below. An overdue charge of 5 Paise will be collected for each day the book is kept overtime.

مکافاتِ عمل

ایک حیرت انگیز جاسوسی ناول کا دلکش حصہ
جس کا ہر باب بابا کی ہر ایک صفحہ بلکہ ایک ایک سطر جی کو تھراتی ہے

بیتھنڈرام فیروز پوری



281725

044.

14, 1914



پیش لفظ

امراؤ سر اسرافانی کے ناول آپ نے پیشتر بھی پڑھے ہونگے لیکن یہ ان سب میں ایک مخصوص اہمیت رکھتا ہے۔ اس وقت سے لے کر کہ پروسسراؤ جینر کو میٹ لندن کے نامی رئیس و ممبر پارلیمنٹ مسٹر ارشنگٹن سے ملنے کے لئے ان کے مکان پر جاتا ہے۔ واقعات اس قدر تیزی کے ساتھ پیش آتے اور اس کی انجمن اس چیزت انگیز رفتار کے ساتھ بڑھتی ہے کہ پڑھنے والا ایک بار شروع کر کے محضت کا ساتھ دینے پر مجبور ہوتا ہے۔ بالکل گویا کوئی نظر نہ آنے والی طاقت اس کا ہاتھ پکڑ کر آگے ہی آگے کھینچے لئے جاتی ہے۔ اور اس کے بقیرار دل کو تب تک چین نہیں آتا۔ حتیٰ کہ ناول کے اختتام پر ہر ایک مات واضح ہو جاتی ہے۔ یہی میرے خیال میں کسی جاسوسی ناول کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ جو اس کتاب میں موجود ہے۔

تیرتھ رام

۳۱- رام گلی نمبر ۱ لاہور

پبلشرز
مکتبہ چاند جہوں کشمیرا

281, . 5

لاہور میں طے کا تہہ۔
نیشنل لٹریچر کمیٹی۔ لاہور

زیر اہتمام گلیان چند دیوان پرنٹر چاند پریس جہوں میں چھپا

باب ۱ پیرا سٹار اٹنی

اخبار میں حضرات میں بہت کم ایسے لوگ ہوں گے جو ان واقعات عجیب پر اسرار کے سلسلہ میں جو بد توں سبک کی نہ ختم ہونیوالی دلچسپی کا موجب بنتا رہتا ہے۔ فرانسس مارشنگٹن ممبر پارلیمنٹ کے نام سے ناواقف ہوں۔ برٹس مالدار تھے۔ مگر انہوں نے اپنی تمام تر دولت ممالک غیر میں یہ کر پیدا کی تھی۔ جس کے بعد وہ اپنی زندگی سکون و اطمینان کے ساتھ بسر کرنے کے لئے لندن آکر رہنے لگے۔ شہر کے فیشن اہل حصہ میں ایٹن سکوتر کے ایک مالدار رہنے کا مکان تھا۔ اور دوسرا دوڑ کے قریب فلیچ سینٹ مارگرٹ کے ساحل پر جہاں پرفضا اور وافر میں۔ اپنی وہ مقامات پر رہتے ہوئے ان کے وقت کا بیشتر حصہ گزارتا تھا۔ عمر پچاس سال کے قریب بغیر شادی شدہ نامزدایا ب تھے۔ یہ تصویریں اور مشرقی جلوں کی ناقابل حصول چیزیں فراہم کرنے کا خاص شوق کرتے تھے۔

۱۹۰۵ء میں جب کا یہ واقعہ ہے میں کتاب الحروف ان کا معتمد خاص یا پرائیویٹ سیکریٹری تھا۔ بلکہ اس بھی زیادہ ان کے گھر کا فرد بن کر انہی کے ہاں

رہتا۔ مستقبل قریب میں اس تعلق کے اور بھی زیادہ مضبوط ہونے کی امید تھی اس لئے کہ بچہ کو ان کی ہمشیر زادہ کیلا سے عشق تھا۔ جو سترہ سال کی عمر میں ایک کافونٹ سکول سے فارغ التحصیل ہو کر کم و بیش انہی ایام میں اپنے ماموں کے پاس رہنے لگی تھی۔ جب میں نے ان کی ملازمت اختیار کی۔ ہمارے تین بچے تھے عرصہ قلیل میں ہی اتنی پختہ اور مضبوط ہو گئی کہ اب اس رشتہ پر صرف شادی کی چہرہ گئی کی کسر تھی۔ اس لئے میں ان ایام میں جب وہ عجیب و حیرت انگیز واقعات ظہور میں آئے جن کو میں حلقہ تحریر میں لایا جا رہا ہوں۔ مسٹر مارشنگٹن کو سارے حالات سے واقف کرنے اور ان کی منظوری لینے کی فکر میں تھا مگر غیب کی باغی کو کب کسی نے جانا ہے جس وقت میں یہ سوچ رہا تھا کہ کوئی اچھا سا موقع تلاش کر کے کیلا سے اپنی محبت کا حال مسٹر مارشنگٹن کے گوش گزار کروں۔ تقدیر کھڑی ہنستی تھی۔ بھولے سے بھی خیال نہ آ سکتا تھا کہ واقعات اتنی عجیب اور بعید از فہم صورت اختیار کر لیں گے کہ ہماری شادی کی بات دنوں کیا ہفتوں بلکہ مہینوں پہلے جا پڑے گی۔

لیکن داستان کا سلسلہ آگے چلانے سے پہلے کچھ اور حالات مسٹر فرانسس مارشنگٹن کے بارہ میں نیز ان تعلقات کی نسبت جو میرے ان سے تھے۔ بیان کر دیتا جا رہا ہوں اس سلسلہ میں ایک بات خاص طور پر عرض طلب ہے یعنی یہ کہ مسٹر فرانسس مارشنگٹن کی ہستی میرے لئے اس وقت سے لے کر کہ پہلی مرتبہ میری ان سے ملاقات ہوئی دم آخر تک ایک معتدنی رہی میری ملازمت کا قصہ بھی عجیب ہے جب میں ایک بیٹ کی تحریک حصول ملازمت کی عرض سے ان سے ملے گیا تو سارا معاملہ دس

منڈ کے اندر ملے ہو گیا۔ میرے پاس وہ تو غیر معمولی سہولیات تھیں۔ کوئی اور خصوصیت اپنی ذات میں رکھتا تھا۔ البتہ رگبی اور کیمبرج کے امتحانات پاس کرنے کی سندیں اور نیک چلنی کے بارہ میں چند ایک تحریریں میرے پاس تھیں۔ وہی میں نے مسٹر مارشلٹن کو دکھا دیں۔ اس نے سرسری ان کا فہم لے لیا۔ اور اس کے بعد فوراً ہی کہہ دیا کہ تم کل سے کام شروع کر سکتے ہو۔ ان سو پونڈ سالانہ تنخواہ دینا لگی اور اسی گھر میں رہنا ہو گا بلکہ میں تو چاہتا ہوں کہ تم آئیے آپ کو اسی کنبہ کا ایک فرسٹ کلاس میں سے ٹکٹ پیشی منظور کر لیا۔ لیکن حسب اس کے بعد اپنا سامان لپیٹے واپس جا رہا تھا تو سوچ اُٹئی کہ مجھ کو پہنچانا کے تعلق کی قدر حالات مہارم ہیں... پرنسپل کی طرف کچھ بھی نہیں۔

میں زیادہ سے زیادہ اتنی قدر جانتا تھا کہ وہ حلقہ گھر سے منسٹر کے باغیچہ منڈ کے منبر میں اور غامضی سے کام کرتے ہیں۔ میں نے ان کے کمرے میں توڑی دیر رہ کر یہ بھی معلوم کر لیا تھا کہ ان کو کتنا پسند ہے اور دوسرے عجائبات جمع کرنے کا شوق ہے۔ مگر اس سے زیادہ نہ ہر اس شخص کے نامات زندگی سے واقف تھا۔ نہ اس کے مزاج کی کیفیت سے۔ جس ایجنٹ نے مجھ کو اس کے پاس بھیجا تھا میں سیدھا اُسی کے دفتر میں گیا۔ اور چھوٹے ہی پوچھا ”یہ مجھے صاحب ملازمت تو مل گئی۔ لیکن میں دریافت کرنا چاہتا ہوں یہ مسٹر مارشلٹن کون ہیں؟“

وہ اپنی کرسی کی پشت پر پیچھے کی طرف جھک گیا۔ اور بیا اسکی عادت تھی دو نوٹھوں کی انگلیاں ایک دوسرے سے ٹاتے ہوئے کہنے لگا۔ مسٹر ڈیہم اس کا حال میں کیا جانوں۔ آپ کو جو ملاقات کرنے گئے تھے بہتر معلوم ہونا چاہیے میں تو ان کے بارہ میں اتنا ہی جانتا ہوں کہ عرصہ

کم و بیش تین سال کا گذر اداہ جنوبی امریکہ سے آکر امین سلوٹروالے مکان میں سکونت پذیر ہوئے۔ اور بعد میں پارلیمنٹ کے ممبر بن گئے۔ اس سے زیادہ مجھ کو اتنا ہی معلوم ہے کہ بہت مالدار آدمی ہیں اور آپ کو ان کے پاس رہتے ہوئے کسی طرح کی شکایت نہ ہوگی۔ اس سے زیادہ جاننے کی میرے خیال میں کچھ ضرورت بھی نہیں ہے۔

میں نے یہی جب اس مالدار پر غور کیا تو اپنے آپ کو حیرت کا بھیال پایا۔ مجھ کو اپنے کام سے کام اور تحفہ سے مطلب تھا۔ مسٹر مارشنگٹن کوئی سو مجھے اس سے کیا پاچا بچہ میری ملازمت کا پہلا ایک سال اس طرح کا نیم اجنبیت میں گذرا۔ لیکن جب اس کے بعد ان کی ذرا سی کیلا حصول تعلیم سے غارت ہو کر وہیں آکر رہنے لگی۔ جب اس کی آمد سے گھر میں ایک نئی نہرت اور نازکی پیدا ہو گئی۔ جب اس کی مست کافی آنکھوں اور کیف شباب نے میرے دل میں گدگدی پیدا کرنی شروع کی تو میں نے بھی سوچا کہ اس نے آنے میں نہ معلوم تقدیر کی کونسی بہتری مضمر تھی کہ ایک ایسی پرہیزگار نازنین کی دید سے جی کو تشکین دینے کا ذریعہ پیدا ہو گیا۔ اس کے باوجود یہ امر واقعہ ہے کہ اس گھر میں رہتے ہوئے ہم تینوں کی زندگی بڑے ہی پرسکون حالات میں بسر ہوئی تھی۔ مسٹر مارشنگٹن کے ذات کا کچھ حصہ پارلیمنٹ میں ہر کتابوں کے مطالعہ میں اور کچھ تصویروں کی دیکھ بھال میں بسر ہوتا تھا۔ کیلا کی صرف ایک چند سہیلیاں جو اس کے ساتھ مل کر تعلیم پا رہی تھیں۔ گاہ بگاہ اس کی ملاقات کے لئے آ جاتی تھیں۔ وہ گیا میں۔ تو نہ مجھے کثرت کار کی شکایت تھی۔ اور نہ بیماری کی۔ (دنگی اگر پہلے ایک صحرائے خشک تھی۔ تو اب کیلا کی آمد سے اس میں بھی نازگی آتی تھی۔)

عرض میرے لئے اس جگہ رہتے ہوئے شکایت کی کوئی وجہ نہ تھی۔ تاہم
میں نے دیکھا کہ کمپلا کی چند مہیلیوں کے علاوہ جن کا حال اد پر مذکور
ہوا ہے۔ کبھی کوئی آدمی نہ مسٹر مارشنگٹن سے ملنے کے لئے آتا اور
نہ وہ خود ہی کسی سے ملاقات کرتے جاتا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کو
دنیا کی عام تفریحات اور اجاب کی صحبت سے ایک طرح کی نفرت
ہے اس کی زندگی اس قدر باقاعدگی کے ساتھ بسر ہوتی تھا کہ بار بار
اچکی بھی آہنگی بار ہونے لگتی۔ دودھ کے قریب ساغل پھر پر ہو مکان
اس کے شرعاً تھا۔ بیٹے میں تین چار دن یعنی جمعہ سے لے کر پیر تک
ہم اس میں رہنے کے لئے چلے جاتے۔ جسے کہ جب پارلیمنٹ کا اجلاس
ہو رہا ہو۔ تب بھی مسٹر مارشنگٹن اس کے لئے وقت نکال لیا کرتے تھے
میرا خیال ہے ہمیشہ توجہ انوں کو اس طرح کی زندگی بوجھ معلوم
ہونے لگتی۔ لیکن مجھ کو اس کی شکایت نہیں تھی۔۔۔ شاید کمپلا اور
اور اس کی صحبت کی وجہ سے۔

اور اب سنئے کہ ان واقعات پر اسرار کا آغاز جن کا حال میں قلمبند
کرنے بیٹھا ہوں۔ کس طریقہ پر ہوا۔ او آخر اپریل میں ہفتہ کی صبح غیر معمولی
طور پر غوش گوار تھی۔ آسمان پر بادلوں کا نشان تک نہ تھا۔ پرندے آہ بہار
کی خوشی میں راگیناں گارے تھے۔ اور ہوا پھولوں کی خوشبو سے مہک رہی
تھی۔ مسٹر مارشنگٹن اور کمپلا جمعہ کی سہ پہر کو سیزٹ مارگرٹ واسے
دہاتی مکان میں چلے گئے تھے۔ لیکن میں ایک ضروری کام کی وجہ سے پیچھے
رہ گیا تھا۔ جس کو ختم کرنے نے بعد میرا ارادہ بھی ہفتہ کی شام کو ان کے
باس پہنچ جانے کا تھا۔ اور چونکہ میں نے اور کمپلا نے آپس میں یہ بات طے

کر لی تھی کہ آج جس طرح بھی ممکن ہو ہمیں اپنی دوستانہ عشق مسٹر ایشنگٹن سے
بیان کر دینی چاہیے۔ اس لئے یہ سوچ کر کہ خدا جانے ان کا جواب کیا ہو میرا دل
کچھ دھڑکن سی محسوس کرتا تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی جب میں ناشتہ کی میز
پر بیٹھا کھانا کھاتے ہوئے باہر کا خوشگوار منظر دیکھ رہا تھا۔ تو یہی خیال جی کو
بیتاب کرتا تھا۔ کہ اس سوال کو کس پیرائی میں مار سینگٹن کے رو برو پیش
کرنا چاہیے۔ عین اس موقع پر گھر کا داروغہ سپیشل ٹن جڑا سامنے بنائے کمرہ
میں داخل ہوا۔

”مسٹر ڈرہم کوئی شخص مسٹر ایشنگٹن سے ملنے کے لئے آیا ہے۔ لیکن؟“
کوئی عجب طرح کا صندی اور بے سمجھ آدمی ہے میں نے لاکھ بار کہا کہ آقا گھر پر
نہیں ہیں۔ لیکن وہ ایک تہیں سنتا وہیں دروازہ پر جھانکھڑا ہے؟
”کیس طرح کا آدمی ہے سپیشل ٹن؟“ میں نے داروغہ سے پوچھا۔

آخر الذکر نے اپنے شانوں کو لا پرواہی سے حرکت دی اس کے بعد سرسری
لہجہ میں کہنے لگا: ”میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ جہاز لڑی کے پیشہ سے تعلق رکھنے
والہ فی شخص ہے؟“

”پوری طرح ہوشمند ہے؟“ میں نے پھر اس سے دریافت کیا۔
”صاحب اگر آپ کے پوچھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ شراب کے نشہ
میں تھیں۔ تو میں اس کے جواب میں اتنا ہی عرض کر سکتا ہوں۔ کہ بظاہر تو اس
نے پی ہوئی نہیں ہے۔ لیکن باطن کا حال کوئی جان سکتا ہے؟“
”لہجہ مشرقیانہ ہے؟“

”بے شک اس نے کوئی بات ایسی نہیں کہی جو قابل اعتراض ہو۔ لیکن
اس کی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی صند کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے۔ میں نے لاکھ

سرٹیکالین یہ بات اس کی سمجھ میں کسی طرح نہ آئی۔ کہ جو آدمی گھر پر موجود نہ ہو۔ وہ کیونکر اس سے مل سکتا ہے جس بھی کہے جاتا ہے۔ میں ایک اشتہار دہری کام کے لئے مشٹراوشنگٹن سے ملنے آیا ہوں۔ اور ضرور ان سے ملنا چاہتا ہوں؟ میں تھوڑی دیر چپ چاپ سوچتا رہا۔ اس کے بعد وارنر نے کہا:۔
 ”اچھا تم یہ کہہ کر اس کو اندر بلاؤ کہ مشٹراوشنگٹن کے سیکرٹری جو گھر پر موجود ہیں تم ان سے مل سکتے ہو۔ ہال کمرہ میں ایک کرسی پر بٹھا دینا میں عنقریب وہیں آتا ہوں۔ لیکن میری آمد تک اس پاس ہی رہنا اور اس کو نگاہ سے رکھنا۔“

اس سے تھوڑے عرصہ بعد میں ناشنہ سے فارغ ہو کر ایک سگرٹ سڈک کر اس پر سوار، جہتی سے ملنے کے لئے ہال کمرہ کی طرف چلا۔ میرا خیال عام انگار کے مطابق یہی تھا۔ کہ وہ کسی طرح کی درخواست پیش کرنے یا کسی معاملہ کی نسبت شکایت لے کر آیا ہو گا۔ لیکن جب میں نے کمرہ کے اندر قدم رکھا اور اس آدمی کی صبرت دیکھی۔ تو فوراً خیال گذرا کہ وہ کوئی طحیر معمولی ہی کام ہو گا۔ جو اس آدمی کو جو کم از کم کسی آس پاس کے مقامات کا رہنے والا نہ تھا۔ یہاں پر لانے کا ذریعہ ثابت ہوا ہو گا۔

عمر اس کی پچاس اور ساٹھ سال کے، درمیان تھی چند سال اس طرف یا اس طرف اس کا فیصلہ کرنا دشوار تھا مجھ کو اندازہ آدیکہ کر وہ جھوٹا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور اس طرح مجھ کو اس کی عام بدنی حالت دیکھنے کا اچھا موقع ملا۔ وہ مضبوط کاٹھی کا متوسط القامت طاقتور آدمی تھا۔ جس کے چہرہ کی برشتہ زحمت و دھوپ اور بارش میں سے گزرنے کا پتہ دیتی تھی۔ آنکھیں فولادی رنگ کی نیلیں، اور کانوں میں جواہروں کی طرح سونے کی اٹیٹیاں پڑی

مقیس۔ اس نے اپنی ہیٹ ودفوالتوں میں لے رکھی تھی۔ اور اس کو عصبی خراج
 آدمی کی طرح یوں یوں ہلاتا چلاتا تھا! ایسا کرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ اُس کے
 ہاتھ کسی بہت پڑنے سال خورودہ درخت کی جڑ کی مانند مضبوط اور خم کھائے
 ہوئے تھے محلے میں گھر سے نیلے رنگ کا نیا سوٹ تھا۔ اور اُس کی مصیبت دیکھ
 لینے سے ہی اس بات کا پتہ چلتا تھا کہ اس کی غیر کا بیشتر حصہ پچھری
 سیاحت اور نہ جانے ہونے دور افتادہ مقامات کی سکونت میں بسر ہوا
 رہے زیادہ قریب دیکھتے پر یہ بھی معلوم ہوا کہ شاید کسی زمانہ میں اسے چھپک
 کاغذ مارا ہو ہو گا۔ کیونکہ امتداد زمانہ سے کسی حد تک متنبہ ہونے لیکن پھر بھی
 نمایاں واضح اس کے چہرہ پر موجود تھے اور ان سبب پر مستزاد ایک لمبا
 گہرا گھاؤ تھا۔ جو دانتوں کے زخم پر آنکھ کے نیچے سے شروع ہو کر کان کی
 لوتک تک کھینچی ہوئی پر پھیلا ہوا نظر آتا تھا۔ اسی زخم کی نوعیت ظاہر کرتی
 تھی کہ تھار سے آیا ہو گا۔

جیسا میں نے اوپر بیان کیا ہے مجھ کو اندر آتا دیکھ کر وہ اپنی جگہ سے
 اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور اپنی بولر ہیٹ کو بے مدعا ہلاتے ہوئے پہلے بہت
 جھٹک کر سلام کیا۔ اس کے بعد اس طرح میرے منہ کو تکنے لگا۔ گویا الفاظ
 سے زیادہ نگاہ سے اظہار مدعا کرنا چاہتا تھا۔

میں نے اس کے سکون خاطر کے لئے ہاتھ سے اشارہ کیا اس کے بعد
 کہا: ”سنو بھائی جیسا داروغہ نے چھو تیا ہے بستر مارشنگٹن گھر پر نہیں ہیں
 البتہ میں ان کا اعتماد خاص ہوں اور ان کی کوئی بات مجھ سے پوشیدہ نہیں
 اس لئے اگر تم چاہتے ہو تو اپنا پیغام مجھے دیدو۔ وہ میں ان کے کانوں تک
 پہنچا دوں گا“

وہ پھر ایک مرتبہ غالباً اٹھا دھکر گذاری کے لئے نیچے ٹھکرا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں اعتماد کی جھلک پیدا ہو گئی ہو۔

”اس صورت میں میں آپ ہی سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں لیکن دماغ علیحدہ ہے اور تنہائی ہونی چاہیئے کیونکہ بات انہی ہی ہے۔۔۔ ورنہ میں کسی کو خریدہ کرنا نہیں چاہتا۔ اور یہ کہتے ہوئے اس نے پاس کھڑے داروغہ کی طرف دیکھا۔

اس کا مطلب سمجھ کر میں نے اسے ساتھ آنے کے لئے کہا اور لاٹھری کے کمرہ میں ساتھ لے جا کر دروازہ پھیر دیا۔ کسی ایسے آدمی کی طرح جو اپنے لوازمات کو دیکھ کر متعجب ہو اس نے ایک ٹھوکتی ہوئی نظر کر کے اطراف میں ڈال دیا اور انہی کے لئے اس کی نگاہ کیلک کے ایک فرط کی تھوپر پر مبنی کمرہ کے وسط میں میز پر رکھی ہوئی مٹی جگہ لگ گئی۔

”آپ یہ فرماتے ہیں اس نے آخر کار ٹھوگہ فتنہ آواز سے کہنا شروع کیا کہ مسٹر مارشلنگٹن گھر پر نہیں ہیں؟

”ہاں یہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ اور اب پھر ایک بار کہتا ہوں کہ مسٹر مارشلنگٹن اس جگہ نہیں ہیں۔“ میں نے اپنے غفلتی پر زور دیکر جواب دیا۔

”معاف کیجئے اگر انا طائفہ فزوں میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ مکان پر نہیں ہیں یا شہر سے باہر کہیں گئے ہیں؟ اجنبی نے فکر مند لہجہ میں دریافت کیا۔

”وہ گھر پر بھی نہیں ہیں اور لندن میں بھی نہیں۔ اب کیا سمجھ گئے تم؟ میں نے بودب دیا۔

اس نے اپنا مضبوط ٹھیکڑا اٹھایا اور نیچا اٹھا کر اپنی ہچکلی کے سرے سے ٹھڈی کو کھینچا شروع کیا اور میں نے پھر ایک بار دیکھا کہ وہ اتنا مضبوط ہاتھ تھا۔

کہ ایک ہی دہریہ کھڑکی کا شیشہ توڑ کر چور چور کر دیتا۔ اور زخمی نہ ہوتا۔
 ”بڑے افسوس کی بات ہے، اس نے پر مال بچہ میں کہنا شروع کیا۔“ میں
 ہنرور ہی ان سے ملنا چاہتا تھا۔ لیکن آپ چونکہ ان کے سکریٹری ہیں اس لئے
 یہ تو آپ کو معلوم ہو گا۔ کہ وہ کس جگہ گئے ہیں؟“

میں نے مسکراتے ہوئے صورت انکار سر ملایا پھر کہا۔
 ”معلوم تو بے شک ہے لیکن میں اس وقت تک نہیں بتا سکتا حتیٰ کہ
 مجھ کو معلوم ہو۔ بہتیں ان سے کیا کام ہے؟“

اس جواب کو پاکر اب اس نے اپنا سر انکاری صہرت میں ملایا۔ اور ایسا
 کرتے ہوئے اس کے کچھ دار بال جب بے ترتیبی سے پیشانی تک پھیلے ہوئے
 تھے۔ اور بھی زیادہ منتشر ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے ہونٹوں
 کو اس طرح مضبوطی کے ساتھ بند کر لیا۔ گویا کسی حال میں ان کو کھولنا نہیں
 چاہتا۔ لیکن پھر دفعتاً کچھ سوچ کر اس نے ان کو ڈھیلا ہونے کا موقعہ دیا
 اور عجیب طرح کا تعصیلی قسم کرتے ہوئے ساتھ ہی۔ اپنے ہاتھ کی ایک انگلی
 جو کسی حیوان کے بینگ کی طرح مضبوطی بے تکلفانہ میرے پہلو میں
 غصہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں صاحب شاید آپ کو بدگمانی ہو لیکن میں مسٹر مارٹنگلن سے انہی
 کے فائدے کے لئے ملنا چاہتا ہوں۔ بات ایسی ہے جس کو میں یا وہ دونوں ہی
 سمجھ سکتے ہیں اور وہ اس بات کو مستحق فخر و خوشی ہوں گے اس لئے جس
 طرح ممکن ہو مجھے ان سے ملائے جائے۔ خواہ ان کا پتہ بتائیے میں اُن چلا جاؤں گا“
 انہیں اس جگہ بلوا دیجئے۔

جس وقت میں نے زیادہ غور کے ساتھ اس کے چہرہ کو دیکھا تو معلوم ہوا

کہ نگرہ و قشویش کے دیے ہوئے انار اس پر کسی حد تک موجود تھے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ تھی کہ وہ کسی نہایت ضروری کام کے بارے میں مسٹر مارشنگٹن سے ملنے کو بے تاب ہے۔ لیکن وہ کس طرح کا معاملہ تھا جس کا حال وہ کچھ سے کہتا، چکچکاتا تھا۔ یہ بات میری سمجھ میں بالکل نہ آ سکی۔
 ”اچھا تو جان لو میں نے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا نہ میں تم کو مسٹر مارشنگٹن کے پاس بھیج سکتا ہوں اور نہ انہی کو اس جگہ بلانا میرے لئے ممکن ہے البتہ پیر کے سہ پہر کو وہ یقیناً واپس آ جائیں گے۔ اس وقت مل لینا“

وہ ان الفاظ کو سن کر بڑے زور سے چونکا۔ اور ایک نئی طرح کی جھلک اس کی آنکھوں میں پیرا ہو گئی میرے لفظوں کو دہرائتے ہوئے کہنے لگا: پیر کی سہ پہر کی لیکن... وہ تو بہت دور ہے۔ اس وقت تک نہیں کہا جاسکتا کہ بات کیا سے کیا ہو جائے۔ آپ نے وہ مشہور مقولہ سنا ہو گا کہ مکمل نام کال کا میں جس کام کے لئے ملنے آیا ہوں۔ وہ ایسا ہی ضروری ہے کہ اسے مکمل پر نہیں ڈالا جاسکتا۔ پرسوں تو بہت دور ہے۔ اس لئے میرا کہنا ماننے اور مسٹر مارشنگٹن کے اپنے فائدے کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بتا دیجئے وہ کہاں ہیں“

”بالکل نہیں“ میں نے پر زور لہجہ میں جواب دیا ”مسٹر مارشنگٹن کا یہ قطعی فیصلہ ہے کہ جب وہ باہر پہنچے ہوں تو کسی خاص ضرورت کے سوا ان کو بالکل پریشان نہ کیا جائے۔ اگر تہا را کام ایسا ہی ضروری ہے تو پھر بتا کیوں نہیں دیتے کہ وہ کیا ہے“

وہ پہلے تو چپ چاپ میرے منہ کو نکلتا رہا اس کے بعد دفعتاً اس نے ایک عجیب طریقہ پر ہنسنا شروع کیا۔ یعنی اس کے منہ سے گوہر منستے

کی آواز نکلتی تھی، جاہم آنکھیں ہنستی تھیں اس کے برشتہ بھری دار چہرہ کی ہر لہک
 لہک۔ ہنستی تھی۔ اس کے بڑے بڑے کانوں میں بڑی ہونی بالیوں کی حرکت
 بھی اس ہنسی کا ایک حصہ تھی۔ آخر کار اس کے سابق کی طرح پھر ایک بار
 میرے پہلو میں ٹھک کا دیا۔ اور وہ ہوا تھمتہ مار کر کہنے لگا۔

درغوب کہا۔ آپ نے وہ پریشان ہونا نہیں چاہتے لیکن میں پوچھتا
 ہوں اگر حالات خود بخود ایسی صورت اختیار کر لیں کہ ان کو مد سے زیادہ
 پریشان ہونا پڑے تو پھر کیا؟ اس لئے بڑے صاحب میرا کہنا مانئے۔ اور اتنی
 منہ نہ کیجئے۔۔۔“

”میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ میں کوئی بات ان کے خلاف کہہ نہ کر دوں گا۔
 میں نے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا: ”سٹر مارشنگٹن کی عدم موجودگی میں اُن کے
 سب کام میں کر سکتا ہوں۔ تم مجھ کو بتاؤ کہ کیا چاہتے ہو۔ مجھ سے جو امداد
 ممکن ہوگی دریغ نہ کروں گا۔“

”میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اُسی طرح پر خیال انداز سے میرے منہ کو
 نکٹا رہا۔ اور اُس وقت مجھ سے ناگہان ایک عجیب غلطی ہوئی جس کی نسبت
 میرا غدر یہی ہے کہ عہد شباب میں جب آدمی کو لطرت الزامی کے مطالعہ کا
 پورا موقع نہ ملا ہو تو ایسی غلطیاں عموماً اس سے سرزد ہو جاتی ہیں۔
 ”کیا تم کچھ روپیہ لینا چاہتے ہو؟“ میں نے اس سے پوچھا۔

”میں کی سی بیاری مال نیلگوں آنکھوں میں دبے ہوئے غصہ اور جوش
 کی تیز چمک پیا ہوتی۔ ایک بار اس نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ اسکے
 بعد پھر ایک مرتبہ پاؤں کے تلووں سے ایک سر کی چوٹی تک اور آخر کار اپنا
 چوڑا، مضبوط ہاتھ جس کی جیب میں ڈال کر سیرے کی مہروں کی بھری ہوئی

ٹھہری میرے سامنے میز پر ڈال دی اسی طرح ایک اور مٹھی جبر کر دوسری جیب سے نکالی۔ اور وہ بھی وہیں ڈال دی۔ اس پر کفایت نہ کر کے اس نے اپنا ہاتھ کوٹ اسکی اندرونی جیب میں ڈالا۔ اور ایک پاکٹ بک نکالی۔ اس کے گرد بندھا ہوا فیٹہ لکھنا کہ اس نے ہتھکڑیوں کی ایک نئی تھنی نکالی اور ہاتھ آگے بڑھا کر اس کو میری ناک کے پاس لے گیا۔ یہ کر کے اس نے تین بار اپنے سر کو زور زور سے حرکت دی۔ گو پاربان حال سے کہنا چاہتا تھا: ”اب بھی تم کو اپنے سوال کا جواب مل گیا یا نہیں؟“

”مجھ کو افسوس ہے“ میں نے معذرتی لہجہ میں کہنا شروع کیا ”دراصل مجھ کو یہ بات کہنی واجب نہ تھی لیکن تم خواہ کسی مطدب کے لئے آئے ہو میں بہر حال نہیں بناسکتا۔ کہ سٹریٹ مارشنگٹن کہاں ہیں۔ دوسری صورتیں ممکن ہیں۔ یا اپنا ہاتھ مجھ کو بتا دو۔ یا پیڑ کی سہ پہر کو جب وہ اس جگہ آئیں گے ان سے مل لینا“

اجنبی اپنے روپوں کو ذرا پارہ پیسوں میں ڈال کر دروازہ کی طرف گھومنے لگا۔

”فہم کہ میرے آخری الفاظ سن کر جیتے کی تیزی سے پیچھے ہٹا اور اب میں نے دیکھا اس کی عجیب آنکھوں میں اطمینان کی جھلک پیدا تھی۔“

اپنا منہ میرے بالکل قریب لاکر اس نے کہا: ”تو کیا میرا پیغام آپ ان کو پہنچا سکتے ہیں؟ لیکن کب کیا بہت جلد... میں کہتے بچے تک اس پیغام سے پہنچنے کی اُمید کر سکتا ہوں؟“

”جوابات تم جو سے کہو گے وہ آج سہ پہر یا بجے سے پہلے ان کے کانوں تک پہنچا دی جائے گی“ میں نے جواب دیا۔

”پانچ بجے سہ پہر تک“ اس نے میرے ہی لفظوں کو دہرایا ”مگر کیا میرے اس سے پہلے خود ان سے ملنے کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے؟“

”فسوس بالکل نہیں“ میں نے جواب دیا۔
 پھر ایک مرتبہ اس نے اپنی سیٹنگ جیسی اٹھکی کو آگے نکالا۔ اور اب کی مرتبہ
 غالباً اپنے لفظوں پر زور دینے کی غرض سے اس نے اس کو آہستہ سے میری
 سمیتین پر رکھ دیا۔ بولنے سے پہلے اس نے ایک گھومتی ہوئی نظر چاروں طرف
 ڈالی۔ گوہر! اس بات کا یقین حاصل کرنا چاہتا تھا کہ کوئی سننے والا تو نہیں ہے
 اس کے بعد بڑی دھم آواز سے کہنے لگا۔

”اس صورت آپ یہ پیغام ان کو پہنچا دیں“ جینز کو لیٹ ڈیٹ فورڈ کی
 ایڈمیرل بین بڑا می سرائے میں بٹھرایا ہے اور کہتا ہے کہ کشتی منجمد ہار میں آگئی“
 پس یہ الفاظ اسی طریقہ پر ان کے کانوں تک پہنچانے ہیں۔ کیا آپ کو یاد رہیں؟
 ذرا ایک بابا ان کو دہرائو دیجئے؟
 میں نے تھک ایک لفظ جس طرح اس نے کہا تھا کہہ کر سنا دیا۔ پھر اس کو خوش
 کرنے کی خاطر یہ فقرہ ایک کاغذ پر لکھ بھی لیا۔ یہ ہو چکا تو وہ دروازہ کی طرف
 چلا اور میں بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔

رستے میں میں نے کہا ”کیا جینز کو لیٹ تمہارا ہی نام ہے؟“
 اس نے گردن موڑ کر میری طرف دیکھا۔ اور سر کا اشارہ کرتے ہوئے کہنے

لگا

”جی ہاں یہ میرا نام ہے اور میں آپ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ جس وقت
 یہ الفاظ مسٹر مارشل ٹائٹل کے کانوں تک پہنچیں گے۔ یا تو وہ غمگین میرے پاس
 دوڑے ہوئے آئیں گے۔ یا مجھ کو خوش اپنے پاس آئے گا حکم دیں گے۔ اور یاد
 رکھئے میری یہ بات اتنی ہی سچ ہے جتنا خدا کی بات کا آسمان پر اور شہیاؤ
 کا روئے زمین پر ہونا برحق سمجھا گیا ہے“

”بہر حال تم ڈیٹ غرو کی اس سرانے میں اچھے میرل بن، جس کا نام ہے غرو
 ٹرسکوئے، پیر، نے اس سے پوچھا۔

”اُس نے پھر اپنے سر کو صوفت اشبات حرکت دی اس کے بعد کہنے لگا:-
 ”کامیاب بننے سے پہلے لے کر جب آپ نے کہا ہے کہ میرا دیا ہوا پیغام مسٹر
 ہارٹسٹائن، ریلے گا میں اس وقت تک وہیں جم کر بیٹھوں گا جتنے کہ مسٹر ہارٹسٹائن
 کا جواب مجھ کو مل جائے اور یقین کیجئے کہ اُن کا جواب آنے میں بالکل دیر نہ
 ہوگی“

”مہرت اچھا، میں نے سرسری لہجہ میں کہا۔
 شخصیت ہونے سے پہلے اس نے پھر فدا سنا تا مل کیا کبھی چلنے کیلئے
 پیر اٹھا تا کبھی پھر رگ جاتا۔ اس کے بعد ویسا ہی بھدا سلام کر کے جس طرح
 پہلی مرتبہ ملنے پر کیا تھا وہ کمرے رخصت ہو گیا میں ڈیوڑھی میں بھی اس کے
 پیچھے پیچھے گیا۔ میری نظروں کے سامنے سیٹیل ٹن نے ہاتھ بٹکنے کو دروازہ کھولا
 اور وہ ایک ٹھوس بھاری وجود کی طرح ڈھکنا ہنسا۔ اس رستہ پر ہو لیا جو آگے
 چکر مڑک سے ملتا تھا۔

میں نے دروازہ میں گھڑے ہو کر اس کی اس عجیب و غریب مہارت کو
 آفتاب کی مددوشنی جس کو جوبلی نمایاں کر رہی تھی، تیزی دیر غور کے ساتھ دیکھا
 اس کے بعد وہ میری نظروں سے غائب ہو گیا۔

باب ۲

ساحل بحر ہند

ہر چیز میں سب چیز کو میٹ سے یہ بات بھی تھی کہ اس کا دیا ہوا پیغام پانچ بجے سے پہلے مسٹر مارشنگٹن کو نہیں مل رہا تھا تو بھی امر واقعہ یہ ہے جس کو میں آپ لوگوں سے جو اس عجیب داستان کو پڑھ رہے ہیں چھپانا نہیں چاہتا کہ اگر میری خواہش ہوتی تو چیز کو دینے کو وہیں اپنے پاس کھڑا کر کے منبٹوں میں ساری اطلاع مسٹر مارشنگٹن کے ہونے تک پہنچا دیتا۔ اور اگر میں ایسا کرتا تو شاید حالات اور یہی صورتہ اختیار کر لیتے۔ اور مجھے اس حیرت انگیز داستان کو ملنے پر میں لانے کا ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔ لیکن میرے تامل کی بڑی وجہ یہ تھی کہ مسٹر مارشنگٹن کی طبیعت دونوں سٹورز یعنی ان کے دلی کو کسی طرح کا عارضہ واقعہ تھا۔ اور ڈاکٹر نے اس بات کی سختی سے تاکید کر دی تھی کہ ایسی کوئی بات آج کے دن پیشہ این کرنے والی ہو۔ یا جس سے ان کے دل کو صدمہ پہنچنے کا احتمال ہو۔ ان کے ہمارے ایک نہ پہنچائی جائے۔ چونکہ میرا مادہ کاموں سے فارغ نہ کر کے اسی دن سے پہلے کو پانچ بجے سینٹ مارگرٹ والے مکان پہ پہنچنے

کہ تھا۔ اس لئے یہی بہتر معلوم ہوا کہ کو بیٹ کا عجیب و غریب پینا
 مسٹر مارشنگٹن کے کان تک خود اپنے منہ سے پہنچایا جائے۔
 اتفاقاً ایسا پیش آیا کہ میں جس کام کے لئے رکا تھا۔ وہ نسبتاً
 جلد ہو گیا۔ اور میں چار بجے سے بھی بقوڑی دیر پہلے سینٹ مارگرٹ
 جا پہنچا۔ فلیج کے جنوب مغربی کنارہ پر کھریا مٹی کے جوکر اسے نظر
 آتے ہیں۔ ان کے وسط میں ایک سطح مرتفع پر وہ مکان واقع تھا۔ جس میں
 مسٹر مارشنگٹن رہا کرتے تھے عمارت کا رخ سمندر کی طرف تھا۔ اور
 عمائل بھر سے مکان کے صدر دروازہ کی طرف جاتے ہوئے رستہ میں ایک
 لان پڑتی تھی۔ جس کے سر پر کچھ سیڑھیاں بنی تھیں۔ ان پر چڑھ کر باغ
 سے جاتے ہوئے مکان میں پہنچ سکتے تھے۔ میں جس وقت عمارت کے
 قریب پہنچا۔ تو کیلا شام کی رخصتی دھوپ میں وسط باغ میں کئی ایک
 کتا ہیں اور رسالے باس رکھے ہوئے ایک آرام گاہی پر دراز
 تھی۔ لیکن مسٹر مارشنگٹن کہیں نظر نہ آتے تھے۔ کیلا سے پوچھا۔ تو
 وہ اشارہ کرتے کہنے لگی۔
 ”ابھی کوئی دس منٹ گزرے یہاں تھے۔ اب ساحل بحر کی طرف

گئے ہیں۔

”اچھا تو میں وہیں ان کے پاس جاتا ہوں؟ میں نے جواب دیا ٹپک
 بہت ضروری کام ہے۔“

لیکن جس وقت میں لان سے گزرا ساحل کی طرف چلنے لگا۔ تو کیلا نے
 پیچھے سے آواز دی اور جب میں سننے کے لئے ٹھہرا تو معنی خیز پیروی میں کہنے لگی:
 ”اس بات کا ذکر کرنے کو نہیں چاہیے ہو؟... کیونکہ اس کا میرے خیال

میں موقعہ نہیں ہے۔“
 ”نہیں میں اس کا ذکر کرتے نہیں جاتا“ میں نے اس کا مطلب سمجھ کر
 جواب دیا کہ ایک ضروری پیغام ان کے کانوں تک پہنچانا ہے۔ اس کے لئے
 جانا ہوں؟

”اچھا تو اس ذکر کو اس وقت تک ملتوی رکھنا چاہئے کہ ہم آپس میں بات
 چریت کر لیں؟ اس نے دُور ہی سے کہا۔ میں نہیں جانتی کیوں آج ان کی طبیعت
 اچھی نظر نہیں آتی۔ وہ دن بھر فکر مند رہے ہیں۔ اس لئے اچھے جیک تم نہیں
 جا کر اپنے ساتھ لے آؤ۔ چائے پین رہی ہے آدھ گھنٹہ تک آ جائے گی؟“
 کمبلہ کی زبانی یہ معلوم کر کے کہ مشر مارشنگٹن کی طبیعت نا ساز ہے۔
 میرے دل کو اور بھی زیادہ کوفت ہونے لگی ڈرتا تھا جیہز کو میڈ کا پیغام پانے
 سے نہ جانے ان کے دل پر کیا اثر ہو لیکن اس مرد پر اسرار کے ردیر کو دیکھتے
 ہوئے یہ ضروری تھا۔ کہ میں اس کا پیغام ان کے کانوں تک پہنچا دوں۔ لندن
 سے اس جگہ تک آئے ہوئے میں غور کرتا رہا تھا۔ اور انجام کار اس نتیجہ پر
 پہنچنے پر مجبور ہوا۔ کہ ضرور کوئی خاص بات ہوگی۔ جس کے لئے وہ آدمی مارشنگٹن
 سے ملنا چاہتا تھا۔ اس کے یہ الفاظ کسی طرح کی لاف پر مبنی نظر نہ آتے تھے
 کہ میرا پیغام پا کر یا مشر مارشنگٹن فوراً میرے پاس آئیں گے یا مجھ کو اپنے
 پاس بلا لیں گے۔

میں جب ساحل کے قریب پہنچا تو مشر مارشنگٹن ریت کے اس قطعہ
 پر چوکر اوروں کے دامن میں واقع ہے ٹپکتے پھر رہے تھے۔ میں نے دُور سے ہی انکی
 حالت دیکھ کر متحیر ہو کر کچھ گاہ کوئی گہری فکر ان کے جی کو لاحق ہے دنیا بھر کی
 نعمتیں رکھتے ہوئے وہ بعض اوقات اچوداسی اور تنہائی محسوس کرنے پر مجبور

ہوتے تھے۔ ظاہر ان کی صوت اچھی تھی۔ تاہم دماغ بدن کی ساخت مضبوط
 نہ دیکھنے میں تشکیل، سر کے بالوں اور داڑھی میں جن کی چمک سنہرے بھورے
 رنگ کی تھی صرف کہیں کہیں کوئی بال بکے لگا تھا۔ لیکن چہرہ کی برشتہ رنگت
 اب بھی سرخی کی وہ جھلک لئے ہوئے تھی جو تپتے ہوئے آسمانوں کے لیے
 زندگی بسر کرنے سے پیدا ہوتی ہے ان کی ہمیشہ کی عادت تھی کہ جب کوئی
 کام درپیش نہ ہو تو اٹھ کر ٹہلنے لگتے۔ خواہ گھر پر ہو یا کھلے میدان میں اس
 عادت میں کبھی فرق نہ آتا تھا۔ ٹہلتے وقت وہ اپنا پایاں بازو پہلو میں لٹکا
 لیتے، اور دائیں گولپس پشت موڑ کر اس ہاتھ سے بائیں بازو کو کہنی کے کسی قد
 اوپر پکڑے رکھتے۔ چنانچہ اب بھی میں نے دیکھا۔ وہ اسی حالت میں گردن
 خم کئے پہل قدمی کرتے پھر رکتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا۔ اپنے خیالات میں
 غرق ہیں۔ اور ان کی آنکھیں اس پاس کے مناظر کو نہیں دیکھتیں۔ اس
 کے باوجود جب انہوں نے اس آواز کو سنا جو میرے بکری پرچنے سے پیدا
 ہوئی تھی۔ تو گردن اٹھا کر مکنے لگے۔ پھر مجھ کو پہچان کر مسکرائے اور ہمیشہ
 کی طرح بڑے خلوص و اخلاق سے مصافحہ کے لئے ہاتھ آگے نکالے میری
 طرف کو آئے۔

”دیر ہم میرے عزیز درم کچھ جلدی ہی آگئے۔“ اس کے بعد انہوں نے کہا
 ”مجھ کو تمہارے پانچ چھ بجے سے پہلے آنے کی امید نہ تھی معلوم ہوتا ہے۔
 تمہیں اپنے کاموں سے جلد فراغت ہو گئی۔“

میں نے جواب میں ان کو بتایا کہ تجھے کام میرے ذمہ ڈالے گئے تھے
 وہ سب کر دیے گئے۔ پھر ان کے پہلو میں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے میں نے
 ایک کام کی تفصیل ان سے بیان کی۔ سارا حال سننے کے بعد وہ جیسا ان کی عادت

تھی۔ پھر خاموش ہو گئے۔ اب میرے دل کو گہری تشویش ہونے لگی سوچتا تھا یہ پیغام کس طریقہ پر ان کو دیں جسے لے کر اس جگہ آیا ہوں۔ کئی بار منہ کھدے نے کی کوشش کی مگر الفاظ نہ نکڑے نہ نکڑے پر آکر رہ جاتے۔ سہ پہر کی رخصتی شدہ عین ساحل کے سفید کراڑوں اور بحرِ خوار کی سینر ٹیلین موجوں سے ہمارے پر رہی عینیں۔ کچھ بادیا کی جہاز ساحل کے آس پاس چلتے دیکھا۔ نیچے تھے فوراً اسلحہ پر ایک بہت بڑا لائینر جہاز دوبار کے شکم کو چیرا ہوا۔ لگتا تھا رہا تھا۔ بحری زندگی کے سروس کے اور پر اڑتے ہوئے دروناک چینیں مار رہے تھے۔ سکون و اطمینان کی اس گہری فضا کو اپنے الفاظ سے مکر کر کے بکھڑا ہوا۔ مجھ کو نہ ہوتا تھا۔ نہیں کہہ سکتا۔ اس حالت میں کب تک خاموش رہتا۔ لیکن مسٹر مارشلنگٹن نے خود ہی ایک سوال پوچھا۔ جس کے سلسلے میں مجھ کو بیان حال کا موقع مل گیا۔

”ان سب کاموں کے علاوہ جو تم نے بنائے ہیں اور کوئی واقعہ تو پیش نہ آیا تھا؟ انہوں نے دفعتاً پوچھا۔ ”نہیں میں کوئی ضروری خط آیا ہو... یا کوئی اور بات جس کو تم غیر معمولی خیال کرتے ہو؟“

”آہ بیشک یاد آ گیا“ میں نے اس پر کہنا شروع کیا۔ ”صبح میں جب ہاشمت کی میز پر بیٹھا تھا۔ تو دروغہ نے اگر اطلاع دی کہ ایک آدمی آپ سے ملنے کے لئے آیا ہے، واروغہ نے اس کو بہت سمجھایا کہ مالک باہر گئے ہیں لیکن وہ اتنا ضدی نکلا کہ انجام کار مجھے اٹھ کر اس کے پاس جانا پڑا۔ میرا خیال تھا آپ کے حلقہ انتخاب کا کوئی راجہ دہندہ ہو گا۔ لیکن...“ بغیر کوئی نام ہی چھوڑ کر میں نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

”آخر کون تھا؟“

میں ملاحوں کی طرح امتیاں پہنچی ہوئی تھیں۔ جوں جوں میں یہ الفاظ کہتا رہا تھا
ہی غور بین نظروں سے اس کے مُنہ کو دیکھتا رہا تھا۔ بڑے مستقل لڑاؤ کا صندھی
آدمی...؟

”سمجھا، اس نے اس طرح کی نرم آواز میں کہا۔ گویا مجھ کو مخاطب کر کے
نہیں بلکہ اپنے آپ سے۔“ بٹیرن باتیں کر رہا ہے۔ ”کوئی ٹ ایسا ہی آدمی ہے
لیکن... اتنی خدمت کے بعد“

وہ یکایک دو تین قدم اٹھا کر مجھ سے آگے ٹھٹھکیں پھرا جا کر کھڑے ہو گیا
اور میری طرف گھوم کر آئے ہوئے کہنے لگا۔
”اچھا تم اس آدمی جیبر کو ٹیٹ سے مل لئے مگر“ کیا بھی تم کو معلوم ہے کہ وہ
چاہتا کیا ہے؟“

میں نے دل میں اس بات کا فیصلہ کر لیا تھا کہ اس مرد پر اسرار کو اسی ٹنگ
میں پیش کروں گا۔ جس میں میں نے اس کو دیکھا تھا۔ پس میں نے سیدھا اور
صاف جواب دینے کی بجائے مسٹر مارشنگٹن سے کہا۔

”پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ آپ سے ملنا چاہتا تھا۔ بڑی دیر تک اس کے
لئے زور دیتا رہا کہ میں یا آپ کو اس کے پاس ملا دوں یا اسے آپ کی خدمت میں
بھیج دوں۔ میں نے دونوں باتوں سے انکار کیا۔ لیکن چونکہ اس کی باتوں سے پایا
جاتا تھا کہ وہ کوئی غیر معمولی طور پر ضروری کام ہے جس کے لئے وہ نے انور
آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ اس لئے میں نے آخر کار یہ بات طے کی کہ اگر وہ کوئی
پیغام دینا چاہتا ہے تو وہ میں آپ کو پہنچا دوں گا۔“

”اچھا اس نے سچے سوچتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد پھر اچھا کیا۔
پیغام اس نے دیا تھا۔“

”کہتا تھا میری طرف سے یہ الفاظ اسی صورت میں کہہ دینا جیسا کہ بائٹ
ڈیٹ فرڈ کی ایڈمیرل بین بونامی سرائے میں بٹھرا ہے اور کہتا ہے کشتی
منجھار میں آگئی“

”کشتی منجھار میں آگئی“ مارشلنگٹن نے آہستہ آہستہ ان لفظوں کو بھرا
ہوئے کہا ”ہم کیا یہی اس کے الفاظ تھے کشتی منجھار میں آگئی؟“

”جی ہاں میں اسی کے لفظوں کو پیش کر رہا ہوں۔ ان کے علاوہ صرف ایک
بات اور بھی اس نے کہی تھی یعنی یہ کہ آج شام کے پانچ بجے سے لے کر میں
ترب تک اسی مقام پر بٹھرا رہوں گا جسے کہ آپ اس سے ملیں۔ یاد ہے آپ
سے مل سکے؟“

مسٹر مارشلنگٹن نے گھڑی نکال کر وقت دیکھا۔ پھر اس کو دوبارہ
جیب میں رکھتے ہوئے کہنے لگا: ”تمہارے خیال میں وہ روپے کا طلب گار
تو نہ تھا؟“

”جی بالکل نہیں اس کے برعکس میں نے سوچا۔ اس کی دونوں جیبیں نوڈوں
سے بھری ہوئی۔ اور بنک نوڈوں کی۔ ایک تھی اس کے پاس تھی
اس کے علاوہ ۱۰۰۰ روپے“

ہم دونوں باتیں کرتے ہوئے لان کی حد کے پاس پہنچ چکے تھے۔ عین اس
موقع پر جب یہ گفتگو ہمارے درمیان ہو رہی تھی۔ اور میں اپنے آقا سے جیسا
کہ فیڈ کے نئے کپڑوں کا ذکر کرنے لگا۔ سمیلا نے غاصد پر گھڑے ہو کر ہم کو
آواز دی دینی شروع کیں مسٹر مارشلنگٹن نے ہاتھ کے اٹھانے سے اس کو
سمجھا یا کہ ہم آتے ہیں۔ اس کے بعد مکان کی طرف چلتے ہوئے عجیب طرح
کاتیا ہم کر رہے تھے۔

ہر چند اس امیر گھر میں تانہ چائے کی تیاری کوئی خاص اہمیت کا معاملہ نہ تھی تو بھی کیلکاس کے ارشاد کی تعمیل میں میں مسٹر مارشنگٹن کو جانے چلا گیا۔ وہ اس کمرہ میں نہیں تھے جس میں میں نے اُن کو داخل ہوتے دیکھا تھا خیالی آیا۔ شاید ٹیلیفون کرنے گئے ہوں جس کمرہ میں فون لگی تھی۔ وہ شمار کئے عقیقی حصہ میں واقع تھے۔ لیکن وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ اس جگہ بھی نہیں آئے۔ عین اس موقع پر نوکرانی ٹال کر کہہ آئی ہوئی دکھائی دی۔ ”کیوں برٹھا“ میں نے اس سے پوچھا ”کچھ معلوم ہے بالکل کہاں ہیں؟“ ”جی کوئی ایک منٹ گنواؤ کہ وہ کنوں کو ساتھ لے کر باہر گئے تھے“ اس نے

عذاب دیا۔

میں نے پاس والی کھڑکی سے باہر نظر ڈالی تو معاذم کہ مسٹر مارشنگٹن سیر کرنے کی چھڑی ہاتھ میں لئے سپینل کتے ساتھ لے کر کسی طرف کو چلے جا رہے ہیں۔ انہوں نے گروں یوں سیدھی اٹھا رکھی تھی۔ گویا کسی بات کا معصم اماؤ کر کے گئے ہیں اور چال بھی خاص تیز تھی۔

بارغ کی طرف واپس جاتے ہوئے میں نے اپنے آپ سے کہا ”ضرور وہ جیڑ کو بیٹ کے نام بھیننے کے لئے گاؤں گئے ہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ انہوں نے یہ کام میرے ذمہ نہ ڈالا۔“

جسوقت میں کیلکاس سے ملنے بارغ کی طرف جا رہا تھا تو اس کمرہ میں جہاں مسٹر مارشنگٹن عموماً بیٹھا کرتے تھے۔ ایک عجیب اور انوکھی بات میرے دیکھنے میں آئی۔ نوشت کی میز پر ایک خالی مگلاس پڑا تھا۔ ایک اس کی تہ میں قریباً ایک انچ بلکے پیلے رنگ کی کوئی پینے کی چیز باقی تھی۔ میں نے جب مگلاس ہاتھ میں لے کر سنبھلے تو سوڈا ملی ہوئی برائڈ کی

مُہ آئی۔ اس کے معنی صریحاً یہ تھے کہ گھر سے چلتے وقت وہ تیز ہانڈی کا ایک گھاس پی کر گئے ہیں۔

میں اچھی طرح جانتا تھا کہ مسٹر ارشنگٹن عام حالِ صحت میں بڑے ہی اعتدال پسند واقع ہوئے ہیں۔ ان کی عادت تھی۔ دن میں دو بار دوپہر اور شام کے کھانے پر مقوڑی سی ہلکی شراب کھانا ہضم کرنے کے لئے پینے یا دوسکی کا ایک گلاس رات کو سونے سے پہلے استعمال کرتے تھے۔ بہر حال اس قسم کی تیز شراب سے جیسی آج انہوں نے پی اُن کو نفرت تھی۔ غور کر کے پر معلوم ہوا کہ وہ کوئی بہت ہی سخت حدِ صدمہ ہو گا جو میری دی ہوئی اطلاع سے ان کے دل کو پہنچا۔ کیونکہ اسی کا اثر باطل کرنے کے لئے انہوں نے تیز ہانڈی پی اس طرح کے حالات میں مناسب تو یہ تھا کہ میں ان کے پیچھے پیچھے جانا اور ان کے ساتھ ساتھ رہنا، لیکن عشق و محبت کے دعوے تلے پیردن میں کڑی زنجیر باندھ رکھی تھی جو ہر فرسٹر، کاٹھا منا تھا۔ اس کو چھوڑ کر میں پھر لان کی طرف چلا آیا۔ اور جس جگہ ٹکیلا بیٹھی تھی وہیں اس کے پہلو میں ایک کرسی لے کر بیٹھ گیا۔ اس کی استغنا می نگاہ کے جواب میں میں نے کہا۔ تمہارے ماموں کتنی کو ساتھ لے کر غالباً نکلیں گے۔ نہیں کیا وہ نہیں اس کے جواب میں اس نے کیا کہا۔ یہ بھی یاد نہیں کہ اس کے بعد وہ مقوڑی دیر کس مضمون پر گفتگو کرتی رہی۔ کیونکہ اس کے بعد وہ میرے خیالات کے واسطے وقت و وقت پر پہنچی ہوئی تھی اور سہجہ میں گہرے اضطراب کا ہجوم تھا۔ آخر کار جب میں بولا تو اس نے اپنی غرض خابھو میں گمان کر کے گھبراتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھنا شروع کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک بالکل ہی بے تعلق سوال

تھا۔ جو میں نے اس سے پوچھا۔

”کیلا“ میں نے کہا۔ کیا تم نے مسٹر مارڈنگٹن کو پہلی مرتبہ اس موقع پر دیکھا تھا۔ جب فارغ التحصیل ہونے کے بعد وہ تم کو لینے بروکس کی خانقاہ میں گئے تھے؟“

”یہ تم آج کس طرح کی باتیں کرنے لگے ہو؟“ کیلا نے جواب دیا: ”کیا میں پیشتر بیان نہیں کر چکی کہ اس وقت پہلی مرتبہ میں نے اس کی صورت دیکھی تھی۔ اور تبھی مجھ کو معلوم ہوا تھا۔ کہ وہ میرے ماموں ہیں۔ جیسا میں نے تم کو پیشتر بتایا تھا۔ میری عمر چار سال کی تھی۔ کہ مجھ کو تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے جنوبی امریکہ سے بروکس کے مقام پر بھیجا گیا تھا۔ چار سال کی چھوٹی عمر میں جن عورتوں کو میں نے دیکھا۔ ان کی یاد قطعاً باقی نہیں ہے۔ خانقاہ میں رہتے ہوئے میرا میل جول فقط اس جگہ کی لڑکیوں یا ارباب عورتوں سے ہوا کرتا تھا۔ ان کے سوا نہ کبھی میں نے کسی کی صورت دیکھی نہ کوئی مجھ سے ملنے کے لئے آیا تھا کہ آخر کار مجھ کو بتایا گیا۔ تمہارے ماموں تمہیں لینے کو آئے ہیں۔ بس یہی وہ موقع تھا۔ جب میں نے ماموں فرانسس کی صورت پہلی مرتبہ دیکھی۔“

حدبے شک یہ حالات تم نے مجھ کو بتائے تھے؟ میں نے جواب دیا۔ ”لیکن کیلا پیاری میں کبھی کوئی سوال بے مدعا نہیں پوچھا کرتا۔ لیکن اس کبھی تم نے اپنے ماموں کو جنوبی امریکہ کے کسی ایسے آدمی کا حال جاننا کرنے بھی نہ مانگا جس سے ان کی واقفیت ہو؟“

”کبھی نہیں... ہرگز نہیں“ اس نے فہم کن لہجہ میں جواب دیا۔ ”اس آدمی کا بھی نہیں جس کا نام جیمز کوڈلٹ ہے؟“ میں نے یاد

نازہ کرنے کے خیال سے کہا۔
 ”کیا کہتے ہو؟... جینز کو میٹ... یہ تو عجب طرح کا نام ہے“ وہ
 مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ بہر حال میں نے یہ نام پہلی مرتبہ تمہارے
 منہ سے سنا ہے۔ آخر یہ عجیب و غریب آدمی جینز کو میٹ کون ہے؟
 میں اس کا جواب کیا دیتا۔ اچانک اپنی کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا
 میرے ہاتھ میں ایک بسکٹ تھا۔ حالت اضطراب میں میں نے اس کو کمیلا
 کئے پھر یہ کتنے کی طرف پھینک دیا۔ پھر ہی دھوپ میں پڑا سمیٹا تھا۔
 اس کے بعد بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”یہی تو یہ سوال ہے جو میں خود دریافت کرنا چاہتا ہوں... لیکن
 شام ہو گئی اور سرد ہوا چلنے لگی ہے۔ آؤ ذرا اندر چل کر کھانے کے انتظار
 میں انٹا کھیلیں گے“

”تمہاری باتیں آج بے حد پر اسرار ہیں“ وہ میرے ساتھ ساتھ
 چلتے ہوئے کہنے لگی۔ ”آخر معاملہ کیا ہے؟“

لیکن میں نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ میرے
 چہرہ کے آثار نے معاملہ کو اور بھی زیادہ پر اسرار بنا دیا ہو گا۔ کیونکہ
 وہ حقوڑی حقوڑی دیر کے بعد منتہی نہ میرے منہ کو تکنے لگتی تھی۔
 اسی حالت میں ہم دونوں باہر ٹورزم میں گئے۔

باب ۳

رات کے اخیر عصر میں

اس پر پیغام کو پا کر جو پڑا سر اور حینر کو لپٹنے نے مسٹر مارش فیلڈ کے نام بھیجا تھا۔ ان کے دل کو کسی طرح صدمہ پہنچایا نہیں پہنچا۔ اس کا صبح حال خدا کو بہتر معلوم ہے۔ مگر اتنا میں اپنی چشم دید شہادت کی بنا پر کہتا ہوں کہ ہفتہ کی اس رات کو جب کا یہ ذکر ہے۔ انہوں نے گاؤں سے واپس آنے کے بعد کوئی ایک بھی علامت ایسی ظاہر نہ ہونے دی جو ان کے حال دل کی مظہر ہوتی۔ اس کے برعکس جیسا گواہ بنگاہ اوقات بعد میں دیکھنے میں آیا تھا۔ وہ اس وقت غیر معمولی چپکے ہوئے تھے خوب ہنس ہنس کر باتیں کرتے رہتے۔ بھر بھرتے بیہوشی ایک بار ہی کھینچنے کی درخواست کی کیڈا کو ایک دو گھنٹہ بعد ان کے پاس نہ تھے۔ سناٹے کے لئے کہا۔ اور جب آخر کار سونے کے لئے اپنے کمرے میں گئے۔ تو ان کی صحت ہر لحاظ سے مکمل تھی۔ یہ بڑا شگفتہ سے آثار لئے تھا۔ لیکن اس سے اگلی صبح کو جب میں نے ان کی حالت دیکھی تو صاف نظر آتا تھا۔ کہ وہ رات کو بے ہوش بھر کے لئے نہیں سوئے۔ کیونکہ وہ

کے نیچے سیاہ رنگ کے چٹے ٹاپیاں اور چمکا ہٹ کی رنگت لئے تھا
اس کے بعد جلد ہی بنی بھٹ اور علاقہ کے بنی بھٹ میرے اس پہلے اندازہ
کی جواد پر مذکور ہوا ہے۔ تصدیق ہو گئی۔ وہ کس طرح اس کا مال عرض
کرنا ہوں۔

قریباً دو سال کے بعد میں جو مجھ کو ہسٹریا شنگلٹن کے پاس رہتے ہوئے
گھنٹا تھا۔ اور جس کے وہاں میں ان کے ساتھ میرے تعلقات اسے ہی
گھرے اور قریبی رہ گئے تھے وہ ریڈیو فاروں کے ہوئے تھے ان میں
سے یہ بات معلوم کی تھی کہ کسی طرح کی ٹائٹ یا دکھانے کی طرف سے
نہیں۔ بلکہ باطن کے انکسار یعنی برستی کے طریق پر وہ ہمیشہ ایک پابند
محب آدمی ثابت ہوئے تھے۔ طبعاً اسے عزیز کہ جہاں کہیں معلوم ہوتا
کوئی آدمی حقیقی طور پر حاجت مند ہے۔ وہ پوشیدہ طور پر جو کچھ ممکن
ہوئے ہوئے کے طور پر پہنچا دیتے۔ اور ایسا کرتے ہوئے کبھی اپنے باطن
ہاتھ کو دہانے کے فعل سے واقف ہونے کا موقع نہ دیتے اس لیے وہ
میں کبھی کوئی آدمی ان کے در سے خالی نہ گیا اتنا ہی نہیں بلکہ ہر موقع پر خواہ
وہ شہر میں ہوں یا دیہات میں۔ یقینی طور پر اگر میں نماز پڑھتا ہوں یا کرتے
نہ کبھی مجھ کو اور نہ کسی کو ساتھ چلنے کے لئے کہتے۔ یا مجبور کرتے۔

وہ ان آدمیوں میں سے نہیں تھے۔ جو اپنے پابند و محب ہونے کی
دوسرے کو پھیل کر بے گناہ بنایا کرتے ہیں۔ البتہ خدان کی حالت میں میں نے
دیکھا کہ خواہ بارش ہو یا آندھی۔ موسم خوشگوار ہو یا طوفانی لازمی طور پر گر
جاتا۔ اور وہ بھی گاڑی پر سوار ہو کر نہیں بلکہ پیڈل۔ اس لئے اگر وہ
اپریل کے اس اتوار کو جبکہ موسم بے حد خوشگوار تھا۔ اور بظاہر کوئی عارضہ

نہی ان کو لاحسن نہیں تھا۔ اپنا ہمیشہ کی عادت کو منقطع کر کے مکان پر محض رہتا ہے۔ تو ضرور اس کی تہ میں کوئی خاص بات ہوگی۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ سب سے اس بارہ میں کسی قدر خواہی کی بھی ضرورت نہیں سمجھتی بلکہ چپ چاپ اپنی خواہی سے ملے اور کمرہ نشست میں بیٹھ کر مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ حالت دیکھی تو خاموش نندوں سے میری طرف سے دیکھتے ہوئے پوچھا: آج یہ معاملہ کیا ہے؟ اند میں نے بھی انہوں کی رہائی کے جواب دیا کہ: میں خود چاہتی ہوں کہ مستحکم نہیں کیا جا سکے؟

”بیارٹو نہیں ہیں؟ کیا سب سے میرا جواب پا کر اسکا سوال اٹھا ڈالا۔ صورت میں پوچھا۔

جس کے جواب میں میں نے بتایا کہ میں زیادہ تر تین تین گھنٹے سکتا لیکن اتنا ضرور ہے کہ رات کو اچھی طرح سو رہتی ہوں۔
کیلا کے لٹھ میں دعا کی کتاب تھی۔ اسے ایک طرف رکھتے تھے کہنے لگی۔

”اس صورت میں میں ماموں کے پاس جاتی ہوں۔ جسے اللہ کے قریب رہنا چاہیے؟

”ذخیال تو بہت اچھا ہے؟ میں نے جواب دیا: لیکن حالات مزید خراب ہوتے زیادہ بہتر ہوگا کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے؟
اس کے ٹھوڑی دیر بعد میں اپنے بچے پیش کردہ مشورہ پر غور کرنے لگی وہ نہایت ہی دل سیر کرنے سے حال سے باہر نکلا۔
گھنٹہ جی میں سوچا کہ یہ چیز کو دیکھتے اور اس سے پر اسرار بنایا جائے

کا کیا نتیجہ ہے اور گیواں ان چند بے ضرر الفاظ نے مسٹر مارشنگٹن کو اتنا پریشان کیا ہے چلتے چلتے میں اس مقام تک نکل گیا جہاں سے قصبہ والمرک آبادی نشیب میں واقع نظر آتی ہے لیکن گز میں نے بہت باغ لڑایا تاہم ان سوالات کے بارہ میں جھول کو حیران کر رہے تھے کسی فیصلہ ممکن نتیجہ پر نہ پہنچ سکا۔ اگر اس معاملہ کی تہ میں درحقیقت کوئی گہرا راز تھا۔ تو اس کے خوب کچھ منکشف ہونے کا انتظار کرنا ہی واجب معلوم ہوتا تھا۔ تاہم میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ مسٹر مارشنگٹن نے گاؤں کے ڈاک تکتے ہیں بلکہ ایڈ میرلین بوکی سرائے واقع ڈیٹ فورڈ کے پتہ پر جو تھانہ لہا نہ کیا اس کا مضمون کیا تھا۔

اتوار کی سہ پہر کو جس وقت ہم تینوں لان پر بیٹھے چائے پی رہے تھے مسٹر مارشنگٹن نے رکتے ہوئے کہا۔

”میرے خیال میں بہتر ہو تم دونوں آج رات گر جاؤ اور مجھ کو اس بات کا اندیشہ کہ میں ہم میں سے کوئی نہ جا سکا۔“

کھیلنا بہتر نہ مانا۔ غور کی ہے بلا تامل کہنے لگی۔

”تو آپ بالکل صحیح فرماتے ہیں۔ لیکن آپ کی طبیعت نا ساز ہے۔“

میں آپ کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی۔

مسٹر مارشنگٹن ہنسنے لگے گران کی ہنسی بھکی اور پُر تکلف ہنسی

”نہیں نہیں؟ وہ بولے“ میں ہر طرح اچھا ہوں بات یہ ہے

تو مجھے خاطر خواہ نیند نہ آئی۔ بدن مضطرب تھا۔ اس لئے ڈاکٹر۔

.. جملہ کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے۔ یہی بہتر معلوم ہوا کہ گھر

پر آرام کروں۔ اس کے علاوہ اس ہفتہ پارلیمنٹ میں کام کا بہتر

دور رہتے گا۔ لیکن گاؤں کے سب لوگ جانتے ہیں کہ ہم نے کبھی گرگا کا ناغہ نہیں کیا۔ اس لئے اگر میں نہیں جاسکا۔ تو تم دونوں کو ضرور جانا چاہیئے۔ ڈرامہ میرے عزیز تم بیٹی کیلک کو ساتھ لے جاؤ۔

واقعہ میں ہم دونوں میں سے کسی کی خواہش گر جا جانے کی نہیں تھی۔ لیکن چونکہ مسٹر مارشنگٹن کا حکم ماننا فرض تھا۔ اور ہم نے کسی موقع پر ان کی کسی بات کی خلاف ورزی نہ کی تھی۔ اس لئے ہم چلے گئے۔ واپس آئے تو گہری رات ہو چکی تھی۔

باب ہم مکان نہ پہنچے تو دیکھا مسٹر مارشنگٹن موجود نہیں عجیب بات یہ تھی کہ ان کے پاس سپینل گتے جن کے بغیر وہ دیہات میں ایکسٹرم نہ اٹھاتے تھے۔ اسٹبل میں بندھے ہوئے موجود تھے اس سے کس قدر قی طور پر ہمارے دلوں کو قشوریش ہونے لگی۔

پہلا سوال تو یہ تھا کہ مسٹر مارشنگٹن رات کے وقت کسی طرح کی اطلاع پھوڑ سے بغیر کہاں گئے۔ اور دوسرا یہ کہ کیوں گئے؟ اس لئے کہ جیسا میں پیشتر بیان کر چکا ہوں۔ ان کی زندگی خوش نشینی اور تنہائی میں بسر ہوتی تھی۔ اور وہ کبھی کسی سے ملنے کے لئے نہ جاتے تھے

جس طرح کوئی دوسرا بھی ان سے ملنے کے لئے نہ آتا تھا۔ بالخصوص وہ چیل قدمی کرنے گئے ہوں تو اس صورت میں کتوں کو ساتھ نہ لیجانے کی مصلحت کیا تھی۔ تو کہ سب ایک دن کی چھٹی پر گئے ہوئے تھے صرف بر تھا گھر پر تھی۔ اور وہی رات کا کھانا میز پر لگا رہی تھی۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ تو کہنے لگی۔ کہ ”آپ لوگوں کے آنے سے قریباً نصف گھنٹہ

سے آتا بیٹ اور اور کوٹ پن کر کرہ نشست سے نکلے۔ اور کھانا کھانے
 کرہ کی طرف گئے تھے؟ ہم جب اس کرہ میں گئے تو وہاں کچھ بچا
 نہ تھا۔ اس کا ایک دروازہ لان کی طرف کھلتا تھا۔ اس سے نکل کر ہم
 ان سیڑھیوں پر گئے جو لان سے نیچے ساحل بحر کی طرف جانے کے
 لئے بنی ہوئی تھیں۔ لیکن اس گھپ اندھیرے میں جو ہر طرف چھایا
 ہوا تھا مروجوں کی سرسراہٹ ہوئی آواز۔ یا شب بیدار پرندوں کی چیخوں
 کے سا کوئی چنیر سنائی نہ دیتی تھی۔ نہ کچھ نظر آتا تھا۔ کیا ایک کیلا
 نے اپنا بازو میرے بازو میں ڈال دیا۔ اور اس وقت میں نے معلوم
 کیا کہ وہ تھرقہ کا ٹپ رہی تھی۔

کہنے لگی: "ایک میرے دل کو کچھ کچھ ہوتا ہے۔
 "میں خود سے مد فکر مند ہوں؟ میں نے جواب دیا: "بڑی غلطی کی۔ ان
 تنہا چھوڑ کر گر جائے۔" اور اس ہمیں ان کے پاس ہی رہنا چاہیئے تھا؟
 "اب ہم بات کیا ہے؟ انہوں نے تو ایسی رازداری کسی موقع پر نہ کی
 تھی؟"

"اس کا جواب میں کیا دوں کیلا؟ مجھے اصل حقیقت اس سے زیادہ
 معلوم نہیں مگر ان آبی پرندوں کو جو چیختے ہوئے سنائی دیتے ہیں نگاراں
 بول اتنا کہتا ہے کہ وال میں کالافزور ہے؟
 کیا ان باتوں کا تعلق اس پیغام سے تو نہیں جو تم ناموں کے لئے لائے
 تھے؟ کل تم نے کہا تھا کہ میں ایک پیغام ان کے لئے لایا ہوں..."
 "شاید ایسا ہو"

"... شاید ایسا ہو" "جس کا بعد سا کچھ نام..."

کوئیٹ تم نے لیا تھا۔ یہ میں اس لئے پوچھتی ہوں کہ تمہارے آپنے سے پہلے تک ناموں ہر طرح بھٹے چٹے تھے۔ اس کے بعد معلوم نہیں کیا ایک ان کو کیا ہو گیا ؟

”میں نے یہ شک اس آدمی کوئیٹ کی طرف سے اُن کے لئے ایک پیغام لایا تھا میں نے جواب دیا۔ ”لیکن ... میرے خیال میں جلدی یا بدیر مجھے تم کو سارے حالات سے واقف ہی کرنا پڑے گا۔ کیونکہ میل دل یہ کہتا ہے۔“

لیکن فوراً خیال آیا کہ ممکن ہے مسٹر مارشلنگٹن کی غیر حاضری کی معقول وجوہات ہوں اس کا تو مجھ کو یقین تھا۔ کہ انہوں نے یوم گذشتہ کی سہ پہر کو کوئیٹ کے نام نگاہوں کے ڈاکخانہ سے کوئی تار بھیجا تھا۔ اس کے آٹھے سوال پیدا ہوا کہ اس تار کا مضمون کیا ہو سکتا ہے ؟ غالباً انہوں نے انوار کی شام کے لئے سینٹ مارش گرسٹ کے قریب اس آدمی کو ملنے کے لئے بلایا ہوگا۔ اور نے اس حال اسی سے ملنے گئے ہونگے لیکن ایک کے سلسلہ میں دوسرا خیال خود یہ پیدا ہوا کہ کیا یہ آدمی جیمر کوئیٹ ہر طرح قابل اعتماد ہے ؟ کیا مسٹر مارشلنگٹن کو تنہا اس کی ملاقات کے لئے مانا جا جب تھا ؟ ان خیالات کے پیدا ہوتے ہی میں اپنے اندر ایک نئی طرح کی گھبراہٹ محسوس کرنے لگا۔ تاجدہ ہے جب آدمی کو مخصوص درپیش آیا ہو تو وہ بھاگ دوڑ میں سلامتی کی راہ دیکھنے لگتا ہے۔ یہ نہیں سوچتا کہ اس کی دوڑ و ہوپ کا نتیجہ مفید ثابت ہوگا۔ یا مضر نہ ہو میرے دل میں بھی یہی خیال پیدا ہوا کہ مسٹر مارشلنگٹن کے لئے چل کر یہاں کہیں وہ ہوں۔ مگر یہاں کہیں نہیں آئے۔

معلوم ہے کہ وہ شمال۔ جنوب۔ مشرق۔ مغرب ان چار سمتوں میں سے کسی جانب گئے ہیں۔ گاؤں کا رخ کیا یا سمندر کے کناروں کا۔ جہاں ہم کس کس جگہ ان کے تلاش کر رہے ہیں؟ بہترین صورت یہی تھی کہ صبر و سکون کے ساتھ حالات کا انتظار کیا جائے۔

”کیا بات ہے تم کہتے کہتے دیکھ گئے؟“ کیلانے دفعتاً میرے خیال کی رو کو قطع کرتے ہوئے پوچھا۔

”کچھ نہیں ہوں جی ہاں بوش میں کچھ مبالغہ کے الفاظ کہہ دیئے تھے۔ میں نے اب ذرا سوئے جواب دیا۔ لیکن میری دانست میں فکر و تشویش کی کوئی بات نہیں وہ سیر کرنے گئے ہیں۔ مغرب والہاں آجائیں گے۔“ میں نے یہ تم کھاتے سے فارغ ہو لیں۔
یہ لڑنے لڑتے ہوئے تھا۔ ہوتے ہوتے دس بج گئے۔ لیکن مسٹر مارشنگٹن نہ آئے۔ آخر جب گیارہ کاٹل ہوئے لگا۔ تو یہ حالت ہمارے بے تاب دلوں کی تھی کہ ایک جگہ جم کر بیٹھا بن جانا تھا۔ کبھی میں اٹھ کر دروازہ کی طرف جانا کبھی وہ کھڑکی کے پاس کھڑی ہو کر آہٹ لینے لگتی۔ آخر جب گیارہ بج چکے تو کیلانے صبر و تحمل سے کہنے لگی۔

”جیک وہ جو کچھ تم نے پہلے کہا تھا۔ صبح معلوم ہوتا ہے ضرور۔ اس معاملہ کی بات ہوگی۔ یوں چپ بیٹھ کر صبر کرنا۔“
طاقت سے تو باہر سے میرا دماغ وحشت محسوس کرنے لگا۔
”ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا ضرور چاہیے۔“

”اگر تم رائے دہو، ہم ان کے سپینیل کہتے ان کی تلاش میں چھوڑ دیں؟“
 ”رہتے؟...؟“ وہ حیرت آمیز لہجہ میں کہنے لگی۔

”ہاں کتنا بہت سیانا عازر ہے۔ جو سو گنگہ کر ان کا پتہ لگالے گا تم ذرا بھاری اور کو...؟“ پن لو پھر چلتے ہیں؟

مسٹر مارسلنگٹن کے بالٹو کتے اصلیل میں بند سے تھے۔ ہم ان کے نکلے میں رسیاں باندھ کر پہلے کھانا کھانے کے کمرہ میں لائے۔ اس بلگر پڑا رنگہ کر وہ لان کی طرف ٹرے میرا دھرا دھر گھوم کر ایک بھانگ کی طرف پہنچے۔ ہمیں کے آگے ایک ایک گڈ ڈی فروز کو ہی مقامات کے اوپر جاتی ہوئی کسی طرف کو جاتی تھی۔

”صردوہ کماروں کی طرف گئے ہیں؟“ کیدلانے کہا یہ لیکن میرے خدا ایسی گھپ اندھیری رات میں...”

قدرت نے آدمی کو سب طاقتیں عطا کی ہیں عرصہ قلیل میں ہم دھوا اندھیرے میں دیکھنے کے عادی ہو گئے۔ اور کتے بے صبری سے ان سیڑیوں کو کھینچتے ہوئے جو ہم نے تمام رکھی تھیں ہمارے آگے آگے اس راہ پر چلے گئے۔ وہ گڈ ڈی جس میں میں ذکر کر رہا ہوں گھبراہٹ کے ادھر ہوتی ہوئی روشنی کے میٹاز کے پاس سے گزر کر علیحدہ لائنات ڈن اور ڈوور کی طرف جاتی ہے۔ بعض مقامات پر اونچی چٹانوں کے قرب میں راستہ تنگ تھا، اگر اندھیرے میں پاؤں پھسل جائے تو نیچے گر پڑے اور بکھوے ہوئے پتھروں سے ٹکرا کر ڈھیر پڑ جاتا۔ پاشن ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ یہی وہ اندھیرا تھا جو میں

رستہ پر چلتے ہوئے میرے اور کیلا کے دل کو ہری طرح سہارا تھا۔
 ”اطمینان کی بات صرف ایک ہے“ کیلانے لمبی خاموشی کے
 بعد بکا ایک کہا: ”یعنی ہوا جو ان مقامات پر اکثر تیز چلا کرتی ہے آج
 بند ہے ورنہ...“

فقہہ اس کے منہ میں نا تمام ہی رہ گیا کیونکہ کہتے جو پہلے ہی ہمیں
 اپنے ساتھ بھیجتے ہوئے لئے جا رہے تھے اب بکا ایک پورے زور
 سے اپنے ایک ایسے مقام کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں پہلو کی چٹان میں
 کچھ پتھر کھود کر طاقے سے بنا دیئے گئے تھے اور ان کے اندر پتھر
 کی بجائیں اس خیال سے رکھی ہوئی تھیں کہ اگر یہی راہرو چلتا چلتا
 ٹھک جائے تو ان میں سے کسی پر بیٹھ کر دم لے سکے۔ انہی بیچوں
 میں سے ایک کی طرف کنتوں نے جدت کی اور اس کے ساتھ ہی
 زور زور سے بھونکنے شروع کر دیا۔ اندھیرے میں ہم نے ایک
 تاریک صورت کو بیچ سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہوتے دیکھا۔ اور اس
 کے بعد معلوم ہوا کہ وہ آدمی جو کوئی بھی تھا لڑکھڑاتا ہوا ہماری
 طرف کو آنے لگا ہے۔

کہتے اب اس زور سے بھونکنے اور اچھلنے لگے تھے کہ ہمارے
 لئے ان کی رسیاں قابو رکھنا محال ہو گیا اور وہ زور لگا کر بخود بخود
 ہمارے ہاتھوں سے نکل گئے۔

اتنے میں مسٹر وارڈنگٹن کی آواز یہ کہتے سنائی دی اور میرے عزیز
 تم نے کتنی بڑی تکلیف کی“ معلوم ہوا یہ انہی کی اندھیری صورت تھی جیسے
 دیکھ کر وہاں کہتے اتنے بے تاب ہونے لگے تھے۔

اور وہی صودت اب ہماری طرف کو چلی آرہی تھی یہ بات دراصل یہ ہے کہ انہوں نے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا: کل رات چونکہ میں اچھی طرح سو نہ سکا تھا۔ اس لئے سوچا کہ آج آرام کرنے سے پہلے ذرا ہوا خوری کر لوں۔ بے خبری میں بہت دور چل آیا۔ اور چونکہ قہکان محسوس کرنے لگا تھا۔ اس لئے دم لینے کو بیٹھ گیا۔ لیکن پیرسی پٹی کھینچا اور ڈوسرہم تم بھی کیا میری وجہ سے بہت فکر مند ہو گئے تھے؟

”ماموں جان میں تو مارے فکر کے نیم جاں ہو رہی تھی، کھیلانے جواب دیا: اب خواہ کچھ ہو۔ میں آپ کا سادہ نہ چھوڑوں گی مسٹر ڈوسرہم کا سہارا لیجئے۔ ایسا نہ ہوا نہ میرے میں آپ کا پاؤں ادھر ادھر ہوتا جائے؟“

مسٹر مارشنگٹن نے ہنسی میں ایک دو باتیں کہیں۔ سہ میرے بازو کا سہارا لے کر ہمارے ساتھ ساتھ چلتے گئے۔ ہم تینوں باہر چاہے مکان کی طرف واپس جا رہے تھے۔ لیکن گتیاں کھلا شہر کسی طرح غنیمت نظر نہ آتا تھا۔ لیکن جب ہم مکان کے اندر پہنچے تو دوسری میں دیکھنے پر معلوم ہوا کہ مسٹر مارشنگٹن کے چہرہ کی رنگت اتنی پیلی تھی کہ دیکھ کر ڈر لگتا تھا۔ کمرہ میں داخل ہوتے ہی وہ فرط غماز سے ایک کرسی پر گر پڑے۔ لیکن نہ تو انہوں نے اس کے بعد اپنی ضعف جانی کا ذکر کیا۔ اور نہ سیر کے متعلق کوئی اور بات کہی۔ البتہ جب کھینچا ایک فرمان بردار بیٹی کی طرح ان کی مختلف خدمات سرانجام دے چکی۔ اور وہ مسکراتے ہوئے ان سب آسائشوں سے بہرہ اندوز ہو چکے۔ تو انجام بخیر خراب گاہ میں جانے گئے

لئے اٹھئے۔ لیکن جن وقت وہ اپنے کمرہ خواب تک پہنچے
 کے لئے میٹر بیوں پر چڑھا رہے تھے۔ نواں سافٹ مگرک ٹیک
 کر لٹا تھا۔ اور وہ تھوڑی تھوڑی دھمکے کے بعد یوں دم لینے کے
 لئے تیار بناتے کہ صاف دیکھائی دیتا تھا۔ انتہائی کمزوری تھی۔ بس
 کر رہے ہیں۔

یہاں پر زندگی کے اس پُر اسرار ڈرامے کا پہلا سیریز ختم
 ہوتا ہے۔ دوسرا بڑا اچھے دن پیش ہوا۔ اب اس کا حال سنئے۔
 سیریز مارشنگٹن گھٹن لگایا۔ ان پر یوں یا صیدٹ مارکرٹ والے
 مکان میں انہوں نے اپنی ڈرامے کو لے کر لڑا۔ یہاں میں میرے سے زور
 ڈال کر رکھا تھا۔ نہ رٹ مارکرٹ میں رہتے ہوئے۔ انہوں نے سیریز
 کے قریب ہی ایک نئی جھپٹیاں لے لیں۔ جس میں کایہ ڈرامے
 وہ ہیں۔ رٹ سے لے کر پہلی گئیں۔ چونکہ نامشتہ کا وقت۔ اور
 فریجے مقرر تھیں۔ اس لئے میں ان حلقوں کو لے کر جن کی مقدار زیادہ
 کر لیا۔ اور انہوں نے سیریز مارشنگٹن اور کیکو کی آمد سے پہلے ایک نظر
 دیکھئے۔ کہ جھپٹیاں سے لا مبروری والے کمرہ میں چلا گیا۔ اپنی رٹ مسٹر
 مارشنگٹن کے پاؤں پر رہتے ہوئے میں ان کی ڈرامے کی نوعیت
 اچھی طرح سمجھنے لگا تھا۔ اور اکثر حالتوں میں لفافہ کھولنے بغیر ہی
 خطا مضمون بھانپ لیا کرتا تھا۔ کچھ جھپٹیاں غیر رٹ کے طلبہ گاہروں
 کی کچھ فہرستیں تاجسروں کی بھیجی ہوئی چند ایسے خطوط جن
 میں نادرات کی تفصیل درج ہوتی تھی۔ ان کے حلقہ انتخاب کے
 راستے دہنروں کی بعض چھٹیاں کسی میں پچھ کی نئی ٹوٹی

نگوہ سنے کا مطالبہ کسی میں کرکٹ کھیلنے کی کلاب کے لئے چندہ کا ذکر عرض ایسے ہی مضمون کے خط ان کی روزانہ ڈاک میں آیا کرتے تھے۔ اور چونکہ جیسا مذکور ہوا ہے۔ مسٹر مارشلٹن کا حلقہ احباب محدود تھا۔ نہ وہ خود کسی سے ملے اور نہ کوئی ان سے ملنے کے لئے آتا تھا۔ اس لئے ایسی چھٹیاں بہت کم ان کے نام موصول ہوتی تھیں جنکو صحیح معنوں میں سچی قرار دیا جاسکے۔ لیکن سوئے اتفاق سے پہلا ہی خط جو میں نے اس روز ہاتھ میں لے کر کھولا۔ ان کا ذاتی لکھا مضمون اتنا مختصر تھا کہ میں غراہش کر سکتے ہوئے بھی دیکھتے دیکھتے اتنا پڑھ گیا وہ خط اب تک میرے پاس موجود ہے۔ اور میں اس کا مضمون انجسہ ذیل میں درج کرتا ہوں:-

لارڈ دارڈن ہونٹلی

ڈوور ۱۲ اپریل ۱۹۰۵ء

میرے بہت پیارے دوست مارشلٹن

آپ کو یہ جان بے حد خوشی ہوگی کہ میں پیرس سے چل کر آپ کے وطن میں آ گیا ہوں۔ اس جگہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ آپ کس حال میں زندگی بسر کرتے ہیں اور یہ بھی جانا گیا کہ آپ نے سمندر سے کتنا ایک پرفضا مقام پر کونسی لی ہوئی ہے۔ اور وہیں نے انبال ٹیڈر سے ہیں۔ چونکہ میرے دل کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ آپ پر اسے دوست سے ملکر آپ کو بھلا خوشی ہوگی۔ اس لئے میرا ارادہ کل سووار کو سہ پہر کے قریب وہیں آپ سے ملنے کے لئے آئے گا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہماری یہ ملاقات

بہت دل خوش کن ہوئی۔ اور گزرے ہوئے اوقات کا ذکر کرتے ہوئے ہم دونوں بھی خوشی حاصل کر سکیں گے۔ امید ہے آپ ہر طرح بخیر رہتے ہوں گے اور اپنے پرانے رفیق اور گہرے دوست کو ابھی تک فراموش نہ کیا ہو گا۔

میں ہوں آپ کا صادق

جوزی ڈی لائڈا

خط کی رسمی تحریر کو دیکھتے ہوئے میں نے اسے کوئی خاص اہمیت نہ دی۔ یہی سمجھا کہ اس کے لکھنے والا کوئی ایسا آدمی ہے جس سے مسٹر مارشنگٹن کی اس زمانہ کی واقفیت ہے جب وہ انگلستان سے باہر رہا کرتے تھے۔ جیسا آپ لوگ بھی جو اس داستان کو پڑھ رہے ہیں خط کے مضمون سے اندازہ کر سکتے ہوں گے۔ اس میں کوئی ایک بات بھی ایسی نہ تھی۔ جس کو دیکھ کر یہ اندیشہ میرے دل میں پیدا ہوتا کہ اس کو پڑھ کر مسٹر مارشنگٹن کے دل کو اس سے بہت زیادہ سخت صدمہ پہنچے گا جتنا جینر کو لیٹ کے دیتے ہوئے پیغام سے پہنچا تھا۔ اس لئے جب میں ڈاک سے وارنڈا ہو کر اس کمرہ میں گیا جہاں کمبلا اور مسٹر مارشنگٹن ماسٹر کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ تو اس خط کو کھلا ہوا اپنے ہاتھ میں لے گیا۔

وہ خط مسٹر مارشنگٹن کے ہاتھ میں دیتے ہوئے میں نے کہا: ”لیجئے یہ آپ کے نام کی ذاتی چیز معلوم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی خاص بات ایسی نہیں جو آج کی ڈاک میں قابل ذکر

”ہو“ مسٹر مارشلٹن نے لاپرواہی سے ہاتھ آگے نکال کر وہ
 خط اٹھاتے دیکھا۔ لیکن جو بھی ان کی نظر راقم کے نام پر پڑی
 تو پہلے کرسی پر بیٹھے بیٹھے زور سے لڑکھڑاسے پھر خط ان کے
 ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اور وہ مسمیٰ مردہ اور بے جان لاش کی مانند
 وہم سے فرمش زمین پر گر پڑے۔۔۔

باب ۴

سینئر ڈی لائنڈا

خوش قسمتی سے گھاؤں میں ایک قابل ڈاکٹر رہتا تھا۔ اسے فوراً بلایا گیا۔ اور وہ فوراً ہی اپنے نائب کو ساتھ لے کر آ پہنچا۔ قحطی کی کوشش سے مسٹر مارشنگٹن کو ہوش میں لایا گیا۔ لیکن اس کے بعد ڈاکٹر نے صلاح دی کہ آپ کو بہتر پر آرام کروانا چاہیے اور کسی بھی حالت میں آپ کسی کام کے لئے اٹھنے کی تکلیف نہ کریں۔ لیکن مارشنگٹن کا رویہ عجیب اور بعید از فہم تھا۔ وہ ڈاکٹر کے مشورہ کو خاطر میں نہ لاکر بار بار کہتے تھے کہ ممبر کے لئے دیکھنے سے پہلے لندن پہنچنا ضروری ہے۔ اور میں ضرور وہاں جاؤں گا۔ ایک اور عجیب وحیرت انگیز بات جو ہمارے دیکھنے میں آئی، یہ تھی کہ ہوش میں آنے کے بعد نہ صرف انہوں نے اس بے ہوشی کے واقعہ کو یہ سمجھتے ہوئے سرسری قرار دیا۔ کہ یہ سب اس قدر کم کا نتیجہ تھا۔ جو کل رات بہت دور جانے سے قبل ہوئی تھی۔ بلکہ یکایک اس نے اندر ایک اس طرح کی پھرتی

اور مستعدی پیدا ہو گئی۔ جو پیشتر کبھی دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ ڈاکٹر کو جس قدر جلد ممکن تھا۔ اس کی فیس دے کر رخصت کرنے کے بعد وہ ناشتہ کرنے بیٹھ گئے۔ اور اس طرح میٹ بھر کر کھایا۔ گویا کہ فی غیر معمولی واقعہ قطعاً پیش نہ آیا تھا۔ اس آدمی کی طرح جس کے ذہن کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہر وہ ناشتہ کرتے ہوئے ساتھ ہی ساتھ ہدایات جاری کر رہے تھے۔

”بیٹی کیلا“ انہوں نے کہنا شروع کیا ”تمہیں پون گھنٹہ کے اندر اندر رخصت کے لئے تیار ہو جانا چاہیے۔ اس میں ایک منٹ کی بھی دیر نہ ہو۔ ڈرہم میرے عزیز تم ابھی جا کر اس بات کا انتظام کرو۔ کہ بڑی ڈرہم۔ ساڑھے دس بجے تیار ہو کر دروازہ پر آ جائے ہیں اور کیلا اس پر سوار ہو کر جائیں گے۔ اس کے بعد جس قدر جلد ممکن ہو تم نے چھوٹی موٹر پر سوار ہو کے چلے آنا۔

میں نے آگے رکھی ہوئی پلیٹ سے نظر اٹھا کر ان سے منہ کو جبرست۔ کے ساتھ دیکھنا شروع کیا۔ لیکن انہوں نے لاپرواہی سے سر ہلایا۔ اور اپنی انگلیوں سے میز کا سرا بجاتے ہوئے کہنے لگے۔

”ہمارا جلد از جلد لندن پہنچ دانا ضروری ہے۔ اس لئے ہم دونوں پہلے جا رہے ہیں۔ تمہارے لئے ایک چھوٹا سا کام اور ہے۔ جب اس سے فارغ ہو چکو۔ تو چار بجے کے عمل پر دوپہر میں مجھ سے آنا۔

اس کے حقوقی دیر بعد وہ ناشتہ سے فارغ ہو کر اپنی بیٹہ سے اُٹھے۔ اور مجھ سے کہنے لگے ”جب ناشتہ کر لو۔ تو لاٹریری والے کمرہ میں چلے آنا“

ان کے رخصت ہوئے پر میں اور کیلا ایک دوسرے کے منہ کو تکیے

تھے۔ دو کیسوں میں ایک بات کی تاکید کرتا ہوں "میں نے آواز دبا کر کیلا سے کہنا شروع کیا: "لندن پہنچنے کے بعد جس قدر جلد ممکن ہو ڈاکٹر رینگٹن کو بلوانا۔ میں ان کی غیر معمولی پھرتی اور مستعدی کو اطمینان کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا۔ بالفرض..."

لیکن میں بات پوری نہ کر پایا تھا کہ مسٹر مارشنگٹن کی آواز سنائی دی۔ دوسرے کمرہ سے مجھ کو بلا رہے تھے۔ میں جب ان کے پاس گیا تو دیکھا وہی ڈور دروازے کی چٹھی ہاتھ میں لئے میز کے پاس کھڑے ہیں۔ انہوں نے "ب سے پہلے دروازہ کی طرف نظر ڈالی۔ مگر! معلوم کرنا چاہتے تھے کہ میں نے اس کو بند کر دیا ہے یا نہیں۔ اس کے بعد وہی آواز میں کہنے لگے "ڈرہم کیا تم نے اس خط کو مضبوط پڑھا ہے؟"

"جی ہاں ارادہ نہ رکھتے ہوئے بھی میری نظر اس پر پھر گئی۔ لیکن میں اُمید کرتا ہوں..."

"طیر کوئی بات نہیں کہنے والا میرا... ایک دوسرے ہے۔ جس سے... بے ہمت ہو گئی؟ انہوں نے اس طرح کہتے ہوئے کہا۔ گویا اپنے لفظوں کو تول تول کر کہتے ہیں۔ میں اس آدمی سینئر ڈی لاڈا سے اس زمانہ میں واقف تھا۔ جب ہم جنوبی امریکہ رٹ کر تے تھے..."

"جی ڈیٹک" میں نے دستور گردن جھکائے ہوئے کہا۔
"تم نے اس خط میں پڑھا ہو گا۔ کہ "سینیٹری لائڈا کا ارادہ آج سے"

”یہ اس جگہ میرے پاس آنے کا ہے۔“ انہوں نے تعسیر کرتے ہوئے کہا۔
 ”لیکن کچھ ایسا زبردی کام مجھ کو درپیش ہے کہ میں ٹھیک نہیں سکتا اس
 لئے چاہتا ہوں۔ تم ڈوور جا کر اس ہوٹل میں... لارڈ وارڈن جس کا نام ہے
 اس آدمی سے ملو۔ میرے اور سیلا کے رخصت ہوتے ہی چلے جانا...“
 میں نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ ان کے مزید احکام کا منتظر رہا۔
 دفعتاً خط کی میز پر رکھ کر وہ گہری فکر کی حالت میں کمرہ کے اندر ادھر
 اُدھر ٹٹٹے گئے۔

فوری دیر کے بعد وہ پھر وہیں میز کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے
 اور خط کے کناروں کو بے دعامرہ کرنے ہوئے اس طرح کی حالت میں کہ دیا
 انطاب اس کی ہر ادا سے ظاہر تھا۔ کہنے لگے ”میری طرف سے مل کر اس آدمی
 ... سینیر ڈی لائڈا سے کہنا کہ اس سے ملے۔ ہے میں... ایک بہت ضروری
 کام کی وجہ سے آج اس سے مل سکا... اس طریقے کے موقعوں پر جو
 باتیں عموماً کہی جاتی ہیں۔ وہ میرے بھانے کی نہیں۔ تم خود ان کو اچھی طرح
 جانتے ہو۔ ہر حال جس طرح ممکن ہو اس کا اطمینان کرو دینا۔ کہ آج کی
 ملاقات غیر ممکن تھی۔ اور اس کے بعد پوچھنا کہ ہفتہ آئندہ میں وہ کس
 روز میرے ساتھ مل کر میسٹا فینم کلاب میں کھانا کھا سکیں گے... میں چاہتا
 ہوں... یا نہیں بس اتنا ہی کافی ہے۔ یہ لو میرا کارڈ اور یہ سینیر ڈی لائڈا
 کی چٹائی اپنے پاس رکھو امید ہے تم میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے۔“
 اس کے کچھ عرصہ بعد جب وہ کیملا کو ساتھ لے کر بڑی موٹر پر رخصت
 ہو گئے اور میں دوسری موٹر پر بیٹھ کر ڈوور کو روانہ ہوا۔ تو تین پر اہمیت
 سوال میرے جی کو پریشان کر رہے تھے۔

۱۔ کیا وجہ تھی کہ مسٹر مارشنگٹن جی پی پر سینئر ڈی لائڈا کا نام دیکھ کر غش کر گئے؟

۲۔ عام حالات میں وہ بڑے صادقانہ پیرایہ میں گفتگو کیا کرتے ہیں لیکن آج سینئر ڈی لائڈا کے متعلق جو ابیات مجھ کو دیں وہ سراسر نمائش اور بناوٹ پر مبنی تھیں اس میں کیا بھید ہے؟

۳۔ کیا وجہ مسٹر مارشنگٹن نے سینئر ڈی لائڈا کو اپنے ایٹن سکورر والے مکان پر آنے کا موقعہ نہ دیا۔ بلکہ اسے میرکا ٹھینکھ میں بلا دیا ہے۔ جس کے وہ ممبر ہیں۔

یہ تین گہرے سوال تھے۔ جو میرے جی کو حیران کر رہے تھے۔ لیکن بعد ازاں جب میری موٹر تیز رفتار سے ڈیل اور ڈوور والی سڑک پر اثری چلی جاتی تھی میں نے ایک سوال اور بھی اپنے آپ سے پوچھا جو میری دلچسپی میں ان تینوں سے زیادہ پراہمیت تھا۔ یعنی یہ کہ کیا ایٹن سکورر والے مکان پر چیئر کو بیٹ کی آمد ڈوور میں سینئر ڈی لائڈا کے فوری ورود سے کوئی تعلق رکھتی ہے۔ اور اگر رکھتی ہے تو کیا؟

لیکن مجھے ان پر غور کرنے یا ان کے سلسلہ میں کسی نتیجہ تک پہنچنے کا موقعہ نہ ملا۔ اس لئے کہ میڈیٹر عرصہ قلیل میں ہی ڈوور چھوڑ دیا۔ چنانچہ اس مشہور بندرگاہ کے گھڑیاں گیارہ بج رہے تھے۔ کہ میں نے لارڈ وارڈن ہوٹل میں داخل ہو کر اپنا اور مسٹر مارشنگٹن کا کارڈ میجر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے سینئر ڈی لائڈا سے ملنے کی خواہش ظاہر کی مجھ کو اچھی طرح یاد ہے جب میں ہوٹل کے دفتر میں کھڑا گر جاؤ گھڑی کی آہنی آہ سنتے ہوئے سینئر ڈی لائڈا کا انتظار کر رہا تھا۔ تو دل میں یہ سوچے بغیر رہ

سکا۔ کہ وہ کس شکل و صورت کا آدمی ہو گا۔ میں نے دو تین صورتیں اپنی چشم
تخیل کے سامنے قائم کیں۔ ایک کسی قد آور سہ پانی نوجوان کی جس کی پیشانی
بلند آنکھیں رقیق۔ چہرہ فکر کے آثار لئے ہوئے۔ اور موچھیں پٹی ہوئی۔ اور
ٹپھے دار ہتھیں۔ دوسری صورت جو میں نے ذہن میں قائم کی وہ کسی نیم
سہ پانی نیم امریکن آدمی کی تھی۔ یعنی ایک۔ اس طرح کے زرد چہرہ نہ میندار
کی جس کی رنگت اس تمباکو کی طرح پہلی ہو۔ جس کی وہ کاشت کیا کرتا ہے
اور تیسری ... لیکن میرے خیالات کی رو اس حد تک نہیں جھکی کہ نہ کر سنے
مودبانہ پاس آکر اطلاع دی ”آئیے میں آپ کو سینئر ڈی لائڈ اس کے
پاس لے چلاؤ“

میں اس کے ساتھ ساتھ ہوا۔ اور اس نے تھوڑی دور جا کر ایک کمرہ
کا دروازہ کھولا اس دروازہ کے کھلنے کے ساتھ ہی میں نے اس کمرہ کی عام
حالت دیکھتے ہوئے معلوم کر لیا کہ سینئر ڈی لائڈ اس خواہ کوئی مالدار
آدمی ہو یا نہ ہو۔ زمیندار ہو یا مزارع اس میں شک نہیں۔ مذاق، سلیم
رکھتا اور اپنی ذہنی آرام دہ آسائش کے ساتھ لبرال۔ کافراہی ہے۔
جس کمرہ میں ہم داخل ہوئے اس ہوٹل کے بہترین کمروں میں سے ایک
تھا۔ ڈی لائڈ میز کے پاس بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا۔ اس نے نہ آگ کی
چیزیں نہ صرف مقدار کثیر ہیں رکھی ہوئی تھیں۔ بلکہ یہ بھی دیکھا گیا
کہ لندن اور پیرس کی منڈیوں کی اچھی سے اچھی اور نہایت گراں قیمت
چیزیں۔ ان میں شامل تھیں۔ معلوم ہوا۔ وہ میرے آنے سے ذرا ہی دیر
پہلے کھانے کے لئے بیٹھا تھا۔ تاہم مجھ کو دیکھ کر سرزد کھڑا ہو گیا اور
الراہ اخلاق مصافحہ کے لئے ہاتھ آگے نکالے میری طرف کو آیا۔

اس وقت میں نے دیکھا کہ جو صوفیوں میں نے اپنے قہقہوں میں قائم کیں۔ وہ ان میں سے کسی ایک کے مشابہ بھی نہیں تھا۔ پست قدم، بزرگ اندام، غایت درجہ صاف ستھرا اور اس مخصوص طرز کا آدمی جس کی عمر کا صحیح اندازہ کرنا ہمیشہ غیر ممکن ہوتا ہے۔ چہرہ کی تازہ نگاہی رنگت میں منطوقہ حارہ کی دھوپ کا کوئی اثر باقی تھا اور نہ سمندر کی ہواؤں کا۔ بالوں کی رنگت طلائی اور بھورے رنگوں کے مین بین تھی۔ اور اس نے اپنے فرق پر سپردھی مانگ نکالی کہ ان کو نو جوانوں کی طرح غیر معمولی اہتمام سے آراستہ کیا ہوا تھا۔ وار ہی نوکیلی جس کے بال بڑے تکلف سے تراشے ہوئے نظر آتے تھے۔ اور مہو چہیں جن پر غالباً وہ خاص قوجہ دیتا تھا۔ چمکیل اور ان کے دونوں سر کے کسی حد تک اوپر کو اٹھے ہوئے طلائی کمائی کا وہ چشمہ جو صرف ناک پر رکھا جاتا ہے۔ اور جس میں کانوں تک لے جانے کے لئے بخلی کمائیاں نہیں ہوتیں۔ اس کی صورت کو اور بھی دلکش بناتا تھا۔ قحطی قنوتی دیر سے بعد جب وہ اس چشمہ کے شفاف شیشوں کی راہ سے دیکھ کر مسکراتا تھا تو اس کے خوشنما سفید اور ہموار دانت نمایاں ہو کر اس کے چہرہ کی خوبیوں میں اور بھی اضافہ کرتے تھے۔ وہ گیا اس کا لباس تو وہ کسی نیونبی امریکہ کے باشندہ سے بہت زیادہ انگلستان کے کسی دیہاتی رئیس کی پوشش سے مشابہ تھا۔ گرے رنگ ٹوڈ کا نہایت ہینش ائبل اور بے عیب سوٹ گھے میں، پیروں میں بڑھیا قسم کے بوٹ بکٹائی غیر معمولی اہتمام سے بندھی ہوئی۔ اس کو دیکھتے ہی میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ جہاں تک اس کی شکل و شبہات یا لباس کا تعلق ہے۔ کوئی بات ایسی نہیں جو اسے غیر ملکی ثابت کرنے والی ہو سوائے

ایک کے دو وصیا گھرے فیلڈ کی ہسپانی طرز کی ہیڈ کی ایک جانب کتابوں اور اخباروں کے انبار کے پاس رکھی ہوئی اس کو ہسپانی فرنا ادا بہت کم کا واحد ذریعہ تھی۔

پھر ان کی آواز گنتی سٹیرین اور لہجہ کتنا دلچسپ تھا۔ اس وقت جب وہ مسکراتے ہوئے ہاتھ آگے نکال کر میری تقدیم کو بڑھا۔ تو سچ جانتے ہیں اس آن واحد میں اس یرموت ہو گیا۔

”مسٹر ڈھرم؟ اس نے بائیں ہاتھ میں لئے ہوئے کارڈوں میں سے ایک کی طرف دیکھ کر کہا ”مسٹر جان نیڈل ڈھرم... بڑی خوش نصیبی ہے کہ آپ کا نیا حاصل ہوا“

میں سیدھا سا وہ انگریز۔ اس غیر ملکی آدمی کی پرتکلف باتیں سن کر حیران ہونا۔ اور اپنے آپ کو اس کی موجودگی میں جتن پھینکنا سمجھنا عجیب تھا۔ اس کا ہاتھ مصافحہ کے لئے اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے میں نے اتنا ہی کہا ”معاف کیجئے میں نے آپ کو بے وقت زحمت دی میں مسٹر مارشنگٹن کا مفاد خاص ہوں اور انہی کا بھائی ہوا حاضر خدمت ہوا ہوں۔ وہ خود آپ سے ملنے کے لئے آئے لیکن ناسازی طبیعت کی وجہ سے نہیں آ سکے“

میری باتیں سن کر بیئر ڈی لائڈ اسکے چہرہ پر ہمدردی کے آثار پر ہو گئے۔ مجھے اپنے ساتھ میز کے پاس لے گیا۔ اور کرسی پیش کرنے سے کہنے لگا۔

”مجھے اپنے عزیزہ دوست مارشنگٹن کے بارہ میں آپ کی زبانی یہ حالات سن کر بہت تشویش ہوئی ہے خدا نخواستہ انہیں کوئی عارضہ

تو الحق نہیں؟ میرے خیال میں آپ نے ان کے لئے بہترین طبی مشورہ حاصل کر لے ہیں کوئی ناہی نہ کی ہوگی... لیکن ناشتہ حاضر ہے تناول کیجئے... نہیں چھانڈو کم از کم غنوطا قہوہ اور ایک سگریٹ ہی قبول کیجئے۔“

میں قہوہ اور سگریٹ سے انکار نہ کر سکا۔ جس کے بعد ڈی لائڈا نے پھر انچی جگہ پر بیٹھ کر ناشتہ کرنا شروع کر دیا۔ دیکر میں نے دیکھا کہ ہوش کا وہ نوکر جو اس کی خدمت بجالانے کو موجود تھا۔ اسے غیر معمولی احترام کی فلمروں سے دیکھتا۔ اور اس کے ہر ایک اشارہ کو سمجھتا تھا۔

رہاں تو میرے دوست مائٹنگٹن کو کیا تکلیف ہے؟ اس نے ایک دو لقمے کدائے کے بعد پوچھا: ”کیا فرماتے ہیں آپ؟...“ دل کی شکایت ہے!... اموس۔ اموس قریباً تین سال پیشتر جب ہم ایک دوسرے سے ملے تھے۔ تو اس طرح کی کوئی بیماری ان کو نہیں تھی۔ میں جن دنوں پیرس میں تھا۔ تو معلوم ہوا وہ آج کل آپ کی کیا نام... پارلیمنٹ کے ممبر ہیں۔ میرا خیال یہ کہتا ہے کہ اس میں کام کرتے ہوئے ان کو یہ شکایت پیدا ہو گئی ہے۔ دیر تک حاضر رہنے کی مجبوری۔ تازہ ہوا کا نہ ملنا، ایک ہی جگہ جم کر بیٹھنا... کیوں آپ کی کیا رائے ہے؟

”مثلاً یہی وجہ ہوگی؟ میں نے سرسری جواب دیا۔

”میرے شک یہی ہوگی خصوصاً اس طرح کی حالت میں کہ ان کی عمر کا بیشتر حصہ جنوبی امریکہ کے کھلے میدانوں میں بسر ہوا ہے۔ ڈی لائڈا نے کھانا کھاتے ہوئے گفتگو جاری رکھ کر کہا: ”آہ کتنی باتیں ہیں جو ہم

مل کر ایک دوسرے سے کریں گے۔ لیکن یہ تو فرمائیے۔ میرے دوست
 نے شادی کر لی ہے یا نہیں؟“
 ”جی نہیں“ میں نے جواب دیا۔ ”مسٹر اسٹنگٹن اب تک کنوارے ہیں۔“
 ”اوہ یہ بات ہے کیا آؤسی لائڈ نے کسی ماہر فن ایکٹر کی طرح بھڑپ
 اونچی اٹھا کر اور چہرہ پر آنارحیت پیدا کر کے کہا۔ ”بے شک نہیں کی ہو گی۔ وہ
 ایسے آؤسی نہیں جو مثالی زندگی سے دلچسپی رکھتے ہوں۔ ان کو تو خلوت اور
 تنہائی پسند ہے یا... اس کے علاوہ دولت جمع کرنے کا شوق اچھا یہ
 عنقریب ان کا نیاز اسی گلاب میں... کیا نام آپ نے لیا تھا میرے گلاب
 ... شاید وہ بازار پکا ڈلی میں واقع ہے... ہاں وہیں ان کا نیاز حاصل
 کروں گا۔ بس لندن پہنچنے کی دیر ہے۔“
 ”تو آپ کا ارادہ کب تک لندن جانے کا ہے؟ میں نے دریافت
 کیا۔“

اس نے لاپرواہی سے شافوں کو حرکت دینی پھر کہنے لگا۔ ”میں اس کے
 متعلق کچھ عرض نہیں کر سکتا شاید آج... شاید کل۔ یا کچھ دن بعد جانا
 ہو بات یہ ہے میرا ایک ٹرنک پیرس سے اس جگہ آئے ہوئے رستہ
 میں کھینچا گیا۔ اس میں چند ماہر و نا باب دہانوں کے نمونے تھے۔ جنہیں میں
 انگریز ہیران فن کو دکھانے کے لئے لایا تھا۔ بس اسی کے انتظار میں
 یہاں بیٹھا ہوں۔ نہیں کہہ سکتا وہ ٹرنک کس وقت مجھ کو مل جائے...
 اس کے بعد لندن کو“

”اور لندن پہنچ کر آپ کا ارادہ کس جگہ قیام کرنے کا ہے؟ میں
 نے پوچھا۔“

”ہوٹل سبیل میں“ اس نے بڑے تکلف سے منہ کو خم کر کے کہا۔
 ”در اصل مجھ کو لندن آئے کئی سال کا عرصہ ہو گیا۔ تو بھی اس کے بعض
 مقامات کے نام اب تک یاد ہیں۔“
 ”تو اچھا! ان رقبے میسٹر یا سٹنگلٹن پہلی فرصت میں وہاں آپ کے
 نام خط لکھیں گے یا اگر ان کی مزاح میں اصلاح ہو گئی تو خود ہی ملنے کے
 لئے آئیں گے۔“

اتنا کہہ کر میں رخصت ہونے کے خیال سے اٹھا۔
 سینئر ڈی لائنڈا نے ایک دو مرتبہ اپنے طے شدہ اسر کو حرکت دی۔
 اس کے بعد مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ مجھے اپنے دوست کے مکان کا
 پتہ یاد ہے کیا وہ ایٹن سکوائر میں نہیں رہتے؟ کبھی تو لندن پہنچ کر میں
 ہوٹل سے ان کو ٹیلیفون کر دوں گا یا خط لکھ دوں گا۔ جس کے بعد ہم کو کافی
 وقت مقرر کر کے ایک دوسرے سے مل سکیں گے۔ بہر حال میری طرف
 سے ان کو سلام عرض کرتے ہوئے کہیے گا کہ مجھے اس وقت کا بڑی
 بے تابی سے انتظار ہے جب میں ان سے ملکر وہ مافہ کر سکوں گا۔
 میرے ذہن کرتے وہ مجھے کمرہ سے باہر بلکے اس سے بھی زیادہ برآمدہ
 کے سرے تک چھوڑنے ساتھ آیا۔ اور جب میں رخصت ہونے لگا تو
 اس نے میرا ہاتھ بڑے پر محبت انداز سے دایا۔ اور مہمکراتے ہوئے
 کہا مجھے آپ سے مل کر بے حد خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اور دوبارہ آپ
 سے مل کر بہر بھی زیادہ ہوگا۔
 جس وقت میں ہوٹل سے نکل کر اپنی موٹر پر سوار ہونے لگا۔ تو دماغ ایک
 عجیب طرح کی وحشت محسوس کرتا تھا۔ جبکہ یہ کہ میں سینئر ڈی لائنڈا

کے متعلق جن قدر افادے قائم کئے، وہ ان سے بالکل ہی مختلف ثابت ہوا۔ اتنا شریف عیق اور پر اخلاص آدمی... عقل حیران تھی کہ اس کا خط پاکر مسٹر مارشملٹن کیوں اتنا گھبرائے کہ بیٹھے بیٹھے کرسی پر سے گر پڑے۔

”دکٹمنز“ میں نے موٹر پر سوار ہونے کے بعد ڈرائیور کو مخاطب کر کے کہا: ”اب تم سیدھے لندن چلو۔ لیکن رستہ میں خصوصاً دیہ کے لئے راجسٹر بکھیرانا دہیں لیج تنا دل کریں گے۔“

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ راجسٹر پہنچنے سے بہت پہلے بلکہ ڈوور کی حدود سے نکلنے سے بھی قبل کچھ عجیب تر واقعات پیش آنے والے تھے۔ ایران واقعات کی بدولت پھر ایک مرتبہ میرے خیالات کی رودادیں نہ بھولنے والی صبح کی طرف جاتی تھی۔ جب ٹیلن ڈن داروغہ نے میرے ناشتہ کے دوران میں اس آدمی کے آنے کی خبر دی تھی جس کا نام جیبر کوئیٹ معلوم ہوا تھا۔

ہماری موٹر ڈوور کے بازاروں سے گذرتی ہوئی لندن کی سڑک کا ٹرن کرنے لگی تھی کہ ایک چوراہے میں پہنچ کر پولیس کے ایک انسپکٹر نے جس سے میری جان پچان گئی۔ ہاتھ اٹھا کے موٹر کو رکنے کا اشارہ کیا۔ اور اس کے بعد پاس آ کر کھڑکی میں سر ڈال کر مجھ سے کہنے لگا۔

”مسٹر ڈن ہم معاف کیجئے آپ کو روکنے پر مجبور ہونا پڑا ہے۔ لیکن میں چرملہ آپ کے سینٹ مارگرٹ والے مکان پر فون کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ آپ سے دریافت کر لوں کیا مسٹر مارشملٹن نے الحاح رہیں ہیں؟“

”جی نہیں وہ تو آج صبح لندن چلے گئے ہیں“ میں نے جواب دیا۔
 ”فرمائیے معاملہ کیا ہے؟“

اس نے عجب طرح کی نظروں سے میری طرف دیکھا۔ گویا دل ہی
 دل میں سوچ رہا تھا۔ کہ مجھ کو درحقیقت کتنی بات کا علم نہیں۔ یا
 میں قصداً اسخانی بن رہا ہوں پھر مجھے خاموش پا کر اس نے کہا۔
 ”مسٹر ڈرہم آج صبح سینڈ مارگرٹ کے قریب جو واقعہ پیش آیا
 کیا اس کا حال آپ کو معلوم نہیں ہے؟“ ”نہیں تو... کیا بات ہے؟“
 اس نے اپنے دونوں ہاتھ کھڑکی کے اندر کی طرف لٹکائے اور
 منہ کو میرے بالکل قریب لاکر گویا چاہتا تھا کوئی دہمرا نہ سن لے کہنے
 لگا۔

”میرا خیالی تھا بات آپ کے کانوں تک پہنچ چکی ہوگی۔ لیکن خیر
 آپ پلیج لیڈن سے تودا تفت ہیں؟“

”ہاں بے شک۔ میں نے پلیج لیڈن کو اچھی طرح دیکھا ہے۔“
 ”آج صبح گھاؤں کے چند لڑکے ناشتہ کر رہے تھے کے بعد سیر کرتے
 ہوئے اس طرف کو گئے تھے۔ انہوں نے چٹانوں کے دامن میں صبح کے ساحل پر
 ایک آدمی کی لاش پڑی ہوئی دیکھی نہیں کہہ سکتے کہ کسی نے اسکو اوپر
 سے دھکا دیکر گرایا تھا یا وہ خود ہی نیچے گر پڑا۔ یہ بھی معلوم نہیں ہوگا
 وہ کون ہے۔ لیکن شکل و صورت سے کوئی جہازداراں ملاح نظر آتا ہے
 لڑکے سب کے سب شریف اور دیانتدار ہیں۔ اس لئے کسی نے اس
 کی کسی چیز کو نہ چھپڑا اور بعد ازاں جب تلاشی لی گئی تو اس کی
 جیبوں سے بہت سارے نقد برآمد ہوئے اکثر لوگ خیال ہے جب لاش پائی

گئی اس کے دس یا بارہ گھنٹے پہلے موت واقع ہوئی ہو گی؟
 وہ اتنا کہہ کر چپ ہو گیا۔ لیکن اتنے ہی سے عجب طرح کی سرسبکی مجھ
 پر طاری ہونے لگی تھی۔ ایک ہیبت ناک خیال... ایک موموم شبہ۔ اس
 بارہ میں کہ وہ آدمی کون ہے میرے دماغ میں پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ چنانچہ
 رائل ملارج... جس کے پاس بہت سارے نقد روپیہ تھا... علیحدہ لینگڈان
 کے قریب... اونچے کمرادوں کے دامن میں... افراہم خدا اس
 صورت میں یقیناً وہ...

اتنے میں ان پکٹر پولیس کی آواز میرے خیالات کو قطع کرتی سنائی
 دی وہ کہہ رہا تھا: ”کسی طرح کی چٹھیاں یا کوئی ایسی چیز جو شناخت کا ذریعہ
 ہو بلاشبہ پر نہیں پائی گئی۔ سوائے کاغذ کے ایک کچلے ہوئے ٹکڑے کے جو اسکی
 واسکٹ کی جیب سے نکلا ہے۔ اس پر مسٹر مارشنگٹن کا نام درج تھا۔
 معلوم ہوتا ہے اس کاغذ پر کچھ اور بھی لکھا ہوا تھا۔ لیکن راقی ماندہ حصہ
 کسی نے پھاڑ لیا پس میں ٹیلیفون کے ذریعہ مسٹر مارشنگٹن سے
 در یافت کیا جا رہا تھا۔ کہ وہ آکر اس آدمی کی لاش دیکھیں اور بتائیں
 کیا وہ اس سے واقف ہیں؟“

”لیکن لاشیں کہاں رکھی ہے؟ میں نے اپنی بدحواسی پر قابو پا کر کہا۔
 ”اس جگہ مردہ خانہ میں“ افسر پولیس نے جواب دیا۔ ”کیا یہ بہتر نہ ہو گا۔
 اگر آپ ہی چل کر دیکھ لیں۔ ہمارے پاس اس پر زہ کاغذ کے سیمہ اور کوئی
 چیز ایسی نہیں جس کو نہائے سراغ بنایا جاسکے۔ گذشتہ دو گھنٹوں کے
 اندر ہم نے اس جگہ بھی اس کے متعلق بہت سی تحقیقات کی ہے
 لیکن اس سے زیادہ کوئی بات معلوم نہیں ہوئی کہ کل شام کو جب زندہ

سے ایک ٹرین آئی تو بعض شخصوں نے اس کو بار برسٹیشن سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تھا... لیکن زحمت نہ ہو تو میرے ساتھ چلیے...“

میں موٹر سے اتر کر اس کے ساتھ ساتھ ہو گیا۔ رستہ میں وہ اس قسم کی باتیں کرتا رہا کہ وہ پگڈنڈی جو چٹانوں کے اوپر سے ہوتی ہوئی فورلینڈ کے روستہ کے مینا کے پاس ہو کر جاتی ہے بے حد خطرناک ہے۔ اور مقامی افسروں کو اس سے زیادہ محفوظ بنانے کی فکر کرنی چاہیے۔ لیکن میرے مکان اس کی ان باتوں کو نہ سنتے۔ قہر میرے خیالات کی روائتی دور پہنچی ہوئی تھی کہ مجھے رستہ کا حال بالکل ہی معلوم نہیں۔ خدا جانے وہ کس کس طرف ہو کر مجھے کس جگہ لے گیا۔ بس اتنا یاد ہے کہ انجام کار ایک ٹھوس اور بھیاں تک عمارت کے پاس پہنچ کر اس نے دروازہ کھولا۔ اور ہم اس میں داخل ہوئے۔

اس کے چند منٹ بعد جب میں نے لاش کے پاس جا کر دیکھا کہ ہر طرح کے شکوک آن والے میں زائل ہو گئے۔ کیونکہ وہ بد نصیب جینر کو دیٹ ہی کی لاش تھی۔ جو اس جگہ پڑی ہوئی نظر آئی!

باب ۵

براور زہیدی

اس جگہ مردہ نانہ کے اندر کچھ اور لوگ بھی موجود تھے۔ چند اہلکاران پولیس
جو اس وقت جب میں کھڑا لاشیں کی طرف دیکھ رہا تھا، تو میری ہر ایک
حرکت اور میہ سے چہرہ کے آثار کی ہر ایک تبدیلی کا بخور معائنہ کر رہے
تھے۔ تھوڑی سی دیر تک میں لاش کے پاس کھڑا غور میں نظروں سے اسکی
طرف دیکھتا رہا۔ نظراٹھالنے کا حوصلہ اس لئے بھی نہ ہوتا تھا کہ جب یہ
لوگ مجھ سے کسی طرح کے سوالات پوچھیں گے، تو کیا جواب دوں گا
میرے اس فکر و تامل کی بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ جیڑ کوئیٹ کے سلسلہ میں مجھ
کو سب سے زیادہ تشویش مسٹر مارشنگٹن کے بارہ میں لگی ہوئی تھی۔ اس غم
قیل میں کہ میں لاش کے پاس کھڑا تھا، لا تعداد خیالات اور بے انتہا سوالات
میرے دماغ میں پیدا ہوئے فکر و تشویش مبہم اندیشوں اور غیر واضح خطروں
سے بھرے ہوئے خیالات جن کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنا آسان نہ تھا
میرے لئے ناممکن تھا مگر ان انتہا میں اپنے دل میں اچھی طرح محسوس کرتا تھا کہ

لوگ کسی طرف کے سوالات مجھ سے پوچھنے کو مجھ کو ہر ایک بات کا صحیح اور صواب دینے پر مجبور ہونا پڑے گا۔

آخر بڑی دیر کے بعد اسی افسر پولیس نے جس نے سر بازار ہماری نوٹر روکی تھی میرے بازو کو چھو کر پوچھا: ”کیوں مسٹر ڈیم کیا آپ اس آدمی کو پہچانتے ہیں؟“

میں نے لاش سے دوسری طرف کو منہ پھیرتے ہوئے جواب دیا: ”جی ہاں میں اس کو جانتا ہوں۔“

وہ دروازے کی طرف بڑھا اور مجھ کو بھی اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا آخر کار جب ہم دونوں مردہ خانہ کی اندھیری اور بھیانک فضا سے نکل کر کھلی ہوا میں باہر آ گئے۔ تو اس نے پھر ایک بار اپنے سوال کو بدلی ہوئی صورت میں دہرایا: ”آپ اس آدمی سے واقف ہیں؟“

”میں نے صرف ایک بار اس کی صورت دیکھی ہے“ میں نے اس کے جواب دیا۔

تھوڑی دیر ہم چپ چاپ درختوں کے سایہ میں ٹہلے رہے وہ اپنے خیالات میں غرق تھا۔ اور میں اپنے دل میں یہ سوچ کر حیران ہوتا تھا کہ مجھے کس قدر حالات بیان کرنے چاہئیں۔ اور کس قدر نہیں آخر کچھ عرصہ کے بعد میں نے جی کر اکر کے کہا۔

”میرے خیال میں جس قدر حالات مجھے اس آدمی کے بارہ میں معلوم ہیں۔ وہ مجھے آپ سے بیان کر دینے چاہئیں۔“

”مسٹر ڈیم یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ لاش پر کارڈز کی تشہیدات ضرور ہونگی۔“ جس نے غور سے ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھ کر کہنا شروع کیا

اور چونکہ کاغذ کا وہ ایک پرزہ جو لاش پر پایا گیا اس میں صرف مسٹر مارشٹن کا نام درج ہے اس لئے لازمی طور پر ان کو بطور گواہ طلب کرنا پڑے گا۔ اب آپ کو اختیار ہے۔ اگر کچھ حالات بیان کرنا چاہتے ہوں تو کر دیجئے۔

”سب سے پہلے میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کاغذ کا ٹکڑا جس کا آپ ذکر کر رہے ہیں۔ کہاں ہے؟ میں نے پوچھا۔
اس نے ایک طرف کو ٹھکرا کر اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
اگر آپ دفتر تک آئے گی ٹیکسٹ کو راکر بی تو میں وہ بتا دیتا ہوں۔
بولکسٹس کی جیبوں میں ہی تھیں آپ کو دکھاساتا ہوں۔“

اس جگہ پہنچ کر اس نے ایک الماری کھولی اور وہ چیزیں نکالیں۔
بنا سبب پھر کو میٹ کے پاس پائی گئی تھیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔
ان میں ان کی تفصیل بکسٹ درج کرتا ہوں۔

ٹین کی بنی ہوئی مٹیا کو رکھنے کی ڈبیہ۔ مٹی کے بنے ہوئے پائپ کے
چند ٹکڑے جو شاید اس کے گرنے سے ٹوٹ گیا ہو گا۔ دیاسلائی کی ایک
ڈبیہ۔ ایک نہایت مضبوط لیکن کافی مستعمل بڑا پاؤ اور ایک سانچہ
بڑے کے اندر گیارہ مہریں اور کچھ چاندی کی ریزنگاری۔ معلوم ہوا اسی سبب
کے ایک خانے میں وہ کاغذ کا ٹکڑا بھی ملا تھا۔ جو اب اس نے دریدہ صورت
میں مجھ کو دکھایا۔

ان سب چیزوں کا جائزہ لینے کے بعد میں نے کہا: ”اچھا اب بسنے
میں آؤں گا۔ صرف ایک بار دیکھا ہے اور میں جانتا ہوں کہ جیر کوڈیٹ
اس کا نام تھا۔ پچھلے سٹین کی صبح کو وہ زمین ٹھکرتا ہوا مارشٹن کے

مکان پر آیا تھا۔ اور ان سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ گھر پر موجود تھے۔ اس کے بعد میرا خیال ہے کہ اس آدمی کے نام تار بھیج کر اس کو بلوایا تھا۔ اس سے زیادہ میں اندازہ کی بنا پر کہتا ہوں۔ کہ کل رات مسٹر مارشنگٹن اس سے ملنے کے لئے کسی مقام پر گئے تھے۔ لیکن خیال ہے دونوں کی ملاقات نہ ہو سکی۔ بس یہی میری معلومات ہیں۔ اور ان سے زیادہ میں اتنا ہی بیان کر سکتا ہوں کہ جب میں نے ہفتے کی صبح کو پہلی بار اس آدمی کو دیکھا تو سونے کے مسکوں اور نوٹوں کی صورت میں بہت سا نقد اس کے پاس موجود تھا۔

جو کچھ میں کہتا جا رہا تھا۔ انسپکٹر پولیس اس کو باوجود ثبوت کے طور پر اپنی نوٹ بک میں لکھنا چلا جاتا تھا۔ جب اپنا بیان ختم کرنے پر مجھے اس کا قلم بھی رکتا معلوم ہوا۔ تو ناگہاں ایک بات اور یاد آگئی۔ اور میں نے کہا۔

”دیکھئے اس آدمی ہمیز کو میٹ نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ میں ڈیٹ فوڈ کی سرائے ایڈمیرل بن بو میں ٹھیرا ہوں اور جب یہ سنے اس کا ذکر مسٹر مارشنگٹن سے کیا تو انہوں نے بیان کیا تھا کہ یہ آدمی میرا ایک پرانا وظیفہ خوار ہے بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا۔“

”میرے خیال میں یہ جو کچھ آپ نے بیان کیا ہے وہ بھی کچھ ناکافی نہیں انسپکٹر نے اپنی نوٹ بک بند کرتے ہوئے کہا اور اب یاد نہ کیجئے کہ جس وقت آپ مسٹر مارشنگٹن سے ملیں۔ تو ان سے کہہ دیجئے ہم آج رات ان سے بات چیت کریں گے۔ ان کو بطور گواہ کا دفتر کی عدالت میں پیش ہونا۔ بڑے محمد۔ اس اثنا میں ہمارا ایک آدمی ڈیٹ فوڈ کی ایڈمیرل بن بو

سراٹے میں جا کر وہاں سے جس قدر حالات ممکن ہو ورنہ یا ذلت کرنے کی کوشش کرے گا۔

کیسی خوشگوار صبح تھی اور کیسا سہانا سماں لیکن اس سانچے بے ہنگام لے ساری دھچپیوں کا خرو کہہ کر دیا جوں توں کر کے ہم راجپوت پیچ کر بنام کی سراٹے کے دروازہ پر ٹھہرے اور وہیں وہ پہر کا کھانا زہر مار گیا۔ لیکن جب اس کے بعد وہاں سے موٹر چلائی تو خیال آیا کہ ہماری سڑک چونکہ ڈیٹ فورڈ کے پاس سے ہو کر گزرتی ہے اس لئے کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ ایڈ میرل بن بودالی سراٹے میں ٹھہر کر ہوٹل والوں کو جو اس سانچے سے غالباً لاعلم ہوں گے۔ کو ڈیٹ کی موت سے واقف کر دیا جائے۔ بات نہایت معقول تھی۔ اس لئے میں نے دکنز کو موٹر کی رفتار تیز کرنے کے لئے حکم دیا۔ تاکہ ان اطراف سے گزرتے ہوئے میں رستے کے حالات اور این نواحی اثرات سے واقفیت حاصل کر سکوں۔ جن میں کو ڈیٹ کے آخری ایام بسر ہوئے تھے۔

ایڈ میرل بین ہو کی سراٹے قصبہ ڈیٹ فورڈ کے قدیم ترین حصہ میں واقع تھی اور گرد و نواح کے حالات دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جس زمانہ میں ملکہ الزبتھ انگلستان کے نامور جہازوں کی سیاح بننے لگی تھیں اس کے ہمراہ اس علاقہ میں سیر و سیاحت کرتی ہوئی اس جگہ آئی تھی۔ اس زمانہ کی بنی ہوئی عمارتیں اب تک جوں کو توں قائم ہیں زیادہ صاف لفظوں میں نہ صرف اس سراٹے بلکہ گرد و نواح کے سارے مقامات پر قدامت کی قضا چھائی ہوئی تھی۔ جس نامور امیرانہ بین جو کے نام پر یہ سراٹے موسوم تھی۔ اس کا ایک چوبی مجسمہ

جس پر نیارنگ وروغن پھرا ہوا نظر آتا تھا دروازہ کے باہر استنادہ تھا۔ اور اس کا نام بڑے بڑے حروف میں اس کے اوپر لکھا ہوا تھا۔ لیکن جس چیز نے مجھ کو سب سے زیادہ متعجب کیا۔ وہ ایک اور نام تھا۔ جو اس نام سے کسی قدر نیچے زیادہ متعجب کیا۔ وہ ایک اور نام تھا۔ جو اس نام سے کسی قدر نیچے زیادہ چھوٹے حروف میں منقوش تھا۔ اور وہ نام تھا۔

”بیدی کو لیٹ“

میرے لئے چیز کو لیٹ کا نام ہی اتنا عجیب تھا کہ خیال کرتا تھا اس نام کا کوئی دوسرا آدمی انگلستان تو کیا۔ شاید دنیا کے کسی حصہ میں بھی ہوگا۔ لیکن اس نام کو دیکھ کر مجھے اپنے پہلے اندازہ کی تردید ہوتی معلوم ہوئی۔ ”بیدی کو لیٹ“ یقیناً اسی چیز کو لیٹ کا کوئی رشتہ دار ہوگا لیکن اس کے آگے سوال پیدا ہوا کہ ان کا باہمی رشتہ کیا ہو سکتا ہے یہ آدمی ”بیدی“ اس کا باپ ہے..... یا بیٹا..... یا کچھ اور۔ لیکن وہ خواہ کوئی ہو۔ چونکہ اس خاندان کا نام بیوا تھا۔ اس لئے یہ بات ضروری معلوم ہوئی کہ جو سانحہ خلیج لیٹنگٹن کے ساحل پر پیش آیا تھا اس کی اطلاع اس آدمی کو کر دیا گئی۔

میں نے جب سرانے کا دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا۔ تو معلوم ہوا کہ فرمیں پر چٹائی یا قالین کی بگڑہ ریت کی بھی ہوئی ہے۔ جگہ اندھیری تھی لیکن گو میں کوئی چیز دیکھ نہ سکا۔ تاہم نرم شراب اور تیز مٹا کو کی بو مجھے اپنا دماغ چیر کر گذرتی معلوم ہوئی سامنے ایک نشیب چھت کا کمرہ دکھائی دیا۔ اور میں سیدھا اس کی طرف ہو دیا۔ سیاہ رنگ کی شاہ بلوط کی کرسیاں چھت کی قدامت کا بہین ثبوت تھیں۔ اور آستان کے اوپر اسی جالی بن

ہوئی ایک دستی تصویر لایاں تھیں۔ جس کے نام پ۔ اس سرور نے سب نام رکھا تھا۔ بار کی پشت پر کرہ کے دور افتادہ گوشے میں مجھ کو ایک آدمی بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ جس سے واقف ہونے کے بغیر ہی میں اس مشابہت کی بنا پر جو انتہا درجہ واضح تھی۔ یہ معلوم کرنے کے قابل ہو گیا۔ مگر نہ بیداری کو ویلٹ اسی کا نام ہو گا۔ اس میں اور چیزیں اگر کوئی اختلاف پایا جاتا تھا تو یہ کہ جینر کی رنگت آہنوسی تھی۔ اور اس کی سفید۔ علاوہ بریں اس کے کانوں میں وہ تھوٹی بالیاں بھی نہیں تھیں۔ جو ملاحوں سے مخصوص سمجھی گئی ہیں۔ البتہ اس کے بالوں کی تھوڑی سی انگلی میں چمکدار رنگینہ کی ایک انگوٹھی تھی۔ جس کی نسبت سرسری اندازہ سے معلوم ہوا۔ کہ ہیرے کی بنی ہے۔ اس نے اخبار ”مارنگ ایڈورٹائز“ کا ایک پرچہ دیکھ کر لاکھ میں لے رکھا تھا۔ اور اس کے منہ میں مہنا سا سنا ہوا تھا۔

مجھ کو دند آتا دیکھ کر اس نے استنبہا می انفرادی سے دیکھتے ہوئے اخبار لاکھ سے لکھ دیا۔ پیر میٹر پر بھی ہوئی بوتلوں پر نظر ڈالی کر مجھ کو سدھام کیا میں تھوڑی دیر کے لئے کوئی بات اس سے نہ کہہ سکا۔ کیونکہ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کہ آغاز گفتگو کس پیرایہ میں کیا جائے اس اشنا میں ایسے لئے اپنے متوفی رشتہ دار کی مانند مجھ کو سر سے پاؤں تک دیکھ کر یوری طرح جائزہ لے لیا۔

”مسٹر کو ویلٹ۔ آپ ہی کا نام ہے؟“ آخر کار میں نے کہا ”مسٹر زبیر“ کو ویلٹ؟

”جی میرا ہی نام ہے... فرمائیے گا اس نے جواب دیا۔“
 ”غالباً آپ جینر کو ویلٹ کے بھائی زبیر ہیں؟“ اس کے آگے پوچھا

”صاحب آپ نے بالکل صحیح اندازہ قائم کیا ہے؛ اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: ”جے شک میں وہی ہوں لیکن...“
 اس نے فقرے کو ناقص ہی چھوڑ کر متعجبانہ میرے منہ کو کھٹنا شروع کیا۔ اور اس وقت میں یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ میری حالت کتنی ناخوشگوار ہے اور وہ کونسا طریقہ ہے جس سے میں وہ بات جو کہنے کے لئے آیا تھا۔ اس کے کانوں تک پہنچا سکتا ہوں۔

آخر کار میں نے جی کر ڈاکر کے کہنا شروع کیا: ”آپ کا بھائی جینز کو لیٹ کل اسی جگہ سے چلکر ڈور گیا تھا؟ میں نے آج صبح اس کو...“
 دیکھا ہے۔ لیکن مسٹر کو لیٹ کیا آپ کو اس کے بارے میں ڈور سے کوئی اطلاع نہیں پہنچی؟

دھچپ چاپ تھری توجہ سے میری باتوں کو سننا رہا۔ اور میں نے دیکھا کہ پہلے اس کی نگاہ میں تعجب کی جھلک پیدا ہوئی۔ لیکن فوراً ہی اس نے ایسی رنگت اختیار کر لی کہ معلوم ہوتا تھا۔ کوئی بات جو پہلے اس کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔ اب بالکل صاف ہونے لگی ہے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس نے ایک اندر دی کی کمرے کا دروازہ کھولا۔ اور اپنا سر اس میں داخل کر کے آواز دی۔

”میرے... تم ایسا اس جگہ بار میں آکر کھڑی ہو جاؤ تاکہ میں...“
 ایک پچی ہوئی عورت کی جوان عورت باہر نکلی۔ اور میری طرف سوال کی نظروں سے دیکھنے کے بعد مسکراتے ہوئے سر کو حرکت دی کو لیٹ نے کونٹر میں بنا ہوا ایک چھوٹا سا دروازہ کھولا۔ اور مجھ کو اس کی راہ سے اگے بڑھنے کی دعوت دی لہذا میں اگے اسی کمرے میں گیا۔ جس سے میرا باہر نکلی

تھی۔ اور میں نے دیکھا۔ اس میں آرام دہ سائیش کا ایسا سامان جو آسٹوہ گھروں میں پایا جاتا ہے۔ موجود تھا لیکن نے الحال اس کمرہ کے اندر ایک بزرگ کے کاکا کاٹا ٹوٹے کے سوا جو پتلی کی چکیلی تپکیوں کے پتھرے میں سے بٹھایا تھا۔ اور کوئی متنفس ہم دونوں کے سوا نہیں تھا۔ زبیری نے پہلے دروازہ بند کیا۔ پھر اپنے ہاتھ جیبوں میں ڈال کر سہنے لگا۔

”اچھا اب فرمائیے... میرا اندازہ اگر بالکل غلط نہیں تو دور میں کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہے کیا وہ بھائی جیمز کے متعلق تو نہیں ہے؟“
 ”ہاں“ میں نے رکتے ہوئے جواب دیا۔ ”بے تو اسی کے متعلق“
 قریباً ایک منٹ وہ مستقل نظروں میرے منہ کو ٹکاتا رہا۔ پھر چھوٹتے ہی بولا۔

”وہ زندہ ہے یا مر گیا؟“

”مر گیا۔“ افسوس میں نے جواب دیا۔

اس نے ایک ہی گہری آہ کھینچی پھر ایک کرسی اپنی طرف کھینچ کر دونوں ہاتھ پرستیر جیبوں میں ڈالے ہوئے اس پر بیٹھ گیا۔
 عقوڑی دیر بے مدعا نظروں سے آتش ان کی سمت میں ٹکاتا رہا۔
 ”مجھ کو پہلے ہی اس بات کا اندیشہ تھا۔ آخر کار اس نے کہا۔ جب آپ نے بھائی جیمز کا ذکر شروع کیا ہے۔ تبھی میرا ہاتھ ٹھنکا تھا۔ لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں آپ کی تعریف...؟“
 ”وہ لہذا تم نے مسٹر ریشٹنگٹن کا نام سنا ہوگا؟ میں نے اس سے کہا۔

”جی ہاں سنا ہے“ اس نے جواب دیا۔ ”اور اب مجھ کو خیال آتا ہے کہ

یہ ایک اور ہی وجہ ہے۔ عین سے بھائی جینر کی ہفتہ کی صبح کو اٹیں سکومر
 سے سبھی نے ہر ملاقات ہوئی تھی کیا سمجھ ہے؟
 اس کے بعد معاملہ بالکل صاف ہو گیا۔ اور کسی نازدار کی حاجت باقی
 نہ رہی۔ پس میں نے اس کے بھائی کے متعلق سارے حالات اس وقت سے
 لے کر جب وہ ہفتے کی صبح کو مجھ سے ملا تھا۔ ڈوور کے مردہ خانہ میں اس کی
 لاشیں دیکھنے کے وقت تک اس سے بیان کر دیتے وہ ہر ایک بات کو
 بڑی خاموشی کے ساتھ سناتا رہا۔ بیچ میں صرف گاہ بگاہ اپنے سر کو حدوت
 اٹھاتا اور سنے لیتا تھا۔ یہ خبر جب میں نے اپنا بیان ختم کیا تو وہ مسکرایا
 لیکن اس کا قسم میرے معنی اور عجیب تھا۔
 کہنے لگا: کیا فی جینر کو شروع سے ہی اس بات کا اندیشہ تھا۔ صاف
 ہے۔ یہی پروردگار نے اس کو دیا میں نے شہداء لوگ ایسے موجود ہیں۔
 جن کی زندگی کے حالات نہ اگرچہ پوشیدہ ہیں تو بہتر درجہ اس پر دے گا
 کوئی کرنا اٹھا یا نہ دے گا۔ پسند نہیں کرتے۔ ہفتے کو جس دن میرا بھائی
 آپسٹ آکر آیا۔ اس سے پہلے وہ کہہ رہا تھا کہ میری سنجیدگی کے آثار تھے
 اسی کو بھی پرہیزگار میں برائی احوال آپ پہنچے ہیں۔ اس نے بڑی متانت سے
 ساتھ مجھ سے کہنا شروع کیا: "بہیدی میرے عزیز۔ میں اپنے دل میں اچھی
 طرح محسوس کرتا ہوں کہ خدایک کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آنے والا ہے
 اس لئے میں اپنی ذہنیت لکھ کر بچھوڑا جا چاہتا ہوں میرے اعتراض پر کہنے
 لگا کہ میں قانون کی کافی واقفیت رکھتا ہوں۔ اور مجھے اس مطالب کے لئے
 کسی کیل کے پاس جانے کی حاجت نہیں۔ چنانچہ اسی وقت اس نے قلم و دا
 لے کر اپنی وصیت لکھی۔ دو دو خزانہ داروں نے جو اکثر اس مرا لے ہیں۔

آتے رہتے اور اتفاق سے اس موقع پر بھی مویہ دتے۔ بطور گواہ تھے ہیں
پر دستخط کر دیئے۔ تحریر بالکل مختصر اور محدود تھی۔ یعنی اس نے لکھا کہ
میرے مرنے کے بعد میری ہر ایک چیز کا مالک میرا بھائی زبیدی کو دیٹ ہوگا
اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسے اپنی جان کا خطرہ پہلے ہی سے لگا ہوا تھا
..... تاہم میسرے میں وہ دستاویز آپ کو دکھانا ہوں۔“

وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور پہلی مرتبہ اپنے ہاتھ جیبوں
سے نکالے میں نے دیکھا اس کے دائیں ہاتھ میں کچھ جیبوں کا ایک ٹکڑا تھا۔ ایک
پرانی طرز کے بنے ہوئے چمڑے کے ٹرنک کی طرف اشارہ کرتے ایک
کوٹے میں رکھا ہوا تھا۔ اس نے کہا،

”یہ بھائی جینر کا صندوق ہے اور جب وہ جمعہ کی شام کو میرے پاس
آیا۔ تو ایک یہ صندوق اور ٹکڑے کا پتھر لیس ہی۔ دو چیزیں اس کے پاس تھیں
”تو کیا وہ سبے پہلے اس کا ہتھارے ہی پاس رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔

”بائیس سال کے لیے عرصہ کے بعد زبیدی کوٹے۔ پتھر اسی میں بیٹا
کڑا شروع کیا۔“ میں نے پہلی مرتبہ بارود کی بات کہہ جینر نے رت دیکھی تھی سمجھیں
کی سدر کا ۵ میں اتر کر وہ سیدھا اس جگہ میرے پاس آکا۔ لیکن میسرے میں آپ کو
اسکی وصیت دکھانا چاہتا ہوں۔“

۳۱۔ ایک کچی رکھ کر بھائی کا قلعہ کھولا۔ اور جسے دھماکا اٹھایا۔ تو میں نے دیکھا
اجیاد کے ساتھ تینے بڑے کپڑوں کے ڈھیر چڑھی آئندہ۔ کچھ جیبوں میں سے
پہنے ہوئے کوس۔ رت پر دیکھی تھی۔ جب میرے ایک جیسا سوئی پھینکے اس کا ہاتھ کروڑوں
بائی جی جگہ کو دکھائی دیا۔ دہری پلٹ گیا۔ اسی طرح فیتے سے۔ تھوڑی جیبوں کے اوپر
نی اور اس کے پہلو میں فلسک پ کا غذا کا ایک تہ کیا ہوا تختہ۔ اس کی اچھی سے باتے ہوئے

زبیدی کو لیٹ نے کہا
 ”یہ ہے بھائی کی لکھی ہوئی وصیت۔ آپ اس کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں اور
 اس پالٹ بک کے اندر سارے تین سو پونڈ کے نوٹ اور چالیس جہری رکھی ہیں۔
 یہ سب چیزیں امدان کے علاوہ جو کچھ اس صندوق میں بند ہے۔ جو میں اتناک
 اس بات سے واقف نہیں کہ اس میں کیا کیا چیزیں رکھی ہیں یہ سارا سامان
 جینر نے اس وصیت کے مطابق زندگی میں میرے نام کر دیا تھا۔ لیجئے اس کو
 پڑھ کر دیکھئے۔“

میں نے وہی یہ کیا ہوا کاغذ میرے ہاتھ میں دیدیا۔ میں نے اس کو پڑھا
 تو مضمون کم و بیش وہی تھا۔ جو اس نے بیان کیا تھا۔ اس کو داپس لے کر اس
 نے پھر اسی صندوق میں بند کر دیا۔

دوبارہ انہی جگہ پر بیٹھ کر مبدیا اس کی عادت تھی۔ دونو ہاتھ جیبوں میں
 ڈال لینے کے بعد کہنے لگا: ”قدرتی طور پر اب مجھ کو دو درجہ پاؤں سے گھا، مگر آپ
 نے بھائی کی لاش دیکھی ہے کہیں آپ کی کیا رائے ہے؟ کوئی حادثہ اس کو
 پیش آیا۔ یا کسی نے قتل اس کو ہلاک کیا ہوگا؟“

سنو صاحب میں واقعات کا چشم دید گواہ تو نہیں ہوں۔ میں نے جواب
 ”مگر میں اتنا جانتا ہوں کہ رات اندھیری تھی۔ اور وہ رستہ تنہا پر تھا
 بھائی چل کر گیا تنگ اور خطرناک میں نے اس ٹپ ڈنڈی کو دیکھا ہے اس
 کے کئی ایک حصے بچہ خطرناک اور غیر محفوظ ہیں۔ اس لئے عین ممکن
 ہے۔۔۔“

”خیر کوئی بات نہیں“ اس نے سر ہلاتے ہوئے فیصلہ کن لہجہ میں کہا
 میں جب تک موقعہ کو نہ دیکھ لوں۔ کوئی رائے قائم نہیں کر سکتا۔ لیکن اتنا

بہر حال صحیح ہے کہ بھائی جینز آپ کے آقا مسٹر مارشلنگٹن سے ملنے وہاں گیا تھا۔ یہ مجھ کو اس لئے معلوم ہے کہ اس وقت سے لے کر جب سب تقیہ پٹن کے گھاٹ پر اترتے کے بعد وہ اپنا چرمی صندوق اور کا کاٹوالے کرجمہ کی شام کو میرے پاس آیا۔ اس ایک مضمون کے سوا کہ میں مسٹر مارشلنگٹن سے ملنا چاہتا ہوں وہ کوئی دوسری بات ذکر نہ کرتا تھا۔ اسے تب تک چین نہ آیا۔ ختم کہ میں نے لندن کی ایک ڈائرکٹری کہیں سے مانگ کر اس کو دی اور اس نے دیکھا کہ مسٹر مارشلنگٹن کس جگہ رہتے ہیں۔ پھر اس کے بعد ہفتے کے روز دو دن پھر کہا سب سچ بنا ہوا ہر لحظہ کسی واقعہ کے پیش آنے کا منتظر تھا جسے کہ شام کے وقت آیاتہ ناراس کے نام موصول ہوا جو دور کے قریب کسی مقام سے بھیجا گیا تھا۔ وہ ناراس نے مجھ کو بھی دکھایا۔ اور اس وقت کے بعد اس کے جی کو اتنا قرار آ گیا۔ کہ اس نے پائپ بھی سلگایا۔ اور تھوڑی شراب بھی پی بعد ازاں جب وہ اس جگہ سے چلنے لگا۔ تو وہ دمیت جو اس نے پیشتر لکھی تھی اور یہ روپیہ جو اس کے پاس تھا۔ یہ سب کچھ اپنے لاکھ سے اس صندوق کے اندر رکھا۔ اور اپنی میرے حوالہ کر دی۔ گو منہ سے کچھ نہیں کہا۔ لیکن اندازہ سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ کسی غیر معمولی واقعہ کے پیش آئیکے متعلق پہلے سے فکر مند تھا۔ اور دیکھ لیجئے اس کا خیال غلط نہیں لگتا۔“

میں نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ مگر دل ہی دل میں واقعات کی انجمنی ہوئی رفتار کو دیکھ کر بہت افسوس کرتا تھا۔ خدا کو بہتر معلوم تھا۔ کہ اس سلسلہ میں کیا کیا نئی باتیں رونما ہونیوالی تھیں۔

اتنے میں زبیدی کو ملیٹ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک لپٹی ہوئی بوتل الماری سے نکالی۔ شراب کا ایک گلاس پُر کیا۔ اور اسے سامنے رکھ کر

نیا سرگارسدنگا لبار مجھ سے بھی اس نے کچھ پینے کی درخواست کی تھی۔ لیکن میں تو اس وقت فون دل پی رہا تھا۔ میں نے سر کے اشارہ سے نہ کر دیا۔
 ”اچھا سنئے،“ اس نے جھگھوٹ شراب کے پینے کے بعد سرگارسدنگا کش لگاتے جوت کھنا شروع کیا۔ ”جیسا میں پیشتر عرض کر چکا ہوں پچھلے پائیس سال میں میں نے کسی موقع پر بھائی جینر کو نہ دیکھا تھا۔ اور میرا خیال ہے کہ اس لمبے عرصہ میں اس نے دو چار سے زیادہ چٹھیاں بھی میرے نام لکھی ہونگی بہر حال اتنا بہر حال تھا کہ وہ جنوبی امریکہ تک پہنچے بعد پر مامور اس لئے جب وہ انہاں جینر کی شام کو یہاں آیا۔ تو میں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔ بھائی یہ کج کہہ کر سے آؤ؟ اس نے اٹھی کہ آپ نے اپنے چھوڑے ہوئے دانت کو یاد کیا۔ وہ کہنے لگا۔ بھائی یہ بیدار نہ رہو۔ خیالات اب بالکل ہی بلبلا تھانے ہیں۔ میں نے اپنی عمر میں کئی بڑا جیسا کہ ہیں۔ لیکن اب یہی جیسا ہے کہ سب جھگڑے نشے چھوڑ کر باقی ماندہ زندگی اس پر اپنے نفس میں بسر کروں بات دراصل یہ ہے کہ میں اور جینر دونوں ہم عمر میں پیدا ہوئے تھے۔

لیکن اس کے بعد...”
 ”خدا معلوم اس کی روانی تقریر کس جگہ جا کر ختم ہوئی۔ لیکن عین اس موقع پر اس فریہ اندام عورت نے میرا جس کا نام تھا۔ دروازہ میں گردن ڈال کر کہا۔

”زیب ایک صاحب ملنے کے لئے آئے ہیں۔“
 زبیدی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور جس طرح میں نے ایک موقع پر جینر کو روک کر تھپتھپا چاہی تھی۔ اسی طرح اب کر گیا۔ لیکن ایک ہی منٹ کے عرصہ میں چہرہ پس آ گیا۔ اور اب میں نے دیکھا اس نے پر معنی انداز سے دانت لگا لے

ہوئے اور اس کے چہرہ پر استہزائی تبسم تھا۔
 آئیے صاحب... یوں تشریف لائیے "اس نے کسی سے جو اس نے
 پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ کہا۔

میں نے گردن اٹھا کر دیکھا اور اس کے ساتھ ہی فرط حیرت سے
 دماغ میں چکر آنے لگا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ زبیدی کو لیڈ کے بھاری بھرکم
 وجود کے پیچھے مسٹر مارشنگٹن کھڑے ہیں یا

باب ۶

حیرت پر حیرت

اس وقت جبکہ میں اور مسٹر مارشنگٹن ایک دوسرے کو دیکھ کر تصویر حیرت
 سے بے بس تھے۔ زبیدی کو لیٹ ہمارے وسط میں کھڑا اپنے دونوں ہاتھ پستانوں
 کی جیبوں میں ڈالے۔ چہرہ پر فتح مندی کی جھلک لئے ہوئے باری باری کبھی
 میری طرف دیکھتے رہتا۔ اور کبھی مسٹر مارشنگٹن کی طرف۔ ایسا معلوم ہوتا تھا
 ہماری اس ہراسانی اور سرایت کو دیکھ کر اسے ایک خاص لطف حاصل ہو
 رہا ہے اس کے چہرہ پر کراہی و تبسم آتا نہایاں تھے۔ اور انہیں اس سہرا
 کی جھلک لئے ہوئے تھیں۔

”ڈرہم“ آخر کار مسٹر مارشنگٹن نے اس وقفہ سکوت کو قطع کرتے ہوئے
 جو ہم سب کے لئے ناخوشگوار ہونے لگا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس طرح
 ڈاکٹر ہمنز انگریزوں کی طرف دیکھ کر گویا ان کو اپنے حواس کی درستی پر یقین
 نہ تھا۔ ”اگر تم... اس جگہ...“

اسی لمحہ میں کچھ جواب دیتا۔ زبیدی کو لیٹ نے میرے تامل

سے ایک طرح کا خطا حاصل کرتے ہوئے مسٹر مارشنگٹن سے کہنا شروع کیا
 ”تشریف رکھئے نا آپ... یہ صاحب“ اس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا
 ”میرے بھائی جیبر کے متعلق کچھ خبر لے کر آئے تھے۔ جس کے لئے میں ان کا
 بہت ممنون ہوں۔ میں اس کو داخل احسان تصور کرتا ہوں کہ انہوں نے میرے
 لئے زحمت گوارا کی...“

مسٹر مارشنگٹن زبیدی کی پیش کی ہوئی کرسی پر بیٹھ تو گئے۔ لیکن ان کے
 چہرہ کی حالت صاف کہے دیتی تھی کہ وہ معاملہ کا آغاز و انجام سمجھنے سے قاصر
 ہیں۔ آخر کار کہتے ہوئے بولے۔

”تو کیا جیبر کو لیٹ اس جگہ نہیں ہے؟... میں تو اسی سے ملنے کیلئے
 آیا تھا... لیکن ڈورہم معاملہ کیا ہے؟ کیوں تم اس طرح منہ بنائے بیٹھے ہو۔ اور
 اگر وہ کیسی خبر ہے جو تم اس جگہ دینے کے لئے آئے تھے؟“

”ساتھ ہی ہے میں جب آپ کا بھیجا ہوا سینیر ڈی ڈاڈا اسکے پاس گیا“
 میں نے جواب میں کہنا شروع کیا۔ تو واپسی میں دو در سے گزرتے ہوئے مجھ
 کو جیبر کو لیٹ کے متعلق ایک خبر معلوم ہوئی تھی۔ جسے اس کے بھائی کو
 پہچاننے کی غرض سے میں لندن جاتے ہوئے اس جگہ ڈیٹ فورڈ میں فقہری
 دیر سے لئے ٹھہر گیا۔“

مسٹر مارشنگٹن کے اپنے دونوں ہاتھ چھتری کی ٹوڈی پر ملائے اور
 پہلے سے بھی زیادہ تعجب سے میرے منہ کو دیکھتے ہوئے بولے۔
 ”لیکن وہ کیسی خبر تھی جو تم نے دو در میں سنی؟ کیا اس آدمی کو لیٹ کے
 متعلق ہے؟“

مگر اس سے پہلے کہ میں کچھ جواب دیتا معلوم ہوتا ہے انہوں نے کہا:

چہروں کے انداز سے یہ بات جان لی تھی کہ ضرور وہ کوئی غیر معمولی خبر ہوگی جو میں اس جگہ لے کر آیا تھا۔ چنانچہ ذرا ترش رو ہو کر نہولے۔

”آخر بات کیا ہے؟... کس لئے تم خاموش ہو؟ کیا جینر کو لیٹ کو کسی طرح کا حادثہ پیش آیا ہے؟... ڈرہم میں تم سے پوچھتا ہوں جو اب کیوں نہیں دیتے؟“

میں نے زبیدی کی طرف دیکھا اور زبان حال سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ لیکن اس نے اپنے سر کو پُر معنی انداز سے ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”رازداری کیوں؟ وہاں جرات ہے صاف صاف کہہ دیجئے میں تو شفا کوئی کا قائل ہوں۔“

لہذا وہاں میں سسٹریسٹنگٹن کی طرف ٹرامیری خواہش ان کے چہرے کے انداز سے یہ معلوم کرنے کی تھی کہ اصل حقیقت جاننے سے ان کے دل پر کیا اثر ہوگا۔ چنانچہ یہ ارادہ رکھتے ہوئے میں نے ان کے منہ کو تکتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

”یہ تو میں پہلے ہی جانتا تھا کہ اس اطلاع کو پا کر ان کے دل کو کسی دوسرے طرح کا صدمہ ضرور پہنچے گا۔ لیکن ان کی حالت دیکھ کر مجھ کو اور بھی زیا تعویب ہوا۔ کیونکہ میرے الفاظ سن کر وہ اس طرح گھورتی ہوئی نظر دے سے میری طرف دیکھنے لگے کہ معلوم ہوتا تھا۔ وہ میرے لفظوں کا مطالعہ سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔“

”مر گیا؟ آخر کاد انہوں نے کہا؟ کیوں... کب؟... کس طرح؟“

”میں اتنا ہی جانتا ہوں کہ آج صبح اس کی لاشیں بیچ لی گئیں۔“

قریب چٹانوں کے دامن پر پڑی ہوئی پائی گئی تھی۔ میں نے اس کے جواب میں کہا: میں نے لاش دیکھی ہے۔ پولیس اب تک یہ معلوم نہیں کر سکی کہ وہ خود بخود پیچھے گرا یا کسی نے دھکا دیکر گرا دیا؟

مسٹر مارشنگٹن نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ سابق کی طرح میری طرف دیکھا گئے۔ اس عرصہ میں گہری خاموشی کرہ میں چھائی ہوئی تھی۔ آخر کار جب زبیدی کو لیٹ کے طوطے کے پنجے کی تیلیوں کو بغیر کسی مطالب کے اپنے انگوٹھے کے ناخن سے کھرچنا شروع کیا۔ تو اس سے جو آواز پیدا ہوا، اس نے وہ مہری اثر جو مسٹر مارشنگٹن پر طاری تھا۔ ٹوڑ دیا اور وہ کہنے لگے۔

”یہی بات ہوگی... اب معلوم ہوا کہ اصل حقیقت کیا تھی... غالباً وہ اسی رستہ سے آ رہا ہوگا...“

”اور کیوں صاحب؟“ زبیدی کو لیٹ نے جلدی سے چپے ٹرک مسٹر مارشنگٹن سے پوچھا۔ ”کیا وہ آپ سے ملنے جا رہا تھا؟“

مسٹر مارشنگٹن نے اپنے سر کو صورت اثبات خم کیا۔ اور بولے ”ہاں وہ مجھ سے ملنے کے لئے ہی اس طرف گیا تھا۔ میں نے بہت سی شام کو ایک ”نار“ اس کے نام بھیجا تھا۔ کہ رات کے ساڑھے نو بجے جبکہ فور لیت ٹڈ کی روشنی کے مینار کے قریب مجھ سے ملنا۔ لیکن میں بڑبڑا دیر کا انتظار کرتا رہا۔ اور وہ نہ آیا... اب معلوم ہوا اس کے ذہن کا دوبارہ کیا تھی۔“

زبیدی کو لیٹ نے اپنا شراب کا گلاس اٹھاتے ہوئے کہا: ”چند گھنٹے پہلے پھر ہونٹوں کو دھونچ کر دو نوٹا تھا۔“ وہ دیر سے اور باری باری ہماری طرف دیکھتے ہوئے یہی کہتا رہا۔

نکاح۔

”یہ تو ضرور ہے کہ لاش پر کارڈز کی تحقیقات ہوگی۔ اور اس موقع پر ہم میں سے ہر ایک سے کئی کئی طرح کے سوالات پوچھے جائیں گے۔ اس لئے کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ ہم اس موقع سے غائبہ اٹھا کر آپس میں تبادلہ خیالات کر لیں۔ مثال کے طور پر اگر آپ براؤن مائیں تو میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کیا معاملہ تھا۔ جس کے لئے بھائی جیبرا آپ سے ملنا چاہتا تھا۔“

مسٹر مارشنگٹن نے زبیدی کو ٹیٹ کے اس سوال کا جواب دینے سے پہلے میری طرف دیکھا۔ اس کے بعد کہا۔

”اس کا حال میں تم سے بیان نہیں کر سکتا“

”نہیں کر سکتے... یا کرنا نہیں چاہتے؟“ زبیدی نے اپنے ”ظلوں پر نذر و گیر پوچھا۔“ دیکھئے جو بات ہو صاف صاف کہہ دیجئے۔“

”میں اس کے متعلق کوئی بات اس لئے بیان نہیں کر سکتا کہ میں خود ماورق ہوں۔“ مسٹر مارشنگٹن نے جواب دیا۔ ”اتنا مجھ کو معلوم ہے کہ وہ کسی غیبی سوال کے متعلق کوئی بات مجھ سے کہنا چاہتا تھا۔ لیکن معاملہ کی نوعیت اور نیز کی صحت اور نہ کوئی اور معلوم نہیں۔“

”کیا آپ اس بارہ میں کسی طرح کا اندازہ لگاتے ہیں؟“ زبیدی نے کہا۔ ”کیا آپ اس بارہ میں کسی طرح کا اندازہ لگاتے ہیں؟“

”نہیں، شاید میں ایسا کر سکوں۔“ مسٹر مارشنگٹن نے کہتے ہوئے کہا۔ ”شاید آپ میں ایسا کر سکیں۔“

”اب میں ایسا کر سکتوں۔“

جو کچھ جینز کو مسٹر وارڈنگٹن سے کہنا تھا۔ ضرور اس کا تعلق سینیر ڈی
 لانڈا کی آمد سے ہو گا۔ لیکن وہ کیا بات مانتی جو ایک گننام ملاح ایک
 ایسے مرد خلیق کے برخلاف جیسا ڈی لانڈا ثابت ہوا کہنا چاہتا تھا۔
 اس کا حال مجھے قطعاً معلوم نہ تھا۔

”تو پھر کہہ ڈالیے“ زبیدی کو میڈٹ نے پھر ایک مرتبہ مسٹر وارڈنگٹن کو اکسایا
 لیکن وہ پھر کون فظروں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگے ”ہنیں
 میں نے حال اس کے متعلق کوئی بات کہنا نہیں چاہتا“

”ٹھیک... بہت ٹھیک... مجھ کو ایسے جواب کی توقع تھی“ زبیدی
 نے چہچہتے ہوئے ہجوم میں کہا ”لیکن کیوں سرکار کیا میں یہ پوچھنے کی جرأت
 کر سکتا ہوں کہ آپ کو بانی جینز سے جو کام تھا۔ اس کے لئے اس
 غریب کو اندھیری رات میں نصف شب کے قریب ایک ایسے دیوان
 اور دور افتادہ مقام پر جیسا فور لینڈ کا مینا رہے بلانے کی کیا حاجت
 تھی؟ کیا اس سے آپ کی بات چیت اپنے مکان پر نہ ہو سکتی تھی؟ اس
 کا مطلب یہ ہوا کہ وہ کوئی بڑا ہی پرامرار معاملہ تھا جس پر آپ لوگ
 گفتگو کر رہے تھے... لیکن جینز کے متعلق مصافحہ کھائی دیتا ہے
 کہ وہ کوئی بات چیدہ کر نہ رکھنا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ سب سے پہلے
 امین سکوکروالے مکان پر گیا لیکن آپ نے اس سے ملنے کا ایک
 انوکھا ہی انتظام سوچا۔ گویا دوسرا دشمن ایک دوسرے سے ملتے رہا،
 اور وہیں اس بیچارے کی جان ہٹائی ہوئی۔ ان حالات میں اس کا
 واحد رشتہ دار کیا یہ جاننے کا حقدار نہیں ہوں کہ اس کی موت کیا تھی
 حالات، واقع ہوئی یا کسی مصلحت کا نتیجہ تھی؟ میری مصافحہ کوئی رساؤ ہو

خس کے بدن کو لگتا ہے رہی ہوگی کا اثر سمجھ سکتا ہے۔
 مسٹر مارشل ٹنٹن اٹھ کر کھڑے ہوئے۔ اور میں نے بھی ان کی تقلید
 کی۔ ایک دو منٹ تک وہ بالکل خاموش رہے۔ اس کے بعد ہم میں سے کسی کو
 حق طبع کے بغیر بالکل اسی طریقہ پر گویا وہ کسی آدمی سے نہیں۔ بلکہ پھر
 میں بندھوٹے... یا کمرے کی کھڑکی میں رکھے ہوئے پودوں سے
 گفتگو کر رہے ہوں... کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ بڑبڑاتے
 ہوئے اس طرح کی آواز میں جو اپنے اندر کسی طرح کی لرمزش نہ رکھتی
 تھی۔ ہمارا لہجہ میں کہنے لگے۔

”اس آدمی جینز کو میٹل کے بارہ میں جواب مرحکا ہے میں اتنا ہی
 بیان کر سکتا ہوں کہ سا لہا سال پیشتر وہ جنوبی امریکہ میں میرے
 ہاں ملازمت کیا کرتا تھا۔ اور جب آج سے قریباً تین سال پہلے میں
 انگلستان آنے کے لئے اس جگہ سے روانہ ہوا تو میں نے اس کو
 سافٹ لائن کی بہت کوشش کی۔ لیکن وہ یہی کہتا تھا کہ میں اب جگہ
 رہتے ہوئے ہر طرح خوش ہوں۔ پس میں نے زندگی بھر کے لئے اس
 کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ اور میرے کارکن جو شہر دیو سیریز میں رہتے ہیں
 اس وظیفہ کی رقم باقاعدہ اس کو دیا کرتے تھے۔ میں نہیں جانتا
 وہ کب انگلستان آیا۔ یا کب مطلب سے لئے آیا اس کی آمد کا حال پہلی
 مرتبہ مجھ کو اپنے سیکریٹری کی زبانی معلوم ہوا تھا۔ جس نے یہ
 بھی مجھ کو بتایا کہ وہ میرے ایٹا سکوائر واسے مکان پر آیا تھا
 اور مجھ سے ملنا چاہتا تھا۔ میں نے اس سے ملاقات کا اترنا
 کہا۔ اور اس سے ملنے کے لئے خود بھی موقعہ پر گیا۔ لیکن وہ رات

میں بہت حیران تھا کہ اس کے نہ آنے کی وجہ کیا ہے۔ لیکن اب جو حالات معلوم ہوئے ہیں۔ ان سے ساری حقیقت واضح ہو گئی۔ پھر مال میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ مجھ سے مل کر کیا بات کہنا چاہتا تھا؟

جس طرح مدرسہ کے طالب علم کسی سبق کو رٹ لینے کے بعد دل سے آخر تک رکنے کے بغیر تادیا کرتے ہیں۔ اسی طرح مسٹر مار شنگٹن نے یہی تقریر کی۔ ایسا کرتے ہوئے انکی آنکھیں بے مدعا کسی طرف نہ گزرتی رہیں۔ لیکن زمین تڑپا کر میں نے دیکھا کہ سارا مدرسہ اٹھ کھڑا ہوا۔ بھڑکے ہوئے تھے۔ قہر آنکھوں سے ان کی طرف نکلتا تھا۔ آخر میں وہ اپنے ہونٹوں پر ہنس کر بولے۔

”صاحب یہ جو کچھ آپ نے فرمایا۔ کیا جیت جیت کر میرے دل کا اطمینان اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ نہ آپ صاف صاف مجھ کو بتائیں۔ وہ کونسی خاص وجہ تھی۔ جس سے مجبور ہو کر آپ نے بھائی جینر سے مکان کی چار دیواری میں ملنے کی بجائے آدھی رات کے ہمعقل وقت پر ایک ایسی جگہ ملنے کی کوشش کی۔ جو دیران اور خطرناک تھی؟“

انتہائی سنے کے بعد مسٹر مار شنگٹن بڑے زور سے چپکے اور دھنوں نے باری باری ہم دونوں کی طرف دیکھا۔ پھر مجھ کو سر سے اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگے۔

”آؤ ڈیر ہم پاس۔ تم ولکنز کو اپنی موٹر دے کر مکان پر واپس بھیج دو۔ اور میرے ہمراہ چلو ایک بہت ضروری کام ہے۔۔۔ الوداع مسٹر کوٹلیٹ“

کویٹ نے مرہا تے ہوئے جواب دیا: ”اگر آپ تشریف لے جاتے جاتے ہیں۔ تو خدا حافظ۔ لیکن محمد کو پوری امید ہے۔ کہ جب عفریم بھائی کی لاش پر کاروڑ کی تحقیقات ہوگی۔ تو پھر ہم ایک دوسرے سے ملیں گے۔ فی الحال میرا ارادہ ڈور ہلکے سب کچھ اپنے طور پر معلوم کرنے کا ہے۔ ممکن ہے۔ موت کسی حادثہ کا نتیجہ ہو... یا ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ کسی دشمن نے اس کو اپنی راہ سے ہٹانے کے لئے یہ فعل کیا ہو۔ خیر اگر میرا نام زبیدی ہے تو میں ان سب باتوں کا کہ رج لگا کر ہی چھوڑوں گا“

اتنے میں مسٹر مارشنگٹن دروازہ سے باہر قدم نکال چکے تھے۔ میں نے ایک پل کے لئے ٹھہر کر زبیدی کو سمجھایا۔ کہ تم خواہ مخواہ بات کا ہتھکڑ بنائے۔ چلے جاتے ہو۔ کیا اتنا نہیں سوچتے۔ کہ اگر کسی دشمن نے جینز کو ہلاک کیا ہوتا۔ تو خود دیکھ اس کے پاس تھا۔ وہ ضرور اسکو اڑالیتا۔

وہ صاحب واہ... کیا خوب! کویٹ نے دور سے قہقہہ مار کر ہنستے ہوئے کہا: ”آپ نے بہت دور کی سوچی۔ حضرت اس دنیا میں لوگوں کو صرف ان کو روپے کی خاطر ہی ہلاک نہیں کیا جاتا۔ بلکہ بعض حالتوں میں مدائے قتل یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ اس طریقہ پر ایسے آدمی کی زبان بند کی جاسکے۔ لیکن خیر کوئی بات نہیں وقت سب کچھ بنا دے گا۔... الوداع خدا حافظ“

میرا خیال ہے مسٹر مارشنگٹن نے بھی ان الفاظ کو سن لیا۔ بہر حال انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ انکی بڑی موٹر سرائے کے دروازہ

سے قحطی دور آگے سڑک کے ایک جانب کھڑی عتیقہ بگائز کو رخصت کر کے ہم اس پر سوار ہو گئے۔ موٹر کافی دور چلی چکی تھی کہ انہوں نے عجب طرح کی نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا:-

”ڈریم یہ آدمی زبیدی کو بیٹ کیا بکو اس کر رہا تھا... کیا سچ مچ اس کا خیال ہے کہ جینز کو بیٹ کی ہلاکت میں میرا کیا کام کرتا ہے؟“

”صاحب اس کے جواب میں میں کیا عرض کر سکتا ہوں؟ میں نے اس پر کہا: ”یہ آدمی زبیدی عجب طرح کا کندہ نا تراش ہے اور نہیں جانتا اس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کسی کے دل پر کیا اثر پیدا کر سکتے ہیں...“

”اس نے کچھ اس طرح کے الفاظ کہے تھے۔ کہ لوگوں کو صرف ان کے روپے کی خاطر ہی ہلاک نہیں کیا جاتا بلکہ بعض حالتوں میں مدائے قتل یہ بھی ہوتا ہے کہ اس طریقہ پر ایسے آدمی کی زبان بندی کی جاسکے“ مسٹر مارشنگٹن نے جواب دیا: ”کیا سچ مچ وہ خیال کرتا ہے۔ کہ اس کے بھائی کی موت اس کی زبان بندی کرنے کی عمل میں لائی گئی ہے؟“

”اپنے خیالات پیشتر آپ سے عرض کر چکا ہوں؟ میں نے آہستہ سے کہا: ”اس سے زیادہ اتنا ہی اور کہنا پڑتا ہوں۔ کہ لاکھ درجے بہتر ہوتا۔ آپ اس آدمی جینز کو بیٹ کو رویشنی کے مینا۔ کے پاس بلانے کی بجائے اپنے مکان پر بلا کر اس سے مل لیتے؟“

سٹرڈسٹنگٹن چونک کر میری طرف ٹرے۔ اور حیرت آمیز نظروں سے دیکھ کر کہنے لگے۔

”ڈرہم کیا تم بھی ایسے خیالات رکھتے ہو؟... تم بھی؟“
میں اس کا جواب دیتا: ”مالک اور نوکر کی حیثیت میں اتنا ہی فرق ہے کہ مالک جی اس کا جی چاہے کہہ سکتا ہے اور نوکر کو مصلحت کا پابند ہو کر پڑتا ہے۔ سٹرڈسٹنگٹن کی جگہ کوئی دوسرا آدمی ہوتا تو میں ہر ملاکہ دیتا۔ کہ یہی میرا خیال ہے لیکن ان کے سامنے چونکہ بیج بولنے کی جرات نہ تھی۔ اس لئے میں نے ٹالنے ہوئے جواب دیا۔

”میں چونکہ سارے حالات سے واقف نہیں ہوں اس لئے کوئی خاص رائے قائم نہیں کر سکتا؟“

انہوں نے اس طرح گردن جھکا لی گویا میرے جواب سے ہر طرح مطمئن ہو گئے ہیں۔ پھر بولے۔

”مذہب ایک کہتے ہو۔ وہ کچھ خاص ہی وجوہات نفیس جن کو مد نظر رکھتے ہوئے میں جینز کو لپٹا کو مکان پر بلانا پڑتا تھا۔ اس سے زیادہ میں ایمان، داری کے ساتھ اتنا ہی کہہ سکتا ہوں۔ کہ آج سے چار سال پیشتر جب میں اس آدمی سے برونڈسیریز سے رخصت ہو کر انگلستان روانہ ہوا۔ تب کے بعد اس وقت تک میں نے اس کی صورت نہیں دیکھی۔ یہ بھی مجھ کو معلوم ہے کہ اس کی موت کن حالات میں واقع ہوئی۔ میں نے جلدی میں کچھ خیال نہ کیا لیکن اب میں بھی محسوس کرتا ہوں کہ جس راہ پر اسکو آنا تھا۔ وہ کئی مقامات پر خطرناک ہیں اور میں یہی خیال کرتا ہوں کہ رات کے اندھیرے میں اس کا پاؤں

کہیں بھڑکلا اور وہ نیچے گر پڑا پھر حال مجھ کو کارڈز کی عدالت میں پہنچ کر یہ سارے حالات بیان کرنے ہوں گے۔“

اس وقت تک میں نے سینئر ڈی لاڈلہ کے متعلق کوئی بات ان سے بیان نہ کی تھی۔ اور حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہی بہتر معلوم ہوا کہ جب تک وہ خود کوئی سوال نہ پوچھیں میں بھی اس بارہ میں چپ رہوں۔ رستے میں مسٹر مارش ٹنڈر نے شو فر سے کہہ دیا تھا۔ کہ سمیٹے پہلے لندن پہنچ کر کینن سٹریٹ چلنا جہاں ان کے سالن سٹریٹ گرتے تھے جب موٹر اس جگہ پہنچ کر یہی تو مجھ سے یہ کہہ کر دو اکیلے ہی نیچے اترے کہ ”مجھے اپنے وکیل سے بعض ”غذات“ پر دستخط کرانے ہیں۔ تم اس جگہ بیٹھو میں؟“ سٹریٹ والے انہوں نے۔ لیکن درحقیقت میں وہ آدھ گھنٹہ سے پیسے والپس نہ آ سکے پھر حال تب وہ وکیل صاحب کے دفتر سے باہر نکلے۔ تو بہت غمزدار دیکھے۔ میرے نظر آ رہے تھے مکان کے باہر والی سیڑھیوں پر آدھ گھنٹہ سے دوڑ رہے اس وکیل سے جو انہیں چھوڑنے باہر آیا تھا۔ فقوڑی دیرینس منس کر باتیں کرتے رہے۔ اس کے بعد موٹر پر سوار ہو کر اپنے شو فر فالسن سے بولے۔

”اب تم پارلیمنٹ کو لے جاؤ مجھ کو اس جگہ بھی کچھ کام ہے“
جس وقت ہماری موٹر دوست مسٹر کی طرف پل جا رہی تھی۔ تو وہ بالکل خاموش رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کسی سوال پر غور کر رہے ہیں۔ آخر پیامیں یارڈ میں اتر کر انہوں نے مجھ کو اترنے کا اشارہ کیا۔ اور شو فر سے کہنے لگے۔

”فالسن تم موٹر لے کر سیدھے ایٹن سکوئر جانا اور نوکروں سے کہنا

کہ ہم دونوں میں اور مسٹر ڈیرم شام کے کمانے پر نہ آسکیں گے بلکہ باہر
 ہی کسی مقام پر کھانا کھائیں گے۔
 شو فرسلام کر کے رخصت ہو گیا۔ تو ہم دونوں عمارت کی سیڑھیوں
 پر چڑھ کر ڈیوڑھی میں داخل ہوئے۔ اس وقت انہوں نے اپنا ہاتھ
 میرے بازو پر رکھ کر نرم لہجہ میں کہا۔

”ڈیرم میرے عزیز! اس جگہ میرا کام سات بجے سے پہلے ختم نہ ہو گا
 اسوقت تک میرا انتظار کرنا پھر ہم دونوں کرسی ریٹوران میں جاویں گے
 اور کھانا کھاتے ہوئے باتیں کریں گے۔۔۔ درحقیقت مجھ کو تم سے کئی
 ایک باتیں کہنی ہیں۔“

یاد نہیں وقت کا سبب اس میں نے کس طرح گدا شام کے سات
 بج تک کبھی ایک مقام پر بیٹھنا نہ کبھی دوسرے پر ہانا۔ کبھی اپنے جیسے
 کسی بے کار سے باتیں کرنے لگتا۔ اور کبھی اپنے ہی خیالات میں کسوٹا
 پورے سات بجے مسٹر مارشنگٹن مجھے تلاش کرتے ہوئے آئے اور اپنا
 بازو بے تکلفانہ میرے بازو میں ڈال کر ایک طرف چلنے لگے۔ جب ہم
 پارلیمنٹ سکوئر سے گذر رہے تھے۔ تو انہوں نے ایک ہارٹیجھے مڑ کر
 پارلیمنٹ کے عظیم الشان عمارت کو جو اس وقت غروب ہوتے
 ہوئے آفتاب کی کرنوں میں ہنار ہی تھی۔ گہری حسرتناک نظروں
 سے دیکھا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک آہ سرد کھینچتے ہوئے بولے۔
 ”ڈیرم آج میں نے اس جگہ کو آخری سلام کر دیا۔ اب میں کبھی
 دارالعوام میں شریک ہونے کی غرض سے اس جگہ نہ آؤں گا۔“
 یہ اطلاع اتنی اچانک اور خلاف امید تھی کہ میں چلتے چلتے کھڑا ہو گیا۔

اور حیرت آمیز نظروں سے اس کے منہ کو دیکھنے لگا۔ جواب میں وہ سرکہرا دیے اور میرا ہاتھ پکڑ کر آگے کو لے جاتے ہر نئے کھنے لگے۔
 ”اس میں گھبرائے کی کوئی بات نہیں بلکہ اس نے کھانے کا وقت ہو گیا وہ ہیں بیٹھے کر باتیں کریں گے“

چیز نگ کر اس کے قریب ایک پرانی طرز کے ہوٹل میں پہنچ کر ہم کھانا کھانے کے کمرہ میں ایک ایسے مقام پر جا بیٹھے۔ جہاں دافنرین کی تعداد بہت کم تھی۔ کھانا کھاتے ہوئے مشر مارشنگٹن نے بہت سی باتیں کیں۔ لیکن آپ میری حیرت کا اندازہ اس سے کر سکتے ہیں کہ مطلب کی ایک بات بھی اس کے منہ سے نہیں نکلی۔ بالکل ہی غیر متعلقہ معاملات پر وہ بڑی دیر تک منس منس کر گفتگو کرتے رہے۔

بارے کھانا ختم ہوا اور ہم قہقہوں فوٹی کے کمرہ میں جا کر ایک ایسے مقام پر بیٹھ گئے۔ جہاں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اور کسی کی بات کا قطعاً اندیشہ نہ تھا۔ ٹھوڑی دیر گزر جانے کے بعد آخر کار مشر مارشنگٹن نے اپنی کرسی میرے قریب کھینچ لی۔ اور اپنا ہاتھ میرے بازو پر رکھتے ہوئے اس طرح کے سرسری لہجہ میں گویا وہ کسی عام کاروباری گفتگو میں حصہ لے رہے ہوں۔ کہنے لگے۔

”وڈریم میرے عزیز دوست تمکو معلوم ہوگا۔ کہ اگر مجھ کو کوئی خاص بات کہنی ہو تو میں اُسے کم از کم لفظوں میں نہایت ہی مختصر طور پر کہا کرتا ہوں۔ پس جان لو کہ میں نے پارلیمنٹ میں اپنی نشست صرف ڈاکٹر ریٹنگ کے کہنے پر استعفیٰ داخل کر کے چھوڑی ہے۔ جب میں آج صبح تم سے جدا ہو کر لندن آیا تو سب سے پہلے ڈاکٹر صاحب سے ملنے گیا تھا۔ ان کا بیان

کہ میرے دل کی حالت اب پہلے سے بہت زیادہ خراب ہو گئی ہے۔ اور
نہیں کہہ سکتے وہ کب اپنا فضل اچانک ترک کر دے۔ اس طرح کی
حالات میں یہی بہتر معلوم ہوا کہ میں اس پر زیادہ جو بھ نہ ڈالوں۔ بس
یہی وجہ میرے پارلیمنٹ کی ممبری چھوڑ دینے کی ہے۔“

میں اس کے جواب میں ہمدردی کے چند مناسب حال الفاظ کہنا
چاہتا تھا۔ لیکن انہوں نے اپنے اس ہاتھ سے جو میرے بازو پر لٹکا ہوا تھا
ہلکا سا دوڑ دیتے ہوئے کہا: ”بس بس کسی طرح کے رسمی الفاظ کی
حاجت نہیں۔ میں تمہاری ہمدردی قبول کرتا ہوں۔۔۔ اور اس کا شکریہ
ادا کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ لیکن یہ تو قطعی ایک بات۔ دوسری یہ ہے کہ
”گوئی“ نے اپنے دیش کے کبھی ظاہر نہیں ہونے دیا۔ ”ہم آج سے بہت
عرصہ پہلے ہیں اس حیثیت پر حاذم کر چکا ہوں۔ کہ تم کو کسیط سے شغیت
ہے۔ اور وہ بھی جان و دل سے تم کو پیار کرتی ہے۔“

میری حیرت ایک درجہ اور بڑھی جس بات کو میں زبان تک لاتے
ہوئے بچکچا تھا۔ اس کو خود انہوں نے زیر بحث لا کر حیرانستہ آمن کر دیا
لیکن واقعہ اتنا فوری تھا کہ میں گھبراہٹ میں کوئی بات نہ کہہ سکا۔
اور حیرت سے آنکھیں گول کئے ان کے منہ کو کھلے لٹکا۔

”آؤ معلوم ہوتا ہے میرا اندازہ غلط ثابت نہیں ہوا۔ وہ ہنس
ہمے بولے۔“ اچھا تو اب سنو مجھ ایسے آدمی کی زندگی گاجو کچل جلیجید کرو
ہو۔ کچھ بھروسہ نہیں۔ خدا جانے کب کوئی مانگہانی واقعہ پیش آ جائے
اس لئے میں چاہتا ہوں اپنی حیات میں تم دونوں کی مشادی دیکھ
لوں۔ باب تمہیں ایک دوسرے سے محبت ہے اور مجھے اس محبت پر

کوئی اعتراض نہیں۔ تو پھر رکاوٹ کس بات کی؟ اس لئے میرا فیصلہ یہ ہے کہ جیتے جی یہ ارمان نکل جائے۔ خدا جلے کس گھڑی زندگی کا خاتمہ ہو نہ ہے۔

میں نے جواب میں کچھ کہنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن واقعات ایسے اچانک اور اس تیز رفتاری سے ظہور میں آ رہے تھے۔ کہ کوئی موزوں جملہ تیار نہ کر سکا۔ انہوں نے بھی میری خاموشی سے براہِ ہر مانا۔ اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے۔

”اچھا اب آؤ گھر چلیں۔ یہ خوشخبری کیلا کے کانوں تک بھی پہنچانی ضروری ہے۔“

اب میں سکڑ دالے مکان پر پہنچ کر دروازہ کھولا تو نوکر ڈیوڑھی میں موجود نہ تھا۔ اکٹھے ہم دونوں کمرہ نشست کی طرف گئے لیکن ابھی تھوڑے فاصلہ پر ہی گئے۔ کہ گفتگو اور سنہری تہمت کی آوازیں ہمارے کانوں میں آنے لگیں۔ میں سخت حیران تھا کہ گھر میں کون ہے جس سے کیلا باتیں کر رہی ہے۔ لیکن آپ جو اس داستان کو پڑھ رہے میری اس وقت کی حیرت اور پریشانی کا شاید کچھ اندازہ کر سکیں جب میں نے کمرہ کے دروازہ پر پہنچ کر دیکھا کہ کیلا اور سینیئر ڈی ایڈاپاس پاس پاس بیٹھ اس طرح غلغل مچا رہے تھکافانہ باتیں کر رہے ہیں گویا ان کی برسرِ دل سے یہ پہچان ہو۔۔۔

باب سابع عجیب نظائری

ان چار آدمیوں میں سے ہرکے اندر موجود تھے۔ یعنی ایک، میں، ایک مسٹر مارشنگٹن، کیڈا، اور جوزی ڈی لاند۔ ان سب میں صرف کیڈا ہی ایک تھی۔ جسے خواب میں بھی اس بات کا خیال نہ آ سکتا تھا کہ یہ خوشگما فضا جرنے احوال کمرہ میں پیدا تھی۔ کس قدر ناگماں نہایت خطرناک صورت اختیار کر سکتی ہے۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے اس حقیقت سے واقف ہوتے ہوئے کہ مسٹر مارشنگٹن کی سب سے بڑی خواہش سینئر ڈی لاند کو اپنے مکان سے باہر کہنے کی تھی۔ اس کو خلاف امید کسی ناخاندہ مہمان کی طرح گھر میں بیٹھا۔ اور مالک مکان کی عزیز بیٹی سے یوں شیر و شکر ہوتا دیکھ کر دل مارے خوف کے وھک وھک کرنے لگا۔ میں نہیں جانتا تھا۔ کونسا نیا واقعہ عفریب ظہور میں آنے والا ہے دوسرے لفظوں میں میں اپنے آپ کو ایسے متاشائی کی حیثیت میں محسوس کرتا تھا۔ جو تھیٹر میں کسی حیرت انگیز ٹالک کا ایک ایسا سین دیکھ رہا

ہو۔ جس کے انجام کی نسبت وہ کسی طرح کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ میرے پہلو میں کھڑے ہوئے مسٹر مارشنگٹن نے ایک لمبا گہرا سانس لیا اور میں نے دیکھا ان کے چہرہ پر نہیں معلوم وہ بے ہوشے غصہ اور جوش کے باعث یا کسی اور وجہ سے گہری سرخی چھا گئی میں حیران و ششدر کبھی ڈی لانا کی طرف دیکھتا تھا۔ اور کبھی مسٹر مارشنگٹن کی طرف۔

لیکن سینئر ڈی لانا ان آدمیوں میں سے نہیں تھا۔ جو کسی غیر معمولی واقعہ کے پیش آنے پر طبعاً یا سنجیدہ ہونے ہی کیا محال اسکی خندہ چینی میں ذرا بے فرق آیا تو یا اس کے چہرہ پر فکر و تشویش کے خفیف آثار نمایاں ہوں۔ مجھراہٹ فطراب یا پریشانی ان باتوں کا نشان تک اس کے اندازہ میں نہ پایا جاتا تھا۔ ہمیں اندر آنا دیکھ وہ جھٹ تقطیم کے لئے کھڑا ہو گیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ آگے نکالے خوش نما چہرہ پر قسم پیدا کے آگے بڑھا۔ کچھ اس طرح کی غیر معمولی کشش اس آدمی کی ذات میں مضمر تھی کہ مسٹر مارشنگٹن اداہ نہ رکھتے ہوئے بھی اپنا ہاتھ نکلنے پر مجبور ہو گئے۔ ڈی لانا نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اس طرح زور زور سے ہلایا جیسے مدت کہ مذہم چھڑت ہوئے دوست کیا کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی اس طرح کے پر اخلاص مشیریں ہوجہ میں جس کو دیکھ کر اس کی صدقہ ملی پر شک کرنا اناہ معلوم ہو رہا تھا۔ کہنے لگا۔

”اے میرے عزیز دوست... میرے جان سے پیار سے دوست اتنی مدت کے بعد آپ کا شرف نیاز حاصل کر کے جو خوشی دل کو حاصل ہوئی ہے اس کا اظہار و صدمت الفاظ میں ممکن نہیں۔ مجھے آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں بیٹے لئے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گویا مسرت کی لہریں میرے بدن کے ہر حصہ میں پھیر رہی ہیں۔“ لیکن مسٹر مارشنگٹن پر ان باتوں نے کوئی خاص غایاں اثر پیدا نہ کیا۔ وہ کہتا تھا۔

سنگی محبتہ کی طرح چپ چاپ کھڑے رہے اور اب جبکہ بھڑی کا پہلا دور ختم ہونے پر وہ اپنے اوسان کمال کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے تو انہوں نے اپنا لاکھ ڈی لاکھ کی گرفت سے چھڑا لیا۔

چہرہ پر اس دکھاوے کے لئے جو کمپیا کی موجودگی میں ضروری تھا خفیف سے خفیفانہ آئینار پیدا کر کے رسمی طور پر جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا۔
 ”شکر سیلاؤ کرتا ہوں۔ لیکن... امید نہ تھی کہ آپ اس جگہ پہنچ جائینگے... اور وہ بھی اس صورت میں کہ میرا سیکریٹری خاص طور پر آپ سے یہ کہنے کے لئے گیا تھا...“

انہوں نے فقرہ کو ناتمام ہی چھوڑ کر استفہامی نظروں سے میری طرف دیکھا اور اس وقت مجھ کو یاد آیا کہ لارڈ وائرڈن ہوٹل میں سینئر ڈی لاکھ سے میری جو بات چیت ہوئی تھی اس کا حال میں نے اب تک ان سے بیان نہیں کیا۔
 لیکن اس سے پہلے کہ میں کچھ بولنا ڈی لاکھ نے اس بات کی پروا نہ کر کے کہ اس کی نسبت میرا کیا رویہ ہے جھٹ لاکھ آگے نکالا۔ اور میرا لاکھ مضبوط پکڑ کے اسے زور زور سے جھٹکاتے ہوئے مارٹنگٹن کی طرف رخ کر کے نہ تھکنے والی تقریر جاری تھی۔
 ”جی ہیشک آپ کے لائق تعریف سیکریٹری صاحب مجھ سے ملنے کے لئے آئے تھے“ پھر میری طرف ٹکر کر ”مزاج شریف مسٹر ڈرہم؟ اور اسکے بعد دوبارہ مسٹر مارشنگٹن کی طرف گھوم کر“ میں ان کا بیحد مہذب و احسان ہوں کہ غریب خانہ تک قدم نہ سنبھلایا۔ اور آپ کے مزاج کرامی کا مال بیان کرتے ہوئے یہ بھی مجھ سے کہا کہ مجھے کس جگہ آپ سے ملنا کر فی چاہیے۔ لیکن حالات ایسے پیش آئے کہ مجھ کو خلافت امید جسد لندن آنا پڑا اور چونکہ طبیعت آپ سے ملنے کو بے بسی تھی۔ اور مجھ

آپ کے مکان کا پتہ بھی معلوم تھا۔ اس لئے نہ رہ سکا۔ اور اپنے بہت پیارے دوست کی دید کے لئے چلا آیا۔ اس جگہ پہنچا تو معلوم ہوا۔ آپ مکان پر نہیں ہیں۔ اس پر ایک بہت پرانے دوست کے حقوق بے تکلفی سے خاندان اٹھا کر میں نے آپ کی نواسی کو اطلاع کرائی۔ یہ کہتے ہوئے اس نے غیر ملکی لوگوں کی طرح عجیب طرح کا منہ بنایا اور کیلا کی طرف اشارہ کیا لیکن مجھے اس کی حالت دیکھ کر اتنا شہدہ آیا کہ جی چاہتا تھا۔ اس کی کمر میں ایک زبرد کی ٹھوکر رسید کر دی۔ آپ کی نہایت خوبصورت نواسی "یہ کہہ کر اس نے پھر ایک بار منہ بنایا اور اشارہ کیا "جسے میں اس زمانہ سے لے کر بدلا نہیں ہوں جب وہ جنوبی امریکہ میں آپ کے پاس رہا کرتی تھی..."

اس لمبی اور بے جوڑ تقریر کے دوران میں مسٹر مارشنگٹن عجیب طرح کی نظروں سے اس کے منہ کو تکتے رہے۔ میں نہیں کہہ سکتا ان کی نگاہ سے نفرت ظاہر ہوتی تھی یا غصہ... یا کسی طرح کی لاپرواہی۔

"آپ بھولتے ہیں؟ آخر کار انہوں نے ڈی لائنڈ کی طرف منہ پھیر کر کہا "میری نواسی جب امریکہ سے رخصت ہوئی۔ تو صرف چار سال کی تھی اور مجھ کو آج تک معلوم نہ تھا۔ کہ آپ اس جیونیئر عمر کے بچوں سے بھی کسی طرح کی دلچسپی لیتے ہیں؟

مجھ کو اتنا معلوم ہو گیا۔ کہ مسٹر مارشنگٹن نے ہجہ میں طنز کی پوشال تھی۔ اس کے بعد میں نے یہ معلوم کرنے کے لئے ڈی لائنڈ کی طرف دیکھا کہ ان کے چہرے ہوئے لفظوں کا اس پر کیا اثر ہوتا ہے۔ لیکن خدا جانے کس قدر ضبط عظیم اور دکھاوا اس آدمی کی ذات میں پوشیدہ تھا

کہ بالکل بزمانہ مان کر وہ اُلٹا مسکرائے لگا۔ اور غیر ملکی لوگوں کی طرز پر وہ فوٹو پھیلا دیئے اس کے بعد بولا۔
 ”آؤ اس بہت چھوٹی عمر میں بھی آپ کتنی خوبصورت محسوس ہوتے ہیں۔“
 انہیں میں اس زمانہ کو بھولا نہیں ہوں؟
 مسٹر مارشنگٹن نے میری طرف کو رخ کر کے خشک لہجہ میں
 کہنا شروع کیا۔

”کسی کیم کا یہ قول صحیح معلوم ہوتا ہے کہ خوبصورتی صرف دیکھنے والے کی آنکھوں میں ہو کر رہتی ہے اور ہر ایک آدمی کا مذاق جداگانہ ہے کیونکہ جہاں تک میرا مافظ مدوڑیا ہے چار سال کی عمر میں مس کمیلا پٹین ایک بہت ہی بد صورت لڑکی تھی۔“
 ڈومی لاندائن نے پھر ایک مرتبہ اپنے ہاتھوں سے اشارہ کیا۔

”میرے عزیز دوست جو کچھ آپ نے اختلاف مذاق کے بارے میں فرمایا۔ وہ سولہ آنہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ سرزمین شمال کے رہنے والے ہیں۔ اور یہ ناچیز خطہ جنوب کا اس لئے بھی ہمارے نقطہ نگاہ میں فرق ہونا ضروری ہے۔ میں بھولا نہیں ہوں کہ مس کمیلا بہت ہی خوبصورت اور پیاری لڑکی تھی۔ اور ان کے والد... آپ کے اور میرے گہرے دوست... کیوں یاد ہے؟“

یہ الفاظ کہتے ہوئے اس نے مسٹر مارشنگٹن کی طرف یوں نگاہ کے تیز رساں شروع کئے جیسے کوئی پیشہ ور جلا دہر بھی یا تلوار سے کام لیتا ہے۔ اس کے وہ مبہم الفاظ اور نگاہ کا اندازہ خدا جانے اپنے اندر معنی کا کتنا عظیم دفتر لئے ہوئے تھا۔ بہر حال میں نے دیکھا مسٹر

مارشنگٹن اس موقع پر خلاف معمول پُرسکون اور مضابطہ رہے۔ انہوں نے اس کی نگاہ کا جواب لاپرواہی سے سر کی حرکت سے دیا۔ اور اس کے بعد کہا۔

”آپ کا حافظہ بہت تیز ہے تاہم ان باتوں کو چھوڑیے، فی الحال آپ ہمارے جہان ہیں۔ اور انگلستان کی جہان نازی مشہور ہے۔ میرے خیال میں کھانا تو آپ کھا چکے ہوں گے۔ تاہم اجازت دیجئے میں ایک سگارا اور اس کے ساتھ موقع کے حسب حال کوئی چیز پیش کروں... ڈرہم کیوں نہ ہم دوسرے کمرے میں چلیں؟ انہوں نے تھوڑی سی مکالمہ کر دیتا دیکھا۔ پھر کیلا کی طرف منہ کر کے جو پاس ہی ایک کرسی پر بیٹھی ان دو شخصوں کی عجیب و غریب گفتگو بڑھتی ہوئی حیرت کے ساتھ سن رہی تھی۔ اس کو مخاطب کر کے کہا: ”عزیز لڑکی تم کیوں اپنی نیند حرام کرتی ہو؟ کیا میری وہ نصیحت تم کو یاد نہیں کہ جوان عورت کی غولہ صورتی اس کی راحت و بخشش نیند سے گہرا تعلق رکھتی ہے؟“

”یاد ہے ماموں جان۔ میرا آپ کی نصیحت کو بھولی نہیں ہوں“

کیلا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: ”لیکن آپ... سینیر ڈی لانڈا نے مجھ کو جنوبی امریکہ کے متعلق اتنی عجیب و حیرت انگیز باتیں سنائی ہیں کہ سونے کی رغبت نہیں رہی... بسینہ میں تو کہتی ہوں آپ ایک کتاب تصنیف کیجئے آپ کی معلومات اتنی وسیع ہیں کہ دنیا ان کو کتابی صورت میں دیکھ کر دنگ رہ جائیگی۔“

مسٹر مارشنگٹن نے پھر ایک مرتبہ میری طرف دیکھا۔ اور اس کے بعد الفاظ چباتے ہوئے کہا۔

کہ بالکل بُرا زمانہ کروہ اُلٹا سُکرا نے لگا۔ اور غیر ملکی لوگوں کی طرز پر دو نوٹ تھ پھیلا دیئے اس کے بعد بولا۔

”اُداس بہت پھولی عمر میں بھی آپ کتنی خوبصورت تھیں۔“
 نہیں ہیں اس زمانہ کو بھولا نہیں ہوں۔
 مسٹر مارشنگٹن نے میری طرف کو رخ کر کے خشک لہجہ میں کہنا شروع کیا۔

”کسی کیم کا یہ قول صحیح معلوم ہوتا ہے کہ خوبصورتی صرف دیکھنے والے کی آنکھوں میں ہو ا کرتی ہے اور ہر ایک آدمی کا مذاق جداگانہ ہے کیونکہ جہاں تک میرا مافظہ مدو دیتا ہے چار سال کی عمر میں مس کمیلا پٹین ایک بہت ہی بد صورت لگی تھی۔“
 ڈومی لاند نے پھر ایک مرتبہ اپنے لہجوں سے اشارہ کیا۔

”میرے عزیز دوست جو کچھ آپ نے اختلاف مذاق کے بارے میں فرمایا۔ وہ سولہ آنہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ سرزمین شمالی کے رہنے والے ہیں۔ اور یہ ناجیز خط جنوب کا اس لئے بھی ہوائے لفظہ نگاہ میں فرق ہونا ضروری ہے۔ میں بھولا نہیں ہوں کہ مس کمیلا بہت ہی خوبصورت اور پیاری لڑکی تھی۔ اور ان کے والد ۱۰۰ برس اور میرے گہرے دوست ۱۰۰ کیوں یاد ہے؟“

یہ الفاظ کہتے ہوئے اس نے مسٹر مارشنگٹن کی طرف یوں نگاہ کے تیز رسا نے شروع کئے جیسے کوئی پیشہ ور جلا دیر چھی یا تلوار سے کام لیتا ہے۔ اس کے وہ مبہم الفاظ اور نگاہ کا اندازہ خدا جانے اپنے اندر معنی کا کتنا عظیم دفتر لئے ہوئے تھا۔ بہر حال میں نے دیکھا مسٹر

مارشنگٹن اس موقع پر خلاف معمول پُرسکون اور مضابطہ رہے۔ انہوں نے اس کی نگاہ کا جواب لاپرواہی سے سر کی حرکت سے دیا۔ اور اس کے بعد کہا۔

”آپ کا حافظہ بہت تیز ہے تاہم ان باتوں کو چھوڑیے نے احوال آپ ہمارے جہان ہیں۔ اور انگلستان کی جہان نازی مشہور ہے۔ میرے خیال میں کھانا تو آپ کھا چکے ہوں گے۔ تاہم اجازت دیجئے میں ایک سگارا اور اس کے ساتھ موقع کے حسب حال کوئی چیز پیش کروں۔۔۔ ڈرامہ کیوں نہ ہم دوسرے کمرے میں چلیں؟ انہوں نے گھڑی نکال کر وقت دیکھا۔ پھر کیلا کی طرف منہ کر کے جو پاس ہی ایک کرسی پر بیٹھی ان دو شخصوں کی عجیب و غریب گفتگو بڑھتی ہوئی حیرت کے ساتھ سن رہی تھی۔ اس کو مخاطب کر کے کہا ”عزیز لڑکی تم کیوں اپنی نیند حرام کرتی ہو؟ کیا میری وہ نصیحت تم کو یاد نہیں کہ جوان عورت کی غیبت صورتی اس کی راحت بخش نیند سے گہرا تعلق رکھتی ہے؟“

”یاد ہے ماموں جان۔ میں آپ کی نصیحت کو بھولی نہیں ہوں“ کیلا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ”لیکن آپ۔۔۔ سینئر ڈی لانڈا نے مجھ کو جنوبی امریکہ کے متعلق اتنی عجیب و حیرت انگیز باتیں سنائی ہیں کہ سونے کی رغبت نہیں رہی۔۔۔ سینئر میں تو کہتی ہوں آپ ایک کتاب تصنیف کیجئے آپ کی معلومات اتنی وسیع ہیں کہ دنیا ان کو کتابی صورت میں دیکھ کر ذنگ رہ جائیگی۔“

مسٹر مارشنگٹن نے پھر ایک مرتبہ میری طرف دیکھا۔ اور اس کے بعد الفاظ چباتے ہوئے کہا۔

بے شک اگر سینیئر ڈی لائٹ کوئی کتاب لکھتے بیٹھیں۔ تو وہ اس میں اتنی دلچسپیاں شامل کر سکیں گے۔ کہ کتاب میرے خیال میں ہفتوں تک بیک جائے گی۔ خدا جانے ان کا دلی ارادہ کیا تھا۔ لیکن میں محسوس کئے بغیر بزدل رہا۔ کہ ان کے الفاظ اپنے اندر گہرا طنز رکھتے تھے۔ یہ لیکن میری طرح۔ انہوں نے فقرو عثم کرتے ہوئے کہا۔ آپ بھی اپنی قابلیت تحریر کو عملی جامہ پہنانے کے حق میں نہیں۔ اب آئیے چلیں۔

ہم تینوں کیلا کو سلام کر کے رخصت ہوئے۔ لیکن سب سے نمایاں رخصتی سلام ڈی لائٹ کا تھا۔ جس نے کئی کئی طریقوں پر منہ بنایا۔ اور مشرقی انداز سے کورنش بجا لایا۔ لیکن انجام کار ہم اس کمرہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ جو لا سبریری سے ملحق اور انتہا وسیع پر سکون تھا۔ اس میں داخل ہونے کے بعد جب میں نے کمرہ کا دروازہ بند کیا تو دل کہے دیتا تھا۔ کہ اس گفتگو کے دوران میں جو عنقریب یہاں ہونی ہے عجیب اور انوکھی باتیں دیکھنے میں آئیں گی۔

اس خیال کو مد نظر رکھ کر میں نے اپنی آنکھوں اور کانوں کو پوری طرح کھلا رکھا تھا۔ اور ایسا کرتے ہوئے یہ ایک نہایت عجیب بات دیکھی تھی۔ کہ اس وقت سے لے کر جب ہمارے آنے پر لائٹ اپنی کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔ میسر مارشلنگٹن نے اس سے دوبارہ بیٹھنے کی درخواست نہ کی تھی۔ اس کے علاوہ جو عجیب طرح کی پر مضمی گفتگو ان میں ہوئی رہی تھی۔ اس کے متعلق بھی میرے لئے یہ جاننا دشوار ثابت نہ ہوا کہ ان کے منہ سے نکلا ہوا ہر ایک جملہ لفظ ہر کتنا ہی بے مزہ کیوں نہ ہو باطن میں چھری کٹاری کا اثر رکھتا تھا۔ تفسیری بات جی میں نے معلوم

کی یہ تھی۔ کہ مشرمارشنگٹن ڈی لائڈا کو جس قدر جلد ممکن ہو کیلا کی موجودگی سے ہٹانا اور ڈور لے جانا چاہتے تھے۔

لیکن دوسرے کمرہ میں پیپر کران کار دیہ بالکل ہی بدل گیا۔ انہوں نے اپنے ملاقاتی کو ایک نہایت آرام دہ کرسی پیش کی۔ ایک الماری کھول کر وہ ٹرہیا سنگا نکالے جو صرف اوقات خاص میں بیٹے جاتے تھے، غرض جہاں تک پہنچ کر لڑائی کی حد تھی۔ انہوں نے کسی بات میں غور و گذاشت نہ کی۔

پھر مجھ سے مخاطب ہو کر بولے ”ڈرہم قدم اگھنٹی سجا کر سیشل ٹن کو بلا دو... لائڈا کی کیا پینے کی خواہش ہے؟ اس جگہ انگلستان میں ہم لوگ عام طور پر رات کو کبھی ستہ کی پانی ملی ہوئی شراب کا ایک گلاس پیا کرتے ہیں۔ لیکن آپ کی اعتدالی پسندی کو جانتے ہوئے میں یہ پوچھ لینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ آپ کیا پیئیں گے؟ تیز شراب... یا ہلکی... یا کوئی اور چیز؟“

ڈی لائڈا کی تنہایت کا حال جو کچھ بعد ازاں مجھ کو معلوم ہوا۔ اس کو مد نظر رکھتے ہوئے اب میرے لئے یہ سمجھنا ذرا بھی مشکل نہیں ہے۔ کہ کس لئے وہ ہر حال اپنے دماغ کو پرسکون اور مسرور رکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر بھی جب داروغہ کئی طرح کے مشروبات لے کر حاضر ہوا۔ تو اس نے ہلکی سے ہلکی سفید رنگ کی جرمن شراب کا ایک چھوٹا سا گلاس پسند کیا۔ اور اس کو بھی منہ تک لے جانے سے پہلے اس میں مہنی پانی ملا لیا۔ لیکن مقابلہ میں یہ بھی میں نے دیکھا کہ مشرمارشنگٹن نے اپنی ہمیشہ کی عادت کے مطابق دسکی کا ایک گلاس لینے کی بجائے داروغہ سے کہہ کر بہت پرانی براڈی کی ایک بوتل نکوائی

اور اس کا نہایت تیز مرکب تیار کر لیا۔ تب مجھ کو معلوم ہوا کہ ان کا ظاہر
 کتنا ہی پرسکون، کیوں شہود دل میں آگ اور خون کا طوفان برپا تھا۔ لیکن
 یہ وہ اس قدر گہرا تھے ہوئے تھے۔ کہ اپنے قلب و اعصاب کو استوائ
 رستے کی غرض سے ان کو نہایت تیز مشرب کی مدد یعنی پڑی میں
 چونکہ ایک سہ ماہی اور صاف آدمی ہوں۔ اس لئے حالات کو دیکھنے
 کے بعد جی تو یہی پتا چلتا تھا کہ اس آدمی ڈی لائڈا کو گھر دن سے پکڑ کر
 ایک ایسی ٹھیکر لگاؤں کہ بیٹا لڑھکتا ہو اکھڑ کی راہ سے باہر جا
 گریں۔ اور بناوٹ اور دکھاوے کے یہ سارے تفکرات بھول جائے
 جو دل کو اجیرن ہو رہے تھے۔ کیونکہ اس میں تو کسی شک و شبہ
 کی گنجائش باقی نہ رہی تھی۔ کہ ظاہری مہمان نوازی کے باوجود مسٹر
 مارشلنگٹن کو اس شخص کی آمد ایک آنکھ نہیں بھاتی اور وہ دل سے
 چاہتے تھے۔ کہ وہ بلدان جا کسی طرف کو کالا منہ کر جائے۔
 رفتہ رفتہ ہمارے ملاقاتی کے رویہ میں بھی تبدیلی ہونے لگی۔ اس
 میں شک نہیں اس کے انداز اب بھی غایت فائدہ نہ تھے۔ لیکن اس کے
 باوجود سابق کے مقابلہ میں اس کی عام حالت بہت کچھ بدلی ہوئی نظر آتی
 جسوقت سیٹلٹن مشروبات کا قتال رکھ کر کمرہ سے رخصت ہو گیا
 تو خود طبی دیگر مری ناموشی رہی اس کے بعد مسٹر مارشلنگٹن نے مستقل
 نظروں سے اپنے مہمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "سینیر ڈی لائڈا
 ہم مسٹر ڈورم کے ساننے پوری آزادی سے بات چیت کر سکتے ہیں۔
 امید ہے آپ میرا مطلب سمجھ گئے ہوں گے"
 ڈی لائڈا مسکرایا۔ لیکن اس کا تبسم خوشگوار نہ تھا۔ کہنے لگا۔

”کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ آپ کہنا چاہیں۔ کہہ سکتے ہیں۔ اور جو کچھ میں کہنا چاہوں وہ بھی کہہ سکتا ہوں؟“

”چلیے یوں سہی“ مسٹر مارشنگٹن نے جواب دیا۔ ”اور اب میں جو بات سب سے پہلے کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ جس صدمہ میں میں نے آپ کو کھلب میں آنے کے لئے کہا تھا۔ تو کیوں آپ بن بلائے میرے مکان پر آئے۔ اور زبردستی اس کے اندر گھس کر بیٹھ گئے؟ میرے خیال میں اس سب سے بڑی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ آپ کو نقد روپے کی ضرورت تھی۔“

میں ان الفاظ کو سن کر چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ اسی دن صبح کو میں نے ڈوور کے ہوٹل میں ڈی لائڈا کو جس شان تکلف سے رہتے ہو دیکھا تھا اس کو یاد کر کے باور نہ ہوتا تھا۔ کہ اس کو روپے پیسے کی تنگی سے معلوم ہوتا ہے اس نے مجھ کو چونکتے ہوئے دیکھ لیا۔ کیونکہ وہ جھگڑ مار کر رہنے لگا۔ پھر بولا۔

”آپ کیا فیتنا رہے جو جی چاہے۔ سمجھیں۔ لیکن میرا عذر یہی ہے کہ حالات کی وجہ سے میں اس وقت تک انتظار نہ کر سکتا تھا۔ کہ آپ مجھ کو... کیا نام... بیکہ ٹھنیم میں بلا لیں۔“

”بھلائی کی وجہ سے؟“ مسٹر مارشنگٹن نے چُپچُپے ہوئے لہجہ میں کہا۔ ”میں سمجھ گیا کن حالات کی وجہ سے“ پھر میری طرف مڑ کر اور اپنے سر کو مٹی خیز طریقے سے ہلا کر انہوں نے کہنا شروع کیا۔ ”ڈرہم واقعہ یہ ہے کہ یہ آدمی استحصال بالجبر کرتا ہے۔ وہ کئی سال سے ایدہا کرتا چلا آ رہا ہے۔ چار برس پیشتر جب میں بوئوسیریز سے روانہ ہونے لگا۔ تو اس نے یہ کہہ کر اپنے

ایک غیر معمولی بڑی رقم مجھ سے لی تھی۔ کہ اب میں دنیا کے کسی دوسرے حصہ میں جا کر کوئی کاروبار شروع کر دوں گا۔ اور آئندہ کبھی تنگ نہ کروں گا۔ بعد ازاں میرے سنے میں آیا۔ کہ وہ مرحلہ ہے۔ کسی نے کیوبا میں اسے جان سے مار ڈالا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ بلی کی طرح اس کی بھی سوجا نہیں ہیں دیکھ لو اب زندہ اور صحیح سلامت بیٹھا ہے اور از سر نو روپیہ طلب کرتا ہے۔ وہی بلیک میل “

میں حیران تھا اس کا کیا جواب دوں بیوقوفوں کی طرح کبھی ایک کے اور کبھی دوسرے کے منہ کو تھپکنے لگتا۔ اسی بے خبری میں سنگار بھی سمجھ گیا اور مجھے اس کو دوبارہ سنگارنے کا خیال نہ آیا۔ ڈی لانڈا نے ہلکا نرم قہقہہ لگانے پر کفایت کی اور اتنے میں مسٹر مارشٹن کی آواز پھر میرے کان میں پہنچی۔ جو بڑے سکون کے ساتھ کہہ رہے تھے۔

”ٹھہر اس سے تم نے معلوم کر لیا ہو گا۔ کہ اس آدمی کو میری ذات پر کوئی خاص قابو حاصل ہے۔ اور میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ ہے میرا ایک از اس کو معلوم ہے جس کو میں الم فشرخ کرنا پسند نہیں کرتا۔ میں نے اسکی خاموشی کی قیمت بہت ادا کی ہے۔۔۔ وہ پچھلے یادہ دی ہے کوئی دوسرا آ رہی ہوتا۔ تو اس پر قناعت کرتا۔ لیکن اس گرہ مسکین کو دیکھو اب پھر تاک لگائے بیٹھا ہے“

ڈی لانڈا کی طرف سے پھر ایک بار وہی نرم قہقہہ فی آواز سنائی دی اس کے بعد کسی قدر آگے جھک کر اس نے مجھے نرم آواز سے کہنا شروع کیا۔

”میرے عزیز دوست آپ نے حالات کا خلاصہ اچھی طرح بیان کر

کر دیا۔ لیکن یہ کہنا غلط ہے کہ میں آپ سے بلیک میل کرتا ہوں۔ سچ پوچھیے تو
 میں ایک کاروباری آدمی ہوں۔ ایک معاملہ کی نسبت جس کا ذکر ابھی آپ نے
 کیا ہے میں نے زبان بندی کر کے آپ کی خدمت گزاری کی۔ آپ نے مجھے اس کا نقد
 معاوضہ دیا۔ اور یہ بھی مجھے کو تسلیم ہے کہ خوب یا اگر میں مر رہا تو قصہ ختم
 تھا۔ لیکن میں اب تک زندہ اور باحیات ہوں اور بظاہر میرے مستقبل
 قریب میں مرنے کی بھی کوئی امید نہیں چونکہ اتنے عرصہ تک میں نے ایک
 دوا دار نوکر کی مانند آپ کی خدمت گزاری کی یعنی آپ کے راز کو محفوظ رکھا
 ہے۔ اس لئے میں اس خدمت کی قیمت لینے آیا ہوں۔ آپ اس کو
 جیسا میل کہہ سکتے ہیں۔ میرے نزدیک تو یہ خالص کاروبار ہے۔
 کتنا پُر سکون اس آدمی کا رویہ۔ کتنا زور دار اس کا مطالبہ۔ اور
 کتنا پریشانی اس کا لہجہ تھا۔ سچ کہتا ہوں اس سے نفرت کرتے ہوئے بھی
 میں اسے تعریفی نظروں سے دیکھتا ہوں۔ بغیر ذرہ سکا۔ اس کی حالت ٹھیک
 اس دیوبند شیطان سے ملتی جلتی۔ جو کسی آدمی کو پا پڑے اور پھر اس
 سے کہے یہ جتنا تمہارا جتن چاہتا ہے ہاتھ پیرا لو۔ لیکن میری گرفت
 سے نہ ہلے گا۔ یہ معاملہ مکر کے لئے۔ کہ ان مجھے تھے لفظوں کا مسٹر
 مارشنگٹن پر کیا اثر ہوا ہے میں ان کی طرف مڑا۔ لیکن یہ دیکھ کر بڑا تعجب
 ہوا۔ کہ ان کے چہرہ پر غصہ جوش یا نفرت کے آثار قطعاً موجود نہ تھے۔
 ”پرہت اچھا“ انہوں نے آخر کار کہا۔ تاہم لفظی بحث میں پڑنا
 نہیں چاہتے۔ تم نے اس کو کاروبار کہا ہے۔ میں بھی یہی کہتا ہوں۔ کہ
 کاروبار ہے۔ لیکن ہر طرح کے کاروبار میں دو فو فریق آپس میں سمجھوتہ کی بھی
 کوئی نہ کوئی صورت پیدا کر لیا کرتے ہیں۔ تم کو وہ پیہ درکار ہے۔ میں دینے

کے لئے تیار ہوں۔ لیکن تب تک نہیں کہ ہمارا آپس میں فیصلہ کن سمجھوتہ نہ ہو جائے۔“

”چکیلے چشمے کی پشت پر ڈی لائٹ کی تیز آنکھیں مسکراتی نظر آتی تھیں اس کے پہرہ پر طمانیت کی وہ جھلک پائی جاتی تھی۔ جو ظاہر کرتی ہے کہ سوراخا کو ہی رخ پر چلے بازی اپنے لاکھ ہے۔ کہنے لگا آپ سمجھوتہ کرنا چاہتے ہیں۔ بہت اچھا۔ میں اس کے لئے بھی حاضر ہوں۔“

”لیکن وہ سمجھوتہ اس وقت نہیں ہو سکتا“ مسٹر مارشلنگٹن نے جواب دیا۔ ”بہت نہیں تو ایک ہفتہ تک کے لئے میں بھی مصروف ہوں خرابی صحت کی وجہ سے میں نے ہسپتال میں داخل کر دیا ہے اور کئی ایک باتیں فیصلہ طلب باقی ہیں۔ اس لئے ایک ہفتہ انتظار کرو۔ پھر میں تمہارے ساتھ ایک ایسا تصفیہ کرنا چاہتا ہوں۔ جس سے یہ آئے دن کی جھنجھٹ ختم ہو۔ اس عرصہ میں میں اگر تم کو گزارہ کے لئے ضرورت ہے۔ تو کچھ نقد روپیہ دے دوں گا۔“

”کس قدر؟ مسٹر لائڈ نے پُرسشور لہجہ میں پوچھا۔“

”میں تمہیں پانچ سو پونڈ کا کھانا چاک دینے کے لئے تیار ہوں۔“ یہ الفاظ مسٹر مارشلنگٹن نے اس طرح کے سرسری لہجہ میں کہے جو بالکل یقینی و قسم ان کے خیال کے مطابق پانچ پیسے قیمت رکھتی ہو۔ اس سے تم اپنا اسراف کچھ عرصہ کے لئے حبس محمول پر آکر کر سکتے ہو۔ لیکن چاک دینے سے پہلے میں تم سے لاکھ والوں کا۔ کہ اس سات دن کے عرصہ میں نہ تم میرے مکان پر آؤ۔ نہ کسی اور طریقہ پر مجھ کو پریشان کرو۔“

ڈی لائڈاٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔
 ”تقلم دوات نکالئے میں تحریر لکھے دیتا ہوں۔ آپ چک پر دستخط کر دیں
 ایک ہفتہ کے بعد جس جگہ آپ چاہتے ہیں۔ میں وہیں حاضر ہو جاؤں گا۔ اور
 ہم آپس میں وہ سمجھوتہ کر لیں گے۔ جس کی آپ کو خواہش ہے آپ کی سوجھی ہوئی
 تجویز خوب ہے جس طرح دولشکر میدان جنگ میں عارضی صلح کر لیا کرتے ہیں
 ہا! ہا! ہا! اس کے بعد ہم دوبارہ ملکر! تو ہمیشہ کے لئے ہشتیا کی
 شرطیں کر لیں گے۔ یا پھر جنگ و جدل کا آغاز ہو گا۔ کیوں؟
 اس کے چند منٹ بعد پانسو پونڈ کا چک جیب میں ڈالے وہ میرے آگے
 ڈیوڑھی کی طرف ہولیا۔ میں اس کو دروازہ تک چھوڑنے ساتھ جا رہا تھا۔
 دروازہ سے قدم باہر رکھتے وقت وہ چہرہ پر آٹا تبسم لئے پیچھے مڑا
 اور کہنے لگا۔

”میرے عزیز دوست ڈرہم۔ آپ نے دیکھ لیا۔ کسی مالدار آدمی کے
 چھوٹے سے راز کا حال جاننے کے بعد اس پر قابو پانا کس قدر نفع بخش ثابت
 ہوتا ہے۔ لوگ کان طلا کا ذکر کیا کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ معدن الماس
 ہے۔۔۔ بربش بجنیر“

وہ منہ بناتا ہوا رخصت ہو گیا۔ اور میں چپ رہا جی تو چاہتا تھا۔ کہ
 ایک رخصتی لگ لگا کر دل کے ارمان نکال لوں۔ لیکن مالک کی مصحفیت کو
 سوچا جو مضبوط ہی کرنا پڑتا۔

بہر حال اپنے غصہ اور جوش کی نائنش کرنے کے لئے میں نے اس کے
 باہر نکلتے ہی دروازہ پر رشور آواز سے بند کر دیا۔

کے لئے تیار ہوں۔ لیکن تب تک نہیں کہ ہمارا آپس میں فیصلہ کن سمجھوتہ نہ ہو جائے۔“

”جھکیلے چشمے کی پشت پر ڈی لائٹ کی تیز آنکھیں مسکراتی نظر آتی تھیں اس کے پہرہ پر طمانیت کی وہ جھلک پائی جاتی تھی۔ جو ظاہر کرتی ہے کہ وہ سوا خواہ کسی رخ پر چلے بازی اپنے ہاتھ ہے۔ کہنے لگا آپ سمجھوتہ کرنا چاہتے ہیں۔ بہت اچھا۔ میں اس کے لئے بھی حاضر ہوں۔“

”لیکن وہ سمجھوتہ اس وقت نہیں ہو سکتا“ مسٹر مارشنگٹن نے جواب دیا۔ ”بہت نہیں تو ایک ہفتہ تک کے لئے میں بھی مصروف ہوں خرابی صوت کی وجہ سے میں نے بالکل میل استعمال کر دیا اور کئی ایک باتیں فیصلہ طلب باقی ہیں۔ اس لئے ایک ہفتہ انتظار کر دو۔ پھر میں تمہارے ساتھ ایک ایسا تصفیہ کرنا چاہتا ہوں۔ جس سے یہ آئے دن کی جھنجھٹ ختم ہو۔ اس عرصہ میں میں اگر تم کو گزارہ کے لئے ضرورت ہے۔ تو کچھ نقد روپیہ دے دوں گا۔“

”کس قدر؟ مسٹر لائٹ نے پُر شوق لہجہ میں پوچھا۔“

”میں تمہیں پانچ سو پونڈ کا کھانا چاک دینے کے لئے تیار ہوں۔“ یہ الفاظ مسٹر مارشنگٹن نے اس طرح کے سرسری لہجہ میں کہے جو یا پانچ سو پونڈ رقم ان کے خیال کے مطابق پانچ پیسے قیمت رکھتی ہوگی اس سے تم اپنا اسراف کچھ عرصہ کے لئے حسب معمول پر کر سکتے ہو۔ لیکن چاک دینے سے پہلے میں تم سے لاکھوں لوگوں کا کہ اس سات دن کے عرصہ میں نہ تم میرے مکان پر آؤ۔ نہ کسی اور طریقہ پر مجھ کو پریشان کرو۔“

ڈی لائڈ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔
 ”قلم دوات نکالئے میں تجھ پر لکھے دیتا ہوں۔ آپ چک پر دستخط کر دیں
 ایک ہفتہ کے بعد جس جگہ آپ چاہتے ہیں۔ میں وہیں حاضر ہو جاؤں گا۔ اور
 ہم آپس میں وہ سمجھوتہ کر لیں گے۔ جس کی آپ کو خواہش ہے آپ کی موری ہوئی
 تجویز خوب ہے جس طرح دولشکر میدان جنگ میں عارضی صلح کر لیا کرتے ہیں
 ہا! ہا! ہا! اس کے بعد ہم دوبارہ ملکر! تو ہمیشہ کے لئے ہستی کی
 شرطیں کر لیں گے۔ یا پھر جنگ و جدل کا آغاز ہو گا۔ کیوں؟
 اس کے چند منٹ بعد پانسو پونڈ کا چک جیب میں ڈالے وہ میرے آگے
 ڈیوڑھی کی طرف ہویا۔ میں اس کو دروازہ تک چھوڑنے ساتھ جا رہا تھا۔
 دروازہ سے قدم باہر رکھتے وقت وہ چہرہ پر آئنا تبسم لئے پیچھے مڑا
 اور کہنے لگا۔

”میرے عزیز دوست ڈرہم۔ آپ نے دیکھ لیا۔ کسی مالدار آدمی کے
 چھوٹے سے راز کا حال جاننے کے بعد اس پر قابو پانا کس قدر نفع بخش ثابت
 ہوتا ہے۔ لوگ کان طلا کا ذکر کیا کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ معدن الماس
 ہے۔۔۔ رشپ بخیر۔“

وہ منہ بناتا ہوا رخصت ہو گیا۔ اور میں چپ رہا جی تو چاہتا تھا۔ کہ
 ایک رخصتی لگ لگا کر دل کے ارمان نکال لوں۔ لیکن مالک کی مصیحت کو
 سوجھا چڑھتا ہی کرنا پڑا۔

بہر حال اپنے غصہ اور جوش کی نائش کرنے کے لئے میں نے اس کے
 باہر نکلتے ہی دروازہ پر شور آواز سے بند کر دیا۔

باب ۸

انوکھی مصلحت

ڈرہی آہستگی سے چلتی ہیں اس کمرہ کی طرف ہو لیا۔ جس میں اب مسٹر مارشلنگٹن اکیلے تھے۔ لیکن دروازہ میں قدم رکھنے سے پہلے میں تھوڑی دیر واقعات پیش آمدہ پر غور کرنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ جو کچھ میرے دیکھنے میں آیا۔ وہ اتنا عجیب و حیرت انگیز تھا اور میری قوت فہم سے اتنا بعید کہ تھوڑی دیر کے لئے مجھے اپنے دماغ میں چکاڑتا معلوم ہوا۔ صرف ایک بات جو اس گہرے دھندلکے میں جو میرے ذہن و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ نظر آئی یہ تھی کہ مسٹر مارشلنگٹن کی زندگی کا کوئی حصہ... یا کوئی واقعہ کسی اس طرح کے گہرے راز سے وابستہ ہے جس کو وہ کسی حال میں ظاہر ہونے کا موقعہ دینا پسند نہیں کرتے۔ کسی طرح وہ راز اس شیریں دہن افنی... اس نام و نہاد ہسپانوی کو۔ جو خدا جانے سپین کا رہنے والا تھا۔ یا میکسیکو کا باشندہ یا کسی غیبی نسل سے تعلق رکھتا تھا... بہر حال وہ کوئی ہو کسی نہ کسی طریقہ پر وہ مسٹر مارشلنگٹن کے راز سے واقف ہو چکا تھا۔ لیکن اس حد

تک مجھے اس معاملہ سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ معاملہ ان دو شخصوں کے درمیان تھا۔ اور وہ اس کو بہتر طے کر سکتے تھے۔ لیکن سب سے زیادہ جو سوال میرے جی کو پریشان کرنے کا ذریعہ بنایا تھا۔ کیا اس راز کا قلعو قوس کسی نہ کسی طریقہ پر کیلا کی ذات سے جی ہے؟

آخر کار میں دروازہ کھول کر اندر گیا۔ سر مارٹنگٹن اب تک اسی حالت میں کھڑے تھے۔ جس میں میں نے انہیں چھوڑا تھا۔ یعنی گہرے فکر و اضطراب کی حالت میں ان کا ایک ہاتھ میز پر رکھا ہوا اور دوسرے سے وہ اپنے رخصانہ کے چارے تھے۔ انکھیں میز پر بکھرے ہوئے کاغذات اور فرس نہ مین کی دوسری چیزوں پر لگی تھیں۔ لیکن میرے لئے یہ جاننا مشکل نہ تھا۔ کہ وہ ان چیزوں کو دیکھتی نہیں بلکہ خدا معلوم ان کے خیالات کی بد کہاں سے کہاں تک پہنچی ہوئی ہے۔ جس وقت میں نے دروازہ بند کیا تو آہٹ سن کر وہ پہلے بڑے زور سے چونکے اس کے بعد میری طرف دیکھ کر مسکرائے۔ لیکن اس مسکراہٹ میں بھی ضعف جانی اور استعمال کے آثار پوشیدہ تھے۔

”ڈریم یہیں آ جاؤ“ انہوں نے مجھ سے کہا۔ ایک دو باتیں تم سے کرنی ہیں؟

انہوں نے جن کرسی کی طرف اشارہ کیا تھا۔ میں اس پر بیٹھ گیا۔ لیکن وہ خود اس کے بعد بھی کھڑے رہے۔ اور انجام کار ایک گہرا سانس لیکر بیٹھ گئے۔

”ڈریم“ اس کے بعد انہوں نے کہنا شروع کیا۔ ”یہ آدمی جس کو ابھی تم نے رخصت کیا ہے اتنا پاچی... بد معاش اور صرا مزادہ ہے۔ کہ شاید

روئے زمین پر اس کا ثانی کوئی نہ ہو گا۔ میری خدا سے یہی دعا ہے۔ کہ
 کبھی کوئی آدمی ایسے مرنے والا ہو جس کے قابو میں نہ آئے؟
 ”مجھ کو جان کر یہ بہت افسوس ہوتا ہے کہ اسے آپ پر کسی طرح کی
 گرفت حاصل ہے؟ میں نے مدھی آباد سے کہا۔

”تصور سراسر میرا ہے... میرا اپنا“ انہوں نے کہا: ”کوئی دوسرا
 آدمی ہوتا تو جو کچھ مجھ سے لے چکا ہے اس پر قناعت و اطمینان کی زندگی
 بسر کرتا۔ لیکن اس کی خون آشامی کہیں ختم نہیں ہوتی وہ اس جو تک کی
 مانند ہے جو پیٹے خون چوستی ہے پھر اس کو نکال کر دوبارہ اتنی ہی بھوک کی
 ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ مجھ سے لے پیہ لے کر وہ اس کو یوں
 برباد کرتا ہے گویا میرے دیئے ہوئے نوٹ آدمی کا غصے پر رزے ہوں
 مگر لعنت و کار شیطان۔ اس کا ذکر جانے دو میں جس سوال پر تم سے
 بات چیت کر رہا تھا۔ وہ بیچ میں ہی رہ گیا۔ ڈرہم میری خواہش ہے۔
 کہ تم فوراً کیلا سے شادی کر لو۔ کیا سمجھ گئے؟ فوراً؟“

ان الفاظ کو سن کر ایک لمحہ کے لئے میری حیرت نے اتنی ترقی کی
 کہ میں جواب میں کوئی لفظ منہ سے نہ کہہ سکا۔ لیکن پھر بھی میں نے اپنے
 دل میں اس بات کا سہم ارادہ کر لیا۔ کہ خواہ کچھ ہو وہ ایک سوال پر چھپے
 بغیر نہ رہوں گا۔ جو میرے دلوں کو سب سے زیادہ مضطرب بنائے ہوئے
 تھا چنانچہ اس فیصلہ پر پہنچ کر میں نے ہر طرح کی مصلحت نظر انداز کر کے
 صاف لفظوں میں کہا۔

”کیا آپ کی اس خواہش کی تہ میں بھی کہ میں اور کیلا فوراً شادی کر
 لیں وہی لازم کام کرتا ہے جو آپ کے اور اس آدمی ڈی لائڈ کے درمیان

چھپاتا ہے یہ کہتے ہوئے میں نے غور بین نظروں سے مسٹر مارشنگٹن کے چہرہ کو دیکھنا شروع کیا۔

ان کے ہونٹوں میں خفیف سی لرزش ہوئی۔ ایک ثانیہ کے لئے انہوں نے دوسری طرف کو منہ پھیر لیا۔ اس کے بعد میری طرف منہ کر کے صورت اثبات سر ہلاتے ہوئے یہ ایک لفظی جواب دیا۔

”ہاں“

”اگر واقعی ایسا ہے“ میں نے پھر اپنا دل مضبوط کر کے کہنا شروع کیا۔ ”تو کیا آپ کے نزدیک یہ بات ہر طرح واجب اور مناسبت نہیں کہ رسم شادی ادا ہونے سے پہلے آپ مجھ کو اور گمیلا کو اس راز کی حقیقت سے آگاہ کر دیں؟“

جواب دینے کی بجائے وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر گہرے فکر و اضطراب کی حالت میں کمرہ کے اندر ٹہلنے پھرتے رہے۔ آخر ایک موقع پر میرے پاس آ کر رک گئے اور اپنا ہاتھ میرے شانہ پر رکھتے ہوئے بولے۔

”ڈرہم میں اس بات کا وعدہ کرتا ہوں۔ کہ اس راز کی حقیقت یقینی طور پر تم سے اور گمیلا سے بیان کر دی جائے گی۔ لیکن میرا کہا مانو۔ اور فی الحال کوئی بات پوچھنے کے لئے ذرا نہ ڈالو۔ جتنا عرصہ تم کو میرے پاس رہتے ہوئے گزرا ہے۔ اس میں کم از کم یہ ایک بات تم نے حذر و معلوم کر لی ہو گی۔ کہ میرے خیالات اور تفکرات سب سے زیادہ اس بات کے لئے، ہے ہیں کہ میری گمیلا پھلے پھلے اور خوشحال ہو۔ اسی بہتری کے خیال کو مد نظر رکھ کر میں چاہتا ہوں۔ تم دونوں کی

شادی کی رسم فوراً ادا ہو جائے ورنہ میرے عزیز اگر تم اس معاملہ میں میرا کہا مانو گے تو اطمینان رکھو تمہیں کسی حال میں افسوس نہ کرنا پڑے گا۔

بات میرے غریب بھائی کی کیلا سے شادی کر کے افسوس پیدا ہونے کا خیال ہی ناممکن ہے۔ اس لئے آپ اس کا ذکر رہنے دیں لیکن اس کی جگہ میں نے ایک اور سوال ان سے پوچھا۔

”اچھا فرض کیجئے۔ کہ میری اور کیلا کی شادی جس طرح آپ چاہتے ہیں۔ کسی وجہ سے فوراً نہ ہو سکے۔ تو کیا اس کے... یعنی کیلا کے لئے کسی طرح کا خطرہ ہے؟... اور کیا وہ خطرہ اس آدمی ڈی لائڈ کی طرف سے پیش آسکتا ہے؟

”میں خطرہ تو نہیں کہتا“ مسٹر مارشنگٹن نے جواب دیا۔ لیکن ہاں اگر تم میرا کہا نہ مانو جس کی مجھے بہت ہی کم امید ہے تو پھر اس صورت میں اس کے دل کو رنج و غم... تکلیف... اور ایک بھاری مدد پہنچنے کا احتمال ضرور ہے۔ حالانکہ فوراً شادی کر لینے کی صورت میں ان ساری باتوں کا اثر ادا ہو سکتا ہے۔ پھر فوراً ہی لہجہ بد لکر اور چہرہ پر گہری متانت کے آثار پیدا کر کے وہ سنجیدگی کے لہجہ میں بولے ”ڈرم پھر ایک بار کہتا ہوں۔ تم کو ہر حال میں میری ذات پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ جو کچھ میں کرنے لگا ہوں فقط تم دونوں کی خوشی اور خوش حالی کے لئے ہے۔ میں ہرگز اتنا زور نہ دیتا۔ اگر یہ معاملہ اس قدر اہمیت نہ رکھتا یا میں تم سے اس قدر واقفیت نہ رکھتا مگر مجھے حاصل ہے۔ لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ جب ایک بار اس کو

متہاری بیاتہا بیوی کا درجہ حاصل ہو گیا۔ تو پھر کسی قسم کا اندیشہ باقی نہ رہے گا۔ اور یہ بھی میرا وعدہ ہے۔ کہ شادی کی رسم فوراً ادا ہونے کے بعد میں سارے حالات تم سے بیان کر دوں گا۔“

میں لا جواب ہو گیا۔ اس کے آگے کو نہ اعتراض تھا۔ جو میں اپنی طرف سے پیش کرتا؟ میری خاموشی کی رضامندی سمجھ کر انہوں نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بڑے زور سے دبا دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں فیصلہ کن انداز سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور کہا۔
”جس طرح آپ کی مرضی۔ فرمائیے اب آپ میرے لئے کیا حکم دیتے ہیں؟“

”کسی طرح کے خاص احکام کی حاجت نہیں۔“ انہوں نے پھر ایک بار وہی رسمی لہجہ اختیار کر کے کہا۔ ”کل صبح جتنا سویرے ممکن ہو گیا ا سے ملنا۔ لیکن جراتیں میں نے تم سے کہی ہیں وہ ہرگز ان کے کانوں تک نہ پہنچا نا۔ جس قدر ممکن ہو نرم پیرایہ میں ایسے طریقہ پر کہ اس کے قلب نازک کو کوئی صدمہ نہ پہنچے اس سے کہنا۔ کہ ڈاکٹر سینکٹن نے معاہدہ کے بعد یہی فیصلہ کیا ہے۔ کہ اپنا دل بے جا نہ کرے۔۔۔“

ایکوں سب باتیں تم نے آپ بہتر کہہ سکتے ہو۔ میرے سمجھنے کی نہیں مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسی تہدید پیش کر کے شادی کا ذکر بھڑکاو۔ کہنا۔ ان حالات کی وجہ سے وہ چاہتے ہیں ہمارے شادی کی رسم جلد از جلد ادا ہو جائے اس کی تسکین خاطر کے لئے یہ بھی کہہ دینا کہ خطرہ فوری نہیں عین ممکن ہے۔ کہ وہ سالہا سال تک زندہ رہیں! ہم وہ ایسا خطرہ ہے۔ جو نہ معلوم کس وقت کس گھڑی ان گہاں پیش

آجائے۔ ہر رے وہ چاہتے ہیں کہ ہماری شادی ان کی زندگی میں نہ جائے غرض اس طریقہ پر یہ بات بنا کر اس کا اطمینان کرا دینا اور اس کی رونا مندی لے کر اسے اپنے سائق میرے پاس لانا یہ حسبِ کرپو تو میرے دیکھوں سے جا کر لانا۔ وہ ایک یاد دہانہ کے اندر اندر تھا۔ یہی شادی کا خاص اجازت نامہ حاصل کر دیں گے۔ بلکہ سچ پوچھ تو میں یہ ذکر پیشتر ہی ان سے کر چکا ہوں اس لئے دورِ راحت جو مبادیات کو طے کرنے میں پیش آئی ہے۔ واقع نہ ہو گی۔ بس میرے خیال میں اسی قدر مجھ کو کہنا تھا۔

تقریر ختم کر کے انہوں نے میرا ہاتھ پر محبت انداز سے دیا یا اور اس کے بعد ایک طرف کوٹھنے لگے۔ کھٹے کہ پھر پیچھے کو۔ اپنا ہونے اب ان کے ہونے پر ایک طرح کا محض فیہم تھا۔ کہنے لگے۔

ادہ میں ایک بہانہ دے رہی ہوں تو بالکل ہی نظر انداز کر گیا۔۔۔ لیکن ہے وہ تمہاری نظروں میں کوئی خاص اہمیت نہ رکھتی ہو۔ لیکن دنیا والوں کی نظروں میں ضرور رکھتی ہے یعنی روپے کا معاملہ۔ میں اس بارہ میں اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں کہ اس کا فیصلہ تم میری ذات پر رہنے والے میں سب انتظام ایسے طریقہ پر کروں گا۔ کہ کسی کو وجہ شکایت پیدا نہ ہوگی۔ میرے دل کو یہ جان کر سکون ہو جائے گی۔ کہ تم اور کیلا دو تالاب ایک تالاب ہو گئے ہو۔ پھر مجھے کسی بات کا اندیشہ نہیں ہے۔ بس حساب و ادب تم آراہم کر سکتے ہو۔

اور اس سے پہلے کہ میں اس سلسلہ میں کوئی اور لفظ منہ سے نکالتا
 انہوں نے ہنسنے ہنسنے مجھے کمرہ سے رخصت کر دیا۔ لیکن سچ پوچھیے
 تو میرے دماغ میں ایک آگ سی شعلہ تھی۔ واقعات نے عرصہ قابل
 کے اندر ہی اس طرح کی جبرت آئینہ رخسار حاصل کر لی تھی کہ کسی ایک
 بات کو سمجھنا بھی عملی طور پر ناممکن تھا۔ جس طرح حالت خواب میں سہی
 ایک صورتیں آمیز ہو کر دماغ کے آئینہ میں بیٹھتی ہوتی ہیں اسی طرح
 نے احوال کئی شہنشاہتیں میری نظروں کے سامنے پھر رہی تھیں یعنی
 جینز کوئیٹ اس کا بھائی زبیدی ... جوزی ڈی لاند ...
 پیران کے علاوہ ڈوور کا مردہ خانہ ... ایڈمیرال بین ہو کی میراٹے
 ... وہ نظارے جو ڈی لاند کی موجودگی میں میں نے دیئے تھے
 اور ان ... ب پر مستزاد مسٹر مارش ٹائٹن کے تازہ تاکیڈی
 احکام حقیقت یہ ہے کہ جس وقت میں بستر پر لیٹنے کے خیال
 سے کپڑے اتار دیتا تھا۔ تو یہی خیال کرتا تھا کہ رات بھر سو نہ
 سکوں گا۔ لیکن جوانی کا عالم بھی عجیب ہے۔ جرنی پڑ کر لیٹا
 فوراً آنکھ لگ گئی اور آخر اس وقت کہ وہ  کا
 سورج تبسم کنناں کمرہ کی کھڑکی سے جھانک رہا تھا
 یاد دلاتا تھا کہ آٹھ آج کا دن ہمارے زندگی میں انقلابی اہمیت
 رکھنے والا ہے۔

کیملا سے جو میری بات چیت ہوئی۔ اس کا حال مختصر یہ ہیں
 لا اُجبت ہے اس طرح کی باتیں جرم و سبب کا یہ کارہ کی ایک
 ایسی درستہ بن میں، بیوی میں کہنے بیٹھا ہوا، شامیہ کی باتیں

مختصر یہ کہ وہ مسٹر مارشنگٹن کی مرضی کے مطابق عمل کرنے کو آمادہ ہو گئی اس کے بعد میں اسے اس کے ماموں کے پاس لے گیا۔ اور انہیں ہر طرح مطمئن بھیجا ہوا دیکھ کر اس کام کی سرانجام دہی کے لئے رخصت ہوا۔ جو اس سلسلہ میں باقی رہا تھا۔

سب سے پہلے میں حصہ شہر میں جا کر مسٹر مارشنگٹن کے وکیل صاحب سے ملا۔ معلوم ہوا ان کو پہلے سے میرا انتظار تھا۔ کیونکہ جو ہنری میں نے اطلاع کرائی۔ مجھے فوراً اندر بلا لیا گیا اور وکیل صاحب اس طرح کی دل چسپی اور تعریفی نظر سے میری طرف دیکھنے لگے۔ جو صاف ظاہر کرتی تھی۔ کہ وہ ہر ایک راز سے واقف ہیں۔ چند منٹ کے عرصہ میں وہ میرے ساتھ شادی کی سند حاصل کرنے ڈاکٹر کا منزنا تک چلنے کو تیار ہو گئے۔ لیکن جو نہ، ہم نے اس موٹر میں قدم رکھا۔ جس پر سوار ہو کر میں امیٹن سڑک پر اس جگہ تک آیا تھا۔ وہ بولے:-

”کل مسٹر مارشنگٹن کی زبانی یہ سن کر بہت افسوس ہوا کہ ڈاکٹر نے اُن کی موت کے بارے میں کوئی تشویشناک اطلاع دی ہے کیا انہیں کوئی عارضہ لاحق ہے؟“

”جی ہاں چونکہ ابھی شفا یات ہے یہ میں نے سرمری ایبے میں دیکھ دیا۔ کیونکہ میں نے ان کی گفتگو کی خواہش نہ رکھتا تھا۔“

لیکن وکیل صاحب اس آسانی سے چھپا پیوڑے والے نقشے سرطاکر مسکراتے ہوئے کہنے لگے ”معلوم ہوا یہی وجہ ہے۔ وہ آپ کی شادی جلد از جلد اپنی ہم شیر ادا سے کروینا چاہتے ہیں

مسٹر ڈرم آپ کی خوش نصیبی میں کلام نہیں۔ اور میں اس کامیابی پر آپ کو تہ دل سے مبارک باد دیتا ہوں۔ اس کے باوجود مجھ کو یقین ہے مسٹر مارشلنگٹن کو کوئی فوری خطرہ پیش نہ آئے گا۔ اور وہ ساڑھے سال تک آپ لوگوں کو فرسش و خرم دیکھنے کے لئے زندہ رہیں گے۔ ایک آدمی کا حال مجھ کو یاد ہے۔ جس کو بتایا گیا تھا کہ اس کی موت چند گھنٹوں کے اندر اندر واقع ہو سکتی ہے۔ لیکن وہ اس کے بعد کئی تیس سال زندہ رہا۔

”مسٹر مارشلنگٹن کی ہمیشہ یہ نادت ہے: ”میں نے جواب دینے کی غرض سے کہا کہ ہر طرح کے حالات کو مد نظر رکھ کر پیش بینی کر لیا کرتے ہیں۔“

دکیل نے پھر ایک بار قسم کیا۔ اور عجیب طرح کی نظروں سے میری طرف دیکھا۔ معلوم ہوتا تھا وہ کسی بات کو یاد کر کے دل ہی دل میں ہنستا ہے۔ نرم لہجہ میں بولا۔

”بے شک ان کی دور اندیشی میں کلام نہیں۔ لیکن ایلوہم منزل مقصود پر آپہنچے ہیں امید کرتا ہوں ہر ایک کام سے بہرہ مند فارغ ہو جائیں گے۔“

اس سے محو ڈا حرمہ بعد وجہ میں ڈاکٹر کا منہ سے رخصت ہوا تو میرے پاس کنٹریری کی لاٹ پادری کا دستخطی حکیت نہ موجود تھا جس میں اس بات کی اجازت دیدی گئی تھی کہ جان ڈرم اور میلاٹن کی شادی کی رسم فوراً یا جس وقت ان کا جی چاہے ادا ہو سکتی ہے اور ہر ایک پادری کو اختیار ہے کہ وہ اس رسم کو ادا کر دے

لیکن دفعتاً ایک اور خیال میرے دل میں پیدا ہوا۔ یعنی میں نے سوچا کہ اگر سچ مچ ہماری شادی اس قدر جلد ہو نیوالی ہے (بظاہر یہ بات اتنی عجیب و غریب ممکن نظر آتی تھی کہ جب میرے خیالات کی اس طرح کی صورت میں میرا فرض تھا کہ شادی کی ایک انگوٹھی خرید کر کبھیلا کو پیش کرتا۔ پس میں نے شو فر سے کہا کہ سیدھے بونڈسٹریٹ کی طرف لے چلو۔ اس جگہ ایک جوہری کی دکان سے میرا عرصہ کا لین دین تھا۔ وہیں سے انگوٹھی خریدنا چاہنا تھا۔

مجھ کو اچھ طرح معلوم ہے کہ جب کوئی نوجوان شادی کرنے لگتا ہے تو اس شہم کی انگوٹھی خریدنے کے لئے ایک مرحلہ سے کم نہیں ہوتا۔ بیٹا بیٹہ کسی ایک ویکٹریوں نے تو اس شہم کے عظیمہ کمرے بنا رکھے ہیں جن میں ایسے آدمی جو شادی کی انگوٹھی خریدنا چاہتے ہوں۔ یوں چسپ کر داخل ہوتے ہیں گویا چور بنی کرنے چلے ہوں یا کسی سے روپے مانگنے کا ادا وہ کر کے گئے ہوں مگر میری حالت ان سے جدا تھی۔ واقعات حال نے کچھ اس طرح کا جوش میرے دل کے اندر پیدا کر دیا تھا کہ میں کسی کی پروا نہ کر کے دلیرانہ گھس گیا اور گونین چار آدمی اور بھی مختلف چیزوں کی خرید کے سلسلہ میں دوکان کے اندر موجود تھے۔ تاہم ان کی پروا نہ کر کے میں نے دوکان میں قدم رکھتے ہی کہا۔

مجھ کو ایک شادی کی انگوٹھی درکار ہے۔
دوکان کے ایک نائب نے طرح طرح کی انگوٹھیوں کے تین کس

میرے سامنے کھول کر رکھ دیئے اور جیسا اس قماش کے لوگوں کا معمول ہے۔ بیٹھی نرم آواز سے کہنے لگا۔ ”ان میں سے پسند فرمائیے۔ لیکن کیا آپ کو خاتون کی انگلی کا ماپ معلوم ہے؟“

”محسوس نہیں“ میں نے جواب دیا۔ ”لیکن میں اندازہ سے معلوم کر لوں گا۔۔۔ میرے خیال میں یہ انگلی بھی ہر طرح موزوں ہوگی۔“

میں نے قیمت و ریاضت کر کے ادا کر دی۔ اور انگلی لے کر دوکان سے رخصت ہونے لگا تھا کہ کسمپنس نے میرے قریب ہی اس طرح کی ایک کھنکار لگا کر جواب دینے اندر طنز کی جھلک رکھتی تھی۔ میں نے جلدی سے اس کی طرف دیکھا۔ اور آپ میری حالت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جب معلوم ہوا کہ وہی ناہنہا۔ ڈی لائنڈا جینس کے کہ۔ میں لگانے کے جتن خریدا۔ نے کے لئے کئی ایک نمونے سامنے رکھے ان کو بغور دیکھ رہا ہے۔

فؤ کو رکنا دیکھ کر بھی اس نے میری طرف رخ نہ کیا۔ بلکہ اپنے انتخاب میں مہمک رہا۔ میں نے بھی اس کو مخاطب کرنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ اور دوکان سے نکل کر موٹر پر سوار ہو گیا۔ لیکن جس وقت ہماری موٹر باز روں کو قطع کرتی جا رہی تھی تو میں اپنے دل میں سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ اس خنیف سے واقعہ نے میرے دماغ کو بری طرح پریشان کر دیا ہے۔ حیران ہو کر سوچتا تھا۔ کہ یہ منحوس آدمی عین اس وقت کہاں سے آ نکلا۔ جب میں شادی کی انگلی بھی خریدنے لگا تھا۔ اور اسکی آمد کا اثر ہمارے مستقبل پر ناخوشگوار فو نہ ہو سکا۔ ایک بار تو یہاں تک بھی جی میں آئی تھی کہ اس انگلی کو پھینک کر کوئی دوسری خرید لوں

کیسے غنیمت ہے کہ میری بدحواسی اس مذہبک نہیں پہنچی میں نے اپنے آپ کو بے گناہ سمجھا یا۔ کہ ڈی لائنڈا کا میری ذلت سے کیا واسطہ؟ وہ جانے یا سرسبز نہایت۔ اگر وہ مجھ کو جوہری کی دوکان پر اتفاقہ نظر آ گیا۔ تو

لیکن جب میں نے ڈیوڑھی میں قدم رکھا تو داروغہ سٹیل ٹن اس طرح میری طرف سے کہ آیا کہ معلوم ہوا تھا۔ وہ کسی قسم کی غیر ضروری اطلاع و بیانی نہ تھا۔ کہتے تھے۔

”مستطاب شہزادہ“ دس ٹن کو ساتھ لیے کر ڈوور تشریف لے گئے آپ کے جانے کے بعد باب کے نام ایک تار آیا تھا۔ اور دس ٹن ڈوور پریشور۔ سر ۱۱ بجے کی کھاڑی بر رخت ہوئے۔ آپ کے لئے ایک رقعہ لکھ کر چھوڑ گئے ہیں۔ اور کمرہ کے اندر رکھا ہوا ہے۔“

میں دل ہی دل میں پہنچ و تاب کھانا اس کمرہ کی طرف گیا۔ جس میں ان کا خط رکھا ہوا تھا سوچتا جاتا تھا کہ ہونہ ہو اس واقعہ کا تعلق کسی نہ کسی طریقہ پر جینر کو ملیٹ کے راز سے ہوگا۔ چنانچہ جرنی میں نے لفافہ کھول کر خط پڑھا تو معلوم ہوا میرا اندازہ غلط نہ تھا۔ خط میں مذکور تھا کہ در میرے نام ایک آرڈر تار آیا ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو آپ اپنے تعلقین کو سداقت لے کر ڈوور پہنچ جائیں۔ جہاں کو ملیٹ کی لاش برستقیمات ہوئی ہے۔ اس لئے وہیں جانا ہوا۔ کیلئے کہ میں صرف اس لئے ہمراہ لے جاتا ہوں کہ وہ مجھے رہنا نہیں چاہتی۔ امداد ہے تم بھی اگلی دہائی میں وہیں پہنچ جاؤ گے۔“

”اور اگر اتنی ہی بات ہے تو خیبر میں چلا جاؤں گا۔“ میں نے بڑبڑاتے ہوئے

کہا: ایک طرح کی رسمی کارروائی ہے۔ جس میں مجبوراً حصہ لینا پڑے گا۔
 لیکن جب ریل کا ٹائم ٹیبل اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ سب سے
 پہلی فاسٹ ٹرین دو بیس پر چیرنگ کر اس کے سٹیشن سے
 روانہ ہوتی ہے۔ اور اس کے دو ور پہنچنے کا وقت چار بجے کے قریب
 ہے۔ چنانچہ شادی کا لائسنس اور ٹیکسیلا کو پیش کرینے کی
 انگوٹھی۔ بدستور جیب میں رکھے ہوئے ہیں سو راپا پر کے عمل
 پر دو ور پہنچ کر گاڑی سے اتر کر سب سے پہلا آدمی جو مجھ کو پلیٹ
 فارم پر اس طرح بھرتا نظر آیا۔ گویا کسی کو تلاشت کرتا پھر رہا
 ہے۔ وہی انسرپٹ لیس تھا۔ جس نے ایک دن پہلے موٹر روک کر
 مجھ کو جینر کو پلیٹ کی موت سے آگاہ کیا تھا۔ مجھ کو دیکھتے ہی وہ
 تیز قدم اٹھاتا میری طرف کو آیا۔ اور کہنے لگا۔

”مسٹر مارشٹلش نے ایک بیٹام آپ کے لئے چھوڑا تھا،
 جو میں آپ کو پہنچانا چاہتا ہوں۔ وہ اس جگہ سے خلیج مارگرٹ والے
 مکان پر چلے گئے تھے۔ آپ نے بھی وہیں آ جانا۔ وہ صرف اس
 لئے آپ کا انتظار نہ کر سکے کہ معلوم نہ تھا۔ آپ کس گھاڑی سے
 آئیں گے۔“

”بہت اچھا میں غفرتیب چلا جاؤں گا۔“ میں نے جواب دیا لیکن
 یہ کارروائی تحقیقات جو کو پلیٹ کی لاش پر ہونے والی ہے۔ کب
 ہوگی؟

”اس کے لئے کل دن کے ساڑھے دس بجے کا وقت مقرر ہوا
 ہے۔“ انسرپٹ لیس نے جواب دیا۔“

”بہتر“ میں نے کہا یہ اس سے زیادہ تو کوئی بات آپ کو معلوم نہیں ہوئی؟“

”کوئی خاص بات نہیں“ اس نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔ البتہ متوفی کا ایک بھائی زبیدی کو لیٹ جس کا نام ہے اس بگہ آیا ہوا ہے کہتا ہے میں نے لندن سے ایک وکیل کو بھی طلب کیا ہے جو غالباً آج رات تک پہنچ جائے گا۔ لیکن یہ آدمی... زبیدی کو لیٹ کچھ عجیب طرح کا انسان ہے۔ اس کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۱ معاملہ کی نسبت اس کو بعض خاص معلومات حاصل ہیں۔ اور عجب شبہیں کہ کاروائے روبرو اس کا بیان کس طرح کی سمجھنی پیدا کرنے کا موجب ثابت ہوگا

میرے لئے اس سوال پر دماغ لڑانے کی کوشش بے سود تھی۔ کیونکہ میں کوئی فیصلہ کن رائے قائم نہ کر سکتا تھا۔ پس میں نے وہیں پلیٹ فارم کے ایک جانب بنے ہوئے ٹی سٹال سے لیکر چائے کی ایک پیالی پی۔ اور اس کے بعد کرایہ کی موٹر تلاش کرنے لگا۔ تاکہ اس پر سوار ہو کر سینٹ مارگرٹ چلا جاؤں۔ درمیانی فاصلہ کافی لمبا ہے۔ اور گو موٹر کی رفتار تیز تھی تو بھی سینٹ مارگرٹ کے قریب پہنچتے پہنچتے میں اپنے آپ کو مضطرب اور تھکا ہوا محسوس کرنے لگا۔ لیکن میرا یہ سارا کسمل اور اضمحلال اس وقت آن واحد میں کا فور ہو گیا۔ جب موٹر گاؤں کی سڑک پر چلتی ہوئی۔ اس کے پاس ہو کر گزری جو مورٹن مل سٹیشن اور سینٹ مارگرٹ کے درمیان مسافروں کی آمد و رفت کے لئے

چلا کرتی ہے۔ کیا دیکھتا ہوں۔ سینیر ڈی لائڈ انہایت صاف ستھرا
 چہرے پر حرب معمول آثارِ مہتم تھے بس کے ایک کونے میں بیٹھا
 ہے !

باب ۹

لاش پر تحقیقات

ڈی لائٹ اکو بس میں بیٹھا ہوا دیکھ کر اور یہ معلوم کر کے کہ وہ فلیٹ سینٹ مارگرٹ کے قریب بنے ہوئے ہوٹل میں رہنے کے ارادہ سے اس جگہ آیا ہے۔ اور غالباً اس طریقہ پر مسٹر مارشٹن کو زیر نگاہ رکھنا چاہتا ہے۔ اس قدر غصہ اور جوش مجھ پر طاری ہوا کہ میں آپ سے باہر ہو گیا۔ آپ اس کو میری حماقت قرار دیں یا تا عاقبت اندیشی سمجھیں کیونکہ سچ پوچھئے تو مجھے کسی دوسرے آدمی کی نقل و حرکت پر کوئی اختیار حاصل نہ تھا۔ تب کم از کم میرا انداز یہ ہے کہ اس آدمی کی موجودگی میرے نزدیک ان دو شخصوں کے لئے جن کی ذات سے مجھ کو گہری دلچسپی اور محبت تھی، کسی طرح فائدہ مند نہ نظر نہ آتی تھی۔

میں پھر ایک بار کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے اس موقع پر کیا، وہ میری خالص تر نادانی تھا۔ تو بھی ہں چونکہ سارے واقعات کا حال سن و عن کہنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ اس لئے اپنی کسی خطا یا کمزوری کو چھپا کر رکھنا

نہیں چاہتا چنانچہ جیسا میں نے لکھا ہے۔ ڈی لائنڈا کو بس میں بیٹھا دیکھ کر نیک و بد کی امتیاز میرے قابو میں نہ رہی۔ اور جب دونوں موٹر میں برابر برابر چلنے لگیں تو میں نے آواز دیکر دونوں کے ڈرائیوروں کو روک لیا۔ پھر اپنی موٹر سے اتر کر بس کے قریب پہنچا۔ معلوم ہوتا ہے ڈی لائنڈا نے بھی مجھ کو دیکھ لیا تھا۔ کیونکہ وہ چہرہ پر آثارِ جبرت لئے آگے کی طرف جھکا اور جیسا اس کا معمول تھا دکھ دے کے شیریں لہجہ میں کہنے لگا۔

”آہ میرے عزیز مسٹر ڈی لائنڈا! عجیب بات ہے کہ ہم قھوڑی قھوڑی دیر کے بعد عجیب و غریب مقامات پر ایک دوسرے سے ملتے ہیں“

لیکن میں اس طرح کی رسمِ ادب نہ کر سکا کہ گفٹگو کہ جاری رکھنے کے لئے ہرگز آمادہ نہ تھا۔ ”سینئر ڈی لائنڈا! میں نے اپنی آواز کو اس قدر دبا کر کہ وہ دونوں موٹر چلانے والوں کے کانوں تک نہ پہنچ سکتی تھی۔ کانی جوش سے کہا: میں دریافت کر چاہتا ہوں۔ آپ اس جگہ کس مطلب کے لئے آئے ہیں؟ جو وعدہ کل آپ نے مسٹر مارشنگٹن سے کیا تھا۔ یہ اس کے سراسر خلاف ہے۔ اور میں صاف صاف کہتا ہوں...“

اس نے کسی کارآمد وعدہ الیکٹرک کی طرح چہرے پر آثارِ جبرت پیدا کر کے بھروسہ نہ کیا۔ ”اچھا! اور دونوں ہاتھ آگے بھینسا۔ اس کے بعد لہجہ کی حلاوت، زور و نرمی کو حسب معمول قائم رکھ کر کہنے لگا۔

”میرے حکم پر سنا، سنا نہیں آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں میرے دوست مارشنگٹن نے مجھ سے بے مشابہ وعدہ دیا تھا کہ نہ میں ان کے ایٹن سکور... نہ یہ مکان پر باؤں نہ کسی طریقہ پر ان کو پریشان کروں۔ لیکن اس کا مطلب یہ تو ہرگز نہیں ہے کہ دنیا کے سارے مقامات کی آمد و رفت

چھوڑ دوں۔ میں نے دو دور اور لندن ہر دو مقامات پر فلیج سینٹ مارگ کی خدمت کو راجب و ہوا اور دلکش بحری فضا کی تعریف سنی تھی۔ اس لئے بغرنج: "سچ پلا آیا۔"

"لیکن مجھے اندھا معلوم نہ تھا کہ میرے دوست مارشلٹن نے سارے ساحل پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اس لئے میرے عزیز دوست جو کچھ آپ فرماتے ہیں۔ میں اس کا مطالبہ سمجھنے سے محذور رہوں۔ اگر میں کسی بولی کی تعریف سنکر رہوں۔ ہتھ لگے لئے جاتا ہوں۔ تو آ۔۔۔ کرار بات کا کیا حق حاصل ہے کہ یہی محافظہ زمین کی حیثیت میں میری راہ میں عائل ہوں۔۔۔ نہیں نیس مسٹر ڈیرجم آپ بہت بجا کرتے ہیں۔۔۔"

ڈی لانا ان کی اس منطق پر سرزنش کو سن کر میرا چہرہ اسے شرم کے آب آب ہو گیا۔ سوچ کر کہ میں نے اپنے آپ کو کتنا احمق ثابت کیا ہے۔ بی چاہتہ دنا رہا اس کے لوقہ کے کو گدی سے کھینک کھال ہوں جو کچھ اس نے کہا۔ اور جو جواب اس نے میری بجا شکایت کا دیا۔ وہ ہر طرح معتدل تھا۔ اور مجھ کو ناقص کی لڑائی مول لینے سے پہلے بات کے ہر ایک پہلو کو سوچ لینا، جب تھا۔ لیکن غصہ آدمی کے دماغ کو اس کے فعل مزدوں کے ہمیشہ ناقابل بنادیا کرتا ہے۔ یہی حال اس وقت میرا تھا۔

کسی طرح بگڑا بات بنانے کی غرض سے میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا میں ہرگز نہیں پاہتا کہ مسٹر مارشلٹن کو جن کی صحت بیدار ہے۔ یوں حیرن کیا جائے۔۔۔"

اسہ تو کیا مسٹر مارشلٹن کہیں اس پاس تشریف نہ رکھتے ہیں:

اس نے مسکراتے ہوئے کہا: اگر ایسا ہے تو اطمینان رکھیے میں نے الحال ان کو کسی طرح کی زحمت نہ دوں گا۔ بلکہ ایک ہفتہ کی عہدیت پوری ہونے کے بعد ہی ان کا نیاز حاصل کر دوں گا۔ اور اب میری گزارش ہے کہ بہت سے اہمیتی وقت ناخوشی صانع ہو گیا۔ مجھے ہوٹل میں پہنچ کر رات کے کھانے سے پہلے ڈریس تبدیل کرنا ہے۔ رخصت کی اجازت دیجئے۔

میں میں مار گیا۔ اور وہ جیتا۔ اپنے آپ کو برا بھلا کہتا ہوں میں چہر اپنی بوڑھے پر سوار ہو گیا۔ اس کے ٹنڈے دماغ نے میرے نا جانر جوش و خروش کو اس طرح ایک طرت ہٹا دیا تھا۔ جیسے کوئی آدمی کپڑے کی دھبی ہاتھ میں لے کر کڑی کے بالے کو ہٹا دے یوں میں اب بھی دل میں پوری طرح محسوس کرتا تھا کہ یہ آدمی نفوٹو اور مکار ہے۔ اور کسی طریقہ پر یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ مسٹر مارشنگٹن لندن سے پہلے کوئی مارگرٹ پہنچ چکے ہیں۔ ان کے پیچھے یہاں آیا ہے۔ لیکن... سب کچھ جانتے ہوئے میں کہہ رہا تھا کہ نہ سکتا تھا!

مکان تک پہنچتے پہنچتے میرے جی کو کافی سکون حاصل ہو چکا تھا اور اس وقت میں نے اپنے دل میں اس بات کا محکم ارادہ کیا کہ ڈی لائڈ سے اس ناگہانی ملاقات کا حال مسٹر مارشنگٹن یا کیلا سے بالکل نہ کروں گا۔ کیونکہ اس سے فائدہ کچھ نہیں۔ البتہ ان کے دلوں کو فکر مند بنانے کا اندیشہ ضرور تھا۔ علاوہ بریں زیادہ غور کرنے پر معلوم ہوا اس عرصہ قلیل میں کہ ہم لوگ سبڈ مارگرٹ والے مکان پر ٹھہریں گے۔ ہمارے اس آدمی سے ملنے کی کوئی صورت ممکن نہ تھی۔ کیونکہ اس وقت رات ہونے لگی تھی۔ اور میں سویرے ہم کو تلاش کی تحقیقات

کے سلسلہ میں ڈوور چلے جانا تھا۔ اس جگہ حقوڑا سا وقت صرف ہوگا پھر ہم سید سے لندن چلے جائیں گے۔ پس میں نے نہ تو کسی سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ اور نہ اس پر زیادہ غور و فکر کرنے کی حاجت سمجھی۔ گو اس کے باوجود یہ امر واقع ہے کہ حقوڑی حقوڑی دیر کے بعد

میرے خیالات کی رو بلا ارادہ اس طرف لگ جاتی تھی۔ رات کو سونے سے پہلے ہم تینوں بڑی دیر تک بیٹھے اطمینان سے باتیں کرتے رہے گو مسٹر مارشنگٹن کو میں نے دیکھا کہ وہ نسبتاً خاموش اور فکر مند تھے۔ انہوں نے گفتگو میں بھی کمتر حصہ لیا البتہ جب سونے کا وقت قریب ہوا اور کیلا ان کو شب بھر کینے کے لئے اٹھی۔ تو انہوں نے جلدی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور مجھ کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

”ڈرہم کیا تم شادی کا لائسنس حاصل کر لے آئے؟“
میں نے سر کے اشارہ سے ہاں کہی۔ اور اس جیب کو ہاتھ لگایا جس میں کاغذ کو تکر کے رکھا ہوا تھا۔

بہت اچھا! اس پر انہوں نے کہا۔ اب میرے عزیز و میرا فیصلہ یہ ہے کہ کل اس تحقیقات کے معاملہ سے فارغ ہوتے ہی ہم سید سے لندن چلیں اور اس جگہ رسم شادی پاتا غیر عمل میں لانی جائے۔ میرا ایک بہت پرانا ویرست پادری ہے میں چاہتا ہوں وہی رسم شادی ادا کرے

ہمیں دوسرے خیر دیکر وہ اپنے کمرہ کو چلے گئے پھر جب کیلا بھی رخصت ہو گئی۔ تو میں نے تنہا رہ جانے پر سوچنا شروع کیا۔ کیا سمجھی

کسی آدمی نے دنیا میں اپنی شادی سے پہلے کے چند دن اس طرح کے عجیب حالات میں گزارے ہوں گے۔ جیسے میں نے اس وقت سارے حالات پر غور کرتے ہوئے میں بد نصیب جیمز کو ملیٹ کو بھی کو سے بغیر نہ رہ سکا جس نے بے وقت مرکر ہمیں لندن سے پہاڑی آملے اور ممبران جیوری کو اس فیصلہ پر پہنچنے کے سوال پر دو دینے کے ساتھ مجبور کیا۔ کہ اس کی موت کن حالت میں واقع ہوئی تھی۔

دوسرے دن ہم دس بجے کے قریب ڈور جا پہنچے کیا کو ہم نے ایک دوست کے مکان پر چھوڑا کیونکہ اس کو ساتھ لے جانے کی کوئی حاجت نہ تھی اور میں اور مسٹر مارشنگٹن اس طرف کو روانہ ہوئے جہاں کاروبار کا اجلاس ہونا تھا۔ چونکہ پیشتر مجھ کو اس طرح کی تحقیقات سے متعلق دیکھنے کا کبھی موقع نہ ملا تھا۔ اس لئے کارروائی دلچسپی سے خالی معلوم نہ ہوئی۔ ممبران جیوری کا ایک ایک کمر کے طلب کیا جانا اور ان کا حلف لینا پھر ان سب کا لاش کو دیکھنے کے لئے جانا اور وہاں سے براسا اور لمبو ترا منہ بنا کر واپس آنا کاروبار کی اختتامی تقریر اور وہ دوسرے مبادیات جن کی تفصیل تحصیل حاصل ہے مگر وہیں جن چند گواہوں کے بیانات ہوئے انہوں نے رسمی شہادت دی یہی ان لوگوں نے جن کو کڑی پڑی ہوئی نظر آئی تھی پولیس کے قائم مقاموں نے یا اس ریسٹوران کے مالک نے جس کے ہاں جیمز کو کوٹ اتوار کی رات کو جو اس کی زندگی میں آخری ٹاپا ہوئی تھی۔ سات بجے کے قریب کچھ مینے سکے لے کیا گیا تھا۔ صبح معنی میں دلچسپی کا آغاز اس وقت سے ہوا۔ جب زبیدی کو ملیٹ نے گواہوں کے کڑھ میں قدم رکھا۔ اور ایک اس طرح کی ہر گھر گھر مٹی ہوئی نظر ماضی میں

پڑائی جس طرح کوئی ایسا ایکٹریٹج پر آنے کے بعد تماشائیوں پر ڈالا کرتا ہے۔ جسے کوئی غیر معمولی کام کر کے دکھانا ہو اس کی شکل و صورت اور آنکھوں کی چلوت پھرت سے صاف ظاہر ہوتا تھا۔ کہ اس کو بہت سے حالات معلوم ہیں اور وہ ان کو اپنے شکم میں محفیہ طور رکھنا بھی خوب جانتا ہے۔

وہ اپنے ساتھ لندن کے ایک وکیل کو لیتا آیا تھا۔ جس کے میکھے چہرہ اور تیز نظر آنکھوں کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا خشکی اور تڑپ ہر دو عالم کے گہرے اسرار سے واقف ہے۔ پہلے پہل جب زبیدی کا بیان شروع ہوا۔ تو یہ آدمی یعنی لندن سے آیا ہوا وکیل چپ چاپ ہے مگلفانہ انداز سے بیٹھا دیکھتا رہا۔ زبیدی نے اپنے بیان میں اپنے بھائی جیز کے شکر دار کی بات کو ایڈمیرل بین بو کی سرانے میں آنے کا نقشہ کم و بیش اسی طریقہ پر بیان کیا۔ جس طرح وہ مجھ سے کرچکا تھا۔ دو ماں نیام میں ان کی ایک دوسرے سے جو باتیں ہوئیں۔ وہ بھی اس نے منائیں۔ اور انجام کار اس کی افواہ کے سہ پہر کو ڈور دروازہ ہونے کا حالی بیان کیا۔ چونکہ ہم ان سب باتوں سے پہلے ہی واقف ہو چکے تھے بیان کا یہ حصہ ہمارے لئے کوئی خاص دلچسپی نہ رکھتا تھا۔ اور ہمارا خیال تھا کہ معاملہ ہمیں ختم ہو جائے گا۔ لیکن دفعتاً بغیر کسی اطلاع کے زبیدی نے اپنے بیان کو ایک نئی طرح کی اہمیت دینی شروع کی۔ اور اور السیج ایسی باتیں کہنے لگا۔ جنہیں سن کر حاضرین میں سے ہر ایک آدمی کے کان کھڑے ہو گئے۔

اس وقت کے بعد کہ جب تمہارا بھائی ایڈمیرل بین بو کی سرانے

سے ڈور جاسے سکے لئے نہ داند ہوا تم نے پیر اس کی صورت ہمیں دیکھی کیا کیا صبح ہے؟ کارڈ نے اس سے پوچھا۔

”جی ہاں اس وقت کے بعد بالکل نہیں کہ وہ سڑک کے موڑ پر گھوما اور میں نے دروازہ میں کھڑے ہو کر آخری مرتبہ اس کی پیٹھ دیکھی“ زبیدی کو لٹ نے جواب دیا۔

”نہ اس وقت کے بعد پھر تمہیں اس کی طرف سے کوئی اطلاع موصول ہوئی؟“

زبیدی کو لٹ نے مگر آمیز نگاہ سے حاضرین کی طرف دیکھا اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں ایک شامیہ کے لئے میرے چہرے پر جم گئیں۔ انجام کا سارے عجیب کو آنکھوں کی زبان سے اس بات کے لئے آمادہ کر کے کہ اب دلچسپی کا حقیقی سامان شروع ہوتا ہے اس نے پیر کا روٹ کی طرف منہ پھیرا اور دبی ہوئی آواز لیکن بالکل صاف ہجے میں کہنے لگا۔

”مجھے اس کی طرف سے اطلاع موصول ہوئی“

کارڈ نے بیٹھاپنے کا غذا کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ اس کے جواب کو سن کر اس نے گردن اٹھائی اور حاضرین نے بھی کان کھڑے کر لئے۔

”کیا کہتے ہو! تمہیں اس کی طرف سے کوئی اطلاع موصول ہوئی؟“

”جی بے شک ہوئی“ ”کب؟“

”اس سے اچھی صبح سو مواری کی پہلی ڈاک سے“

”کیا تمہارے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ سو مواری کی پہلی ڈاک سے متوفی جیز کو لٹ کا لکھا ہوا کوئی خط تمہارے نام موصول ہوا تھا؟“

"ایسا ہے، تو کیا تم وہ چٹھی اپنے ساتھ لیتے آئے ہو؟"
 جواب دینے کے بغیر بیدی کو لیٹ نے اپنی کسی اندرونی جیب سے
 اکہا بہت پرانا، اور پھولا ہوا سالفا نہ لکالا۔ اس میں کئی ایک چٹھیاں
 تھیں۔ تھوڑا عرصہ ان کو چھانٹتے رہنے کے بعد وہ آخر کار ایک لٹا نہ پانچہ
 میں کامیاب ہو گیا۔ اور یہ اس خط کا نوٹہ کو دیا۔
 وہ دیکھتے جناب یہ چٹھی ہے جو سوموار کی صبح محمد کو ملی تھی۔ اس نے جواب
 دیا: "جیسا آپ ملاحظہ فرمائیں اسے تحریر بھائی جینز کی ہے۔ اور معلوم ہوتا
 ہے کہ یہ خط ڈور پیچنے کے بعد لکھا گیا تھا۔ اس کے مضمون سے میرے
 اس خیال کی جو شروع سے ہی میرے دل میں پیدا ہو چکا ہے۔ پوری
 تصدیق ہوتی ہے۔ یعنی بھائی جینز قدرتی موت نہیں مرا بلکہ کسی نے اس کو
 ہلان سے مارا ہے۔ چونکہ میں جانتا تھا کہ لاش پر تحقیقات ضرور ہوگی۔
 اس لئے میں نے اس خط کا مضمون ہر ایک آدمی سے چھپائے رکھا ہے
 اور اسے قیام پر لے کر میرے منہ کے سوا کسی سے اس کا ذکر تک نہیں کیا ہے
 کارو نے لٹا دیا اس کے لئے کہ اسے کر ڈاک خانہ کی مہروں کے نشان
 کوڑے سے توڑ کے ساتھ دیکھا۔ اس نے بعد نہ کیا ہوا کاغذ جو اس کے اندر
 بندھا لکالا۔ ایک نہایت معمولی قسم کا کاغذ۔ لیکن اس پر لکھا ہوا مضمون
 ریتینا غیر معمولی ہوگا۔ کیونکہ باب کارو نے اس کو پڑھا تو اس کے چہرے
 بہت اور سر اسی کی کے کنارہ پر آہوئے کارکنان عدالت پر ایک
 تھوڑی سی بونی نظر ڈالی کہ اس نے کہا۔
 "میرے خیال میں زیادہ مناسب ہوگا کہ اس خط کا مضمون پڑھ کر
 سب کو سنا دیا جائے عبارت کو کسی قدر مبہم ہے۔ تو بھی اس سے پایا

جاتا ہے۔ کہ جب اتوار کی رات کو جینز کو میٹ اس جگہ آیا۔ تو اس بات کا اندیشہ اس کے جی کو لگا ہوا تھا۔ کہ معلوم نہیں اس کی موت کب ناگہاں واقع ہو جائے۔ خط پر سبز نامہ کی جگہ ڈوورا اور اس کے نیچے اتوار کی مشب یہ الفاظ درج ہیں۔ اور نیچے مندرجہ ذیل عبارت لکھی ہوئی ہے۔

بیمار سے بھائی نہ بیدی۔

یاد ہو گا میں نے رخصت ہوتے وقت تم سے یہ بات کہی تھی کہ میں نہیں جانتا کونسا غیر معمولی واقعہ پیش آئے اس لئے اب اس سلسلہ میں پھر تحریر کرتا ہوں کہ اگر کل کوئی غیر معمولی خبر تمہارے سننے میں آئے تو اس سے متعجب نہ ہونا۔ جب یہ کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں ایک خاص فریق کو اپنا نامہ اسمیں نظر آتا ہے کہ میں جلد از جلد آئندوں کی اس وادی سے جس کا نام لوگوں نے دنیا رکھا ہوا ہے رخصت ہو جاؤں میں نے اس کے متعلق پیشتر تمہارے مکرو میں بیٹھ کر جو سرسری بات کہی تھی۔

اب چونکہ وہ مجھ کو یقینی صورت اختیار کرتی نظر آتی ہے۔ اس لئے یہ خط لکھتے بیٹھا ہوں اس بات کو اچھی طرح جانتے ہوئے بھی کہ میری زندگی کوڑی نیت نہیں رکھتی۔ میں فرض سے مجبور ہو کر اس جگہ جا رہا ہوں۔ جہاں مجھ کو بلایا گیا ہے میرے اس خط کے لکھنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ اگر مجھے کسی طرح کا واقعہ پیش آئے تو تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میرا سامان کہاں رکھا ہے اسکی کچی تہائے پاس ہے اور وہ پرانی بخیل جس کو میں ہمیشہ پرستار ہوں باقی چیزوں کے نیچے صندوق کے پیند سے میں رکھی ہوئی ہے۔

بس اس سے زیادہ بس کچھ اور لکھنا نہیں چاہتا۔

تمہارا صادق جینیئر کوڈیٹ

مکرر یہ کہ اب میں اس کام کو ختم کر کے ہی چین لوں گا۔
جب وقت اس خط کا عجیب و غریب مضمون پڑھ کر سنایا گیا۔ تو میرا خیال
ہے کہ کمرہ عدالت بس کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہ تھا۔ جس نے یہ بات محمد بن نہ
کی ہو کہ اس خط کی تحریر نے ان حالات کو جن میں جینیئر کوڈیٹ کی موت واقع
ہوئی تھی غیر معصومی طور پر دیا۔ چسپ اور پُر اسرار بنا دیا ہے۔ چنانچہ جب اس
کے بعد کارڈز نے نہیدی کوڈیٹ سے مزید سیالات پوچھنے شروع کئے۔ تو
ہر ایک آنکھ گواہ برگئی ہوئی تھی۔

”مقام نے پشیمیرا بیان کیا تھا“ کارڈز نے کہنا شروع کیا کہ تمہارے بھائی
نے شخصت دینے سے، بلکہ اپنی وصیت لکھ کر ٹرناہ میں رکھ دی تھی۔ کیا تم
خیال کرتے ہو کہ اس چٹھی کے مضمین کا ان باتوں سے کوئی تعلق ہے۔ جو
اس نے وصیت لکھنے کے موقع پر تم سے کہی تھیں“

میرے خیال میں یہ پوچھنے کا سوال نہیں بات بالکل واضح اور صاف
ہے۔ اور دونوں کا تعلق میرے ہاتھوں کسی نہ شرح کا محتاج نہیں“ نہیدی
کوڈیٹ نے جواب دیا۔

”معلوم ہوتا ہے۔ تمہارا بھائی کسی ایسے کام کے لئے ڈور آیا تھا۔ جو
اس کے نزدیک خطرناک تھا۔ اس نے انچی چٹھی میں کسی فریق خاص کا اشارہ
یہ جوڈ کر کیا ہے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ خطرے کا احتمال اسی کی طرف سے تھا
کیا تم اس بارہ میں کوئی جواب دے سکتے ہو کہ وہ فریق خاص کون تھا“

گواہ نے سیدھا اس مقام کی طرف دیکھا۔ چہلچہلی میں اور مسٹر مارشنگٹن بیٹھے تھے اور اپنی انگلی سے اشارہ کر کے کہنے لگا۔
 ”وہ دیکھئے آپ بیٹھے ہیں؟“

کاروبار پہلے مسٹر مارشنگٹن کی طرف دیکھا۔ پھر زبیدی کو لیٹ کی سوت میں اور انجام کار میر پر رکھے ہوئے کاغذات کو دیکھنا شروع کیا۔ اس عرصہ میں کمرہ کے اندر گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ جب کاروبار ختم ہوا تو نظر اٹھائی۔ تو محض اتنا کہا کہ ”اراکین جیوری میں سے کوئی صاحب اگر اس گواہ سے کوئی مزید سوال پوچھنا نہ چاہتے ہوں تو اسے رخصت کر دیا جائے۔ اور مسٹر مارشنگٹن کا بیان شروع ہو“ چونکہ جیوری نے کسی نمبر نے ایڈمیرل بین بریسرائے کے مالک سے کوئی اور سوال پوچھنے کی حاجت نہ تھی۔ اس لئے وہ گواہوں کے کمرہ سے باہر نکل آیا۔ اور مسٹر مارشنگٹن نے نیکی جگلی۔ باضابطہ حلف دینے کے بعد ان سے کہا گیا کہ اس معاملہ کی نسبت جو حالات آپ کو معلوم ہیں وہ آپ خدا کو حاضر و ناظر جان کر سچ سچ بیان کریں۔

اس وقت مجھ کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ بالکل ویسا ہی لہجہ اختیار کر کے جیسا انہوں نے زبیدی کی لیٹ کی سرائے کے کمرہ میں کیا تھا بالکل اسی انداز سے تقریر کرتے ہوئے گویا ایک ایسا سبوت تھا جسے ازبر کرنے کے بعد وہ جوں کا توں سناتے چلے جاتے تھے۔ انہوں نے وہی قصہ پھر ایک بار دہرایا۔ جو پیشتر مجھ سے اور متوفی کے بھائی سے بیان کیا تھا۔ نہ اس سے کچھ زیادہ اور نہ کم وہی چیز کو لیٹ کے جنوبی امریکہ میں ان کی ملازمت کرنے کا قصہ۔ ان کی طرف سے وظیفہ دینے

جائے گا۔ اسی وقت تک کوئی علم نہ تھا سچے کہ میرے سیکریٹری نے ہفتہ
سبھی شام کو مجھے آکر بتایا۔ اس پر میں نے جنوبی فورلینڈ کے روشنی
کے مینار کے قریب اتوار کی رات کو سارٹے نوبجے کو پلٹ سے
ملنے کا وقت مقرر کیا۔ مگر وہ اس جگہ نہ آیا۔ وغیرہ

مسٹر مارشملٹن کا سارا بیان قریباً ایک منٹ میں ختم ہو گیا
جس کے بعد کارو زحیرت کی نظر سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”کیا اسی قدر حالات آپ کو اس بارہ میں معلوم ہیں؟“

”جی ہاں یہی وہ حالات ہیں۔ جو میں آپ کے روبرو بیان
کر سکتا ہوں؟“

”میرے چہ چھنے کا یہ مطلب ہے۔ کیا آپ کو اس آدمی کی موت
کے متعلق کوئی بات معلوم نہیں؟“

”بالکل نہیں؟“

”کیا آپ اس سے ملنے روشنی کے مینار تک گئے تھے؟“

”جی ہاں میں وہاں پہنچا۔ اور ایک گھنٹہ سے زیادہ دیر تک اس کا انتظار
کر رہا ہوں۔“

”میں سمجھتا ہوں۔ رات اندھیری تھی؟“

”جی ہاں گھپ اندھیرا چاروں طرف تھا، موائے تھا؟“

”کیا آپ کی رائے میں وہ رستہ خطرناک ہے؟“

”وہاں بعض مقامات پر بے حد خطرناک ہے۔ اور وہ ایک ایسی ہی جگہ
تھی جہاں سے اگر اس آدمی کی موت واقع ہوئی؟“

اس کے آگے نہ کارونر کا ارادہ کوئی اور سوال پوچھنے کا تھا۔ اور نہ کسی ممبر جویریہ کا۔ لیکن اس موقع پر نہ بیدی کو لیٹ کا پیکل جھٹ اٹھ کر کھڑا ہو ہو گیا۔ اور مسٹر مارشلنگ کی طرف رخ کر کے کہنے لگا۔
 ”آپ نے عدالت کو بتایا ہے۔ کہ آپ کو جیمز کو لیٹ کے انگلستان آنے کا حال اس وقت تک معلوم نہ تھا۔ حتیٰ کہ آپ کے معتمد مسٹر ڈرہم نے ہفتہ کی سہ پہر کو اس کا پیغام لا کر دیا۔ میں پوچھتا ہوں اس پیغام کو اگر کسی طرح کی حیرت آچک ہوئی تھی؟“
 ”بے شک ہوئی تھی۔“

اور اضطراب بھی ۶۶

”میں ۱۰۰۔۔۔ اس کے متعلق اتنا ہی کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس کا بھیجا دیا پیغام غلات توقع تھا۔“
 ”اور اس پیغام کو پا کر آپ فوراً گاؤں کے ڈاک خانہ میں گئے اور جیمز کو لیٹ کو رات کے وقت روشنی کے مینار کے قریب ملنے کے لئے سناں بھیجا۔ کیا یہ صحیح ہے؟“
 ”بالکل درست ہے۔“

”کیا میں پوچھ سکتا ہوں کیوں نہ آپ نے اس کو سینٹ مارگرٹ ہاؤس مکان پر بلا لیا۔“

”اس لئے کہ میں چاہتا تھا۔ ہماری ملاقات پوشیدہ رہے۔“
 ”اور یہ پوشیدگی کیا گھر کی چار دیواری میں ناممکن تھی؟“
 ”میں جیمز کو لیٹ کو بہر حال اپنے مکان پر بلا نہ چاہتا تھا۔“
 ”وکیل تھوڑی دیر کے لئے چپ ہو گیا۔ اور قریباً ایک منٹ دوسری

طرف کو دیکھنا رہا۔ پھر دفعتاً گواہوں کے کٹہرہ کی طرف مسٹر کرسٹن مارشلنگٹن کے چہرہ پر نظر جاتے ہوئے اس نے آگے جھک کر یہ ایک براہمیت سوال پوچھا۔

”کیا جینز کو میٹ کو آپ کی جنوبی امریکہ کی زندگی کے حالات کے سلسلہ میں کوئی راز کی بات معلوم تھی؟“

مسٹر مارشلنگٹن کا چہرہ پیلا پڑ گیا اور ایک بار وہ اس طرح لڑکھڑکے کہ معلوم ہوتا تھا۔ اپنے بدن کو سنبھالنے کے عاتل میں پھر فوراً قابو پا کر زبیدی کے دسٹل سے چار آنکھیں کرتے ہوئے انہوں نے جواب دیا۔

”ہاں تھی؟“
”کوئی غیر معمولی اہمیت رکھنے والا راز؟“
”ایسا ہی سمجھتا۔“

”اسی لئے آپ اس کو وظیفہ کی معقول رقم ہر سال اد کرتے تھے۔ مسٹر مارشلنگٹن نے سہارا لینے کے لئے اپنے دونوں ہاتھ جینگلے پر رکھ دیئے اور اسے مہنوطی سے اپنی گرفت میں لے لیا۔ اس کے بعد کہا۔

”کسی حد تک یہ وجہ بھی ضرور تھی؟“
”کیلئے اُن سے نظر ہٹا کر کاروبار کی طرف دیکھا۔ اور زبان حال سے کہا۔ اب آپ نتیجہ نکال لیں۔ اس کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

اس کے ایک منٹ بعد میری باری آئی۔ لیکن اس وقت جب میں کٹہرہ کی طرف جانے لگا تو مسٹر مارشلنگٹن تھے وہی آواز سے میرے کان میں کہے ”سب حال سچ سچ بیان کرنا“ اس کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھ کر پیشانی کو ایک ہاتھ سے تھام لیا۔ ان کی بیحد ڈار حالت اس وقت مجھ سے دیکھنی نہ

باقی تھی۔

میرا بیان قدرتی طور پر بہت مختصر ثابت ہوا۔ یعنی میں نے بتایا کہ جس دن جینز کو لیٹ مجھ سے ملنے کے لئے آیا تو مسٹر مارشنگٹن سینٹ مارگرٹ والے مکان پر گئے ہوئے تھے۔ میں نے اس کا دیا ہوا پیغام ان کو پہنچا دیا اس سے زیادہ کسی طرح کے حالات مجھ کو معلوم نہیں، ہر چند کارڈز لائیکین بیوری نے مجھ سے جرح کی ضرورت نہ سمجھی۔ تاہم زمیدی کو لیٹ کے وکیل نے اپنا فرض ادا کرنا ضروری خیال کیا۔ اور اٹھ کر کہنے لگا۔

”جب آپ نے کو لیٹ کا پیغام مسٹر مارشنگٹن کے کالوں تک پہنچایا تو کیا وہ مضطرب اور متعجب نظر آئے تھے؟“

”ہاں“

”معیل سے بہت زیادہ؟“

”ہاں“

”جس وقت مسٹر مارشنگٹن رات کو اس مقام سے واپس آئے جہاں کو لیٹ سے ان کی ملاقات ہوئی تھی۔ ۳۱۔ وقت ان کا حال کیسا تھا؟“

”کسی قدر تھکے ہوئے اور مضطرب نظر آتے تھے۔“

خدا کو بہتر معلوم ہے کہ زمیدی کو لیٹ کا وکیل اپنی جرح کے ذریعہ سے کیا معلوم کرنا چاہتا تھا۔ مگر میں مجھ سے اتنے سوالات پوچھنے کے بعد پھر وہ اپنی جگہ میں بیٹھ گیا۔ البتہ ممبران بیوری میں سے ایک آدمی رکتے رکتے اٹھا اور عدالت کی طرف منہ کر کے کہنے لگا۔

”میں اس گواہ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ مسٹر ڈی جینز کو لیٹ نے جب آپ سے مسٹر مارشنگٹن سے ملاقات کرنے کیلئے اصرار کیا

تو آپ نے اس کی گفت گو سے کیا اندازہ قائم کیا تھا؟“
 میں نے جواب دینے سے پہلے ایک لمحہ تامل کیا۔ پھر ایک ہی وقت
 میں کارونزا اور جیوری کو مخاطب کر کے کہا۔
 ”میرا اندازہ یہ تھا کہ جیئر کو ٹیٹ کو کسی طرح یہ بات معلوم ہوئی ہے
 کہ مسٹر مارشنگٹن کے لئے عظیم خطرہ درپیش ہے۔ اور وہ ان کو اس خطرہ
 سے واقف کرنا چاہتا ہے؟“
 بھری کچہری میں ایک مدعا شور مکیسوں کے بھنبھناہٹ کی آواز کی
 مانند پیدا ہو گیا۔ پھر اس شور کو قطع کرتی ہوئی کارونزا کی آواز یہ کہتے
 سنائی دی۔
 ”میں اس تحقیقاتی کارروائی کو ایک ہفتہ کے لئے ملتوی کرتا ہوں۔“

باب ۱۰ حیرت انگیز دریافت

الفاظ میں طاقت نہیں کہ میرے دلی کی اس وقت کی حالت بیان کر سکیں
جب میں تحقیقات ختم ہوئے پرمسٹر مارشنگٹن کے ساتھ کاروبار کی عدالت
کے کمرے سے باہر نکلا۔ اس جگہ ہوا تازہ اور فروغ بخش تھی۔ لیکن پھر بھی مجھ
کو اپنا دم گھٹتا معلوم ہوتا تھا۔ وجہ یہ کہ میں اس ایجنٹ کا الزام کو سننے کے
لئے بالکل نا تیار تھا۔ جو زبیدی کو بیٹے نے بڑی بے باکی سے مسٹر مارشنگٹن
پر بھری کچھری میں لگایا۔ اس کے باوجود مجھ کو یہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی
کہ نہ مسٹر مارشنگٹن اس الزام کو سن کر کسی طرح گھبرائے نہ ان کے چہرہ
پر کسی قسم کی اضطرابی کیفیت پیدا ہوئی۔ بلکہ میں نے دیکھا وہ اس وقت
معمول سے بھی زیادہ اپنا سر فخرانہ اٹھائے بڑے اطمینان کے ساتھ میرے
پہلو میں چل رہے تھے۔ لیکن ان کے مزاج کی کیفیت کچھ ہو میرے لئے
اس حقیقت پر کہ نظر انداز کرنا غیر ممکن تھا کہ اس آدمی کے بھائی نے جسکی
موت کے بارہ میں تحقیقات کی جارہی تھی برطانوی پر تامل ہونے کا الزام

ماید کیا ہے۔ چنانچہ ابھی سے بے شمار خلقت اس بارہ میں چہ میگوئیاں کرتے
 لگی تھی جس وقت ہم شکر پر پلے جا رہے تھے۔ وروادوں میں کھڑی ہوئی
 عورتیں اور مختلف مقامات پر جمع شدہ مردوں کے ہجوم آپس میں پھیر
 پھیر مارتیں کرتے ہماری طرف گھبراتی ہوئی نظروں سے دیکھتے اور اس
 طرح اپنی انگلیوں سے اشارے کرتے تھے۔ گویا ابھی سے ان کے دلوں کو
 اس بات کا پورا یقین ہو گیا تھا کہ مسٹر مارشلٹن نے اپنے کسی راز کو پوشیدہ
 رکھنے کی غرض سے جینز کو بیٹ کو غنچ لنگیٹن کے قریب بندی سے گرا کر
 ہلاک کیا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ جو بات میرے سینہ میں ہول پیدا
 کرتی تھی۔ وہ ان لوگوں کی دبی ہوئی باتیں یا ان کے خفیہ اشارے نہ تھے
 ڈر اس بات کا لگا ہوا تھا۔ کہ عنقریب ... اس گھنٹہ کے اندر اندر جو
 گزرا رہا ہے یہ خبر نہ صرف ٹو وور کے ہر ایک حصہ میں پھیل جائیگی نہ صرف
 مقامی اخبارات اس کو اپنی تازہ اشاعت میں نمایاں جگہ دیں گے بلکہ
 یہاں سے سنٹوں میں یہ خبر ٹیلیفون اور تار کے ذریعہ سے لندن جا پہنچے
 گی ... لندن جو اخبارات کا مرکز ہے۔ اور جس کے روزنامے ہر نئی سنسنی
 پیدا کرنے والی خبر کی بے تابی سے منتظر رہتے ہیں۔ یقینی طور پر لندن کے
 شام کو شائع ہونے والے اخبارات اپنے سر پیر کے ایڈیشن میں بڑی
 نمایاں اور جلی سرخیاں دیکر اس خبر کو شائع کریں گے انکے چھاپے ہوئے
 پریسٹر قابل ذکر مقام پر اس بھیجا تاکہ خبر کو نمایاں طور پر راہ روکوں کی نظروں
 میں لانے کا ذریعہ ثابت ہوں گے سنہ کہ رات ہوتے ہوتے نہ صرف لندن
 نہ صرف انگلستان، بلکہ سارے برطانی جنائز میں یہ بھیجا تاکہ خبر پھیل جائے
 گی کہ ایک والد اور معزز آدمی جو ممبر پارلیمنٹ بھی تھا۔ اور جس کا نام

کئی خیراتی کاموں کے سلسلہ میں تعریف و توصیف حاصل کر چکا تھا قتلِ عمد کے بھیانگ جرم کا ملزم قرار دیا جا چکا ہے۔

رستہ میں کئی جاں پہچان کے آدمی ہٹکولے کئی مغز اہلکاروں سے بھی ملاقات ہوئی۔ اور دن میں سے بہتوں نے مسٹر مارشلنگش کے ساتھ دیکھا ہی مودبانہ سلوک کیا۔ جیسا وہ پیشتر کرتے رہے تھے لیکن خود ان کو میں نے دیکھا۔ ہر ایک ملاقاتی کو رسمی سلام کرتے اور اپنی راہ پر چلے جاتے نہ انہوں نے کسی موقع پر تعمیر کر کسی سے لمبی بات چیت کی نہ اپنے بارہ میں صفائی کی ضرورت سمجھی بلکہ وہ کسی ایسے مقام کی طرف جس کا حال مجھے قطعاً معلوم نہ تھا۔ چپ چاپ چلتے گئے۔ خدا ہی بہتر جانتا تھا۔ کہ وہ مجھے کس طرف کو لئے جا رہے تھے۔

آخر کار ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں خلقت کا ہجوم نسبتاً کم تھا۔ انہوں نے میرے بازو کو چھوا اور کہنے لگے۔

”وڈرہم میں ایک ضروری کام کے لئے تمہیں اپنے ساتھ لئے جانا پڑا۔ وہ ایک ایسا کام ہے جسے ملٹری نہیں کیا جاسکتا۔“

میری نوک زبان پر تھا کہ پوچھوں وہ ایسا کیا کام ہے جسکو آپ فوراً سرانجام دینا چاہتے ہیں۔ لیکن جرات نہ کر سکا۔ اور اس کے بعد جلدی ہوئی۔ زخود معلوم ہو گیا کہ ان کا منشاء دلی کیا ہے سپہ سہ کو تو الٹی پہنچا کہ وہ پولیس کے افسران کے دفتر میں گئے اور اطلاع کرائی فوراً ہی ان کو اندر بلا لیا گیا۔

ہم جب کرسیوں پر بیٹھ چکے تو مسٹر مارشلنگش افسر مذکور کو مخاطب کر کے ہوئے ”غالباً غلطی دیر پیشتر آپ بھی کار و مرن کی عدالت میں موجود تھے؟“

”ہاں میں تھاؤں رہا ہوں“
 در اس صورت میں آپ نے معلوم کیا ہوگا کہ گواہ زبیدی کو لیٹ نے
 مجھ پر کیا الزام لگایا ہے؟
 ”ہاں میں نے اس کے الفاظ سنے تھے“

”ضرور آپ اس بارہ میں مزید تحقیقات کر رہے ہوں گے؟“
 ”بے شک جہاں تک ہماری قدرت میں ہے۔ تحقیقات جاری رہیں گی۔“
 ”تو اس صورت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جیت تک آپ
 کی تحقیقات مکمل نہ ہو جائیں اور آپ کسی فیصلہ کن نتیجہ پر پہنچنے کے قابل
 نہ ہوں میں اس جگہ دو در کی حدود میں ہی رہوں گا۔ میں مارٹر گارڈز میں
 ہوٹل میں کمرہ کرایہ لیکراس میں رہنے کا ارادہ رکھتا ہوں جس وقت
 آپ کو ضرورت ہو مجھ کو وہاں سے طلب کر سکتے ہیں۔“
 افسر پولیس نے اپنے شفافہ کی حرکت دی پھر کہنے لگا۔

”دوسرا رشتہ نگار آپ ناقص اس قدر زحمت گوارا کرتے ہیں جہاں آپ
 کا لندن کا پتہ معلوم ہے سینٹ مارگرٹ کا پتہ بھی معلوم ہے ہم وہاں سے
 آپ کو بلا لیں گے۔ ہوٹل میں جانے کی کیا حاجت ہے؟“
 لیکن مسٹر رشتہ نگار نے صورت افکار غریبانہ سے زوردار
 لہجہ میں کہا۔

”وہ نہیں! میں موقع پر موجود ہونا اپنا فرض خیال کرتا ہوں۔ اس شخص
 کی حدود میں مجھ پر ایک الزام عاید کیا گیا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ
 اس کا آخری فیصلہ ہو۔ بہر حال میں نے آپ کو بتا دیا ہے کہ میرا موجودہ

پتہ کیا ہے۔ اب آؤ درہم چلیں ؟
 کو تو الی کی عمارت سے نکل کر مشراش ٹنگٹن سابق کے منفا بد میں بھی
 زیادہ اگر ڈکر چلتے ہوئے ایک طرف کو ہو لئے۔ لیکن نہ رستے میں بولے نہ
 میں نے کوئی بات پوچھنے کی جرأت کی۔ لیکن آخر کار جب ہم قصبہ کے
 اس حصہ میں پہنچے جس کو سنا رگیٹ کہتے ہیں تو میں نہ رہ سکا۔ اور وہ
 کر کے کہا۔

دیکھا آپ کی رائے میں اس کی کوئی ضرورت تھی ؟
 کس کی کوئی ضرورت تھی ؟ انہوں نے وقتاً میری طرف مڑ کر دے
 ہوئے جو شش کے لہجہ میں پوچھا۔
 وہ اس قصبہ کے ہوٹل میں ٹھہرنے کی۔ آپ خود خیال فرما سکتے ہیں

لیکن انہوں نے ہاتھ کے زور دار اشارے سے میری بات کو بیچ
 میں ہی قطع کر دیا۔ اور بولے

وہ آہ میرے عزیز مجھ کو حالات کی پروا نہیں۔ اس کے علاوہ جیسا
 تمکو معلوم ہے۔ پر جوش اور ہنگامہ خیز واقعات میرے لئے زندگی کا تنک
 ہیں۔ اس لئے اطمینان رکھو کہ مجھے یہاں رہتے ہوئے کوئی تکلیف نہ
 ہوگی فرض کر لو میں لندن چلا جاؤں۔ یا سینٹ مارگرٹ والے مکان میں
 رہنا شروع کر دوں۔ تو یہ ہر وقت کی فکر کہ معلوم نہیں کہ میری لاعلمی میں
 کیا ہو رہا ہے۔ یا کیا ہونیوالا ہے میرے لئے یقیناً سب وہان روح ہو گئی۔ اس لئے
 یہی بہتر ہے۔ کہ میں اس جگہ پر قہر پر رہ کر سارے حالات دیکھوں۔ ڈوور
 میں مجھ پر الزام لگایا ہے۔ ڈوور ہی میں میری صفائی بہ ہو رہی ہے۔

مشر بارشنگٹن کا استقلال اور عزم صمیم دیکھ کر میری آنکھوں میں بے اختیار تعریف کی جھلک پیدا ہو گئی ان کا استقلال ہر لحاظ سے محتمل تھا
ان کا فیصلہ سن کر میرا بورا اطمینان ہو گیا۔

اتنے میں وہ تقریر کرتے ہوئے کہنے لگے: میرا ارادہ اپنے اور تمہارے لئے درود ڈون ہٹل میں چید کرے کرایہ پر لے کر ان میں رہنے کا ہے۔
گورنگ و سہ: یہ سہاں کبھی پھیری ہے اسے چند دن اپنے ہاں رکھنے سے
کوئی تکلیف نہیں ذکر میں گئے تم آج ہی ایٹن سکورڈ والے مکان پر شیلیغون
کر دو۔ شیلیغون سے کہنا کہ ہمارے روزانہ استعمال کے کپڑے اور عام
ضرورت کی اور چیزیں ٹرنز کے ہفتہ دیکر اس کو یہاں بھیج دے۔ ہینا عمر
ہم اس جگہ بیٹھیں گے۔ ٹرنز ضروری خدمات بجالاتا رہیگا۔ اور ہاں... اس
سلسلہ میں ایک بات اور بھی یاد آگئی۔ کنیرڈین کے نام خواہ ایک تار بھیج
یا شیلیغون کر دو کہ اگر اس کو فرصت ہو تو آج رات سے مجھ سے ملے اور
رات کا کھانا بھی اس جگہ کھائے؟

کنیرڈین، اس دکیل کا نام تھا جو چند دن پیشتر شادوی لاسٹنس لانے
کے لئے میرے ہمراہ ڈاکٹر کا منزل تک گیا تھا۔ اس کا ذکر سن کر میرے
دیکھو ایک طرح کا اطمینان کا ہو گیا۔ چنانچہ میں نے کہا۔

آج نے بہت خوب سہ چلا۔ ان کی قانونی قابلیت اس موقع پر ہمیں
بہت کچھ مدد سے کی گئی۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ ہم یقیناً آپس میں
معتد بہ رہنے کے بعد کوئی نہ کوئی صورت ایسی پیدا کر لیں گے جس سے
بہت خیر ہو سکے۔ ناچار ان زبیدی کو لیٹ کے نظریہ کی تردید کی جا سکے؟
میرے پہلے قہقہہ مار کر ہنسنے پھر تین صورت بنا کر میرے شانہ پر ہاتھ

رکھا اور بولے
 ”میری ارنو کچھ اور بھئی۔ لیکن اب جو حالات پیش آئے ہیں۔ ان میں یہی
 مناسب ہو گا۔ کہ اس معاملہ کے متعلق بخش طریقہ پر طے ہونے تک ہمتاری
 شادی ملتوی رکھی جائے۔ جس صورت میں مجھے ایک بھینا تک جرم کا ملزم خیال
 کیا جاتا ہے۔ تم سے یا کیلا سے شادی کے لئے کہنا سراسر نامناسب ہو گا
 لیکن آپ اس کا طینان رکھیں کہ ہمیں بھولے سے بھی خیال نہیں
 آ سکتا۔ کہ یہ خوفناک الزام درست ہو گا؟ میں نے اس کے جواب میں
 کہا۔

”وہ تم ٹھیک کہتے ہو لیکن پھر بھی... اس کے علاوہ امید ہے
 جمعہ کے روز تک سارا معاملہ صاف ہو جائے گا۔ یا کم از کم زبیدی کو لیڈر
 کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ اس سے ایک بھاری غلطی سرزد ہوئی ہے دیکھنا
 ... ڈرامہ ذرا دیکھنا“

چھ سات چھوٹے لڑکے اخبار کے تازہ پرچے ہاتھوں میں لئے اونچی
 آواز سے یہ کہہ رہے تھے۔ بالکل نئی اور تازہ خبر... ڈوور کی کچھری میں
 آج کیا ہوا؟ مسٹر مارشلنگٹن قہقہہ مار رہے تھے۔ پھر بولے۔

”اس حساب سے تو امید ہے ہم کل تک عالمگیر شہرہ حاصل کر لیں
 گے... ٹھیکر میں ذرا حساب لگا کر دیکھوں۔ آج بدھوار۔ ہم دو تین دن
 کی کارروائی شکر دار پر ملتوی کی گئی ہے۔ ڈی لائن سے ملنے میں نا
 حساب سے ابھی دو تین دن باقی رہ جائیں گے“ پھر ذرا رک کر یہ میرے
 عزیز اس معاملہ میں ہیکو ڈی لائن کی شخصیت نظر انداز نہ کر دے
 چاہیے“

پہلے میرے جی میں آئی تھی ایک روز پیشتر ڈی لائنڈ اسے میری جو ملاقات
دس دنہ میں ہوئی تھی اس کا حال بیان کروں۔ لیکن چونکہ اتنے میں ہم دونوں
ہیڈل کے دروازہ تک پہنچ چکے تھے۔ اس لئے میں کہتے کہتے رک گیا۔ اس کے
علاوہ گو میرا عہد شباب تھا۔ تاہم جو تھوڑی بہت دنیادگی بھی تھی
اس سے میں اس نتیجہ پر پہنچ چکا تھا۔ کہ آدمی مجھے لئے آج کی مصیبت
ہی کچھ کم نہیں ہوتیں۔ اسے کل کی فکر کر کے انہیں اور زیادہ بڑھانا
نہ چاہیے۔ زبردستی کو لیٹ کا لگایا ہوا الزام مقدم تھا۔ ڈی لائنڈ کی بات
اس سے بہت دور تھی۔

غرض ہم نے ہوٹل میں اپنی سکونت کے انتظامات مکمل کر لئے۔ اور
اس کے بعد گورنگ والوں کے ہاں کیلا کے ٹھیرنے کا انتظام کرنے گئے
وہیں لٹچ کھایا۔ اس سے فارغ ہو کر ہم مقور سی دیہ اس مضمون پر تبادلہ خیال
کرتے رہے۔ جس کے یکایک انہوں نے بات کو پس پشت ڈال دیا۔ اور
اتنے خرم و مسرور نظر آئے تھے۔ کہ عرصہ دوازہ سے میرے دیکھنے میں نہ
آئے تھے۔ لیکن کیلا اپنے ماموں کے بارہ میں بے حد فکر مند تھی۔ مجھ سے
کہنے لگی یہ تم انہیں ہیڈل میں لے جاؤ۔ اس وقت تک کہ وکیل کنیرڈین آئے
انکو آرام سے ٹائے رکھنا۔ مسٹر مارشلنگٹن نے بھی اس بات کا وعدہ کیا کہ
کہ میں دو تین گھنٹے آرام کروں گا۔

آخر اس وقت جب وہ اپنے کمرہ میں جا کر لیٹ گئے تو مجھ اس روز
پہلی مرتبہ اتنی فرحمت ملی کہ علیحدگی اور تنہائی میں سارے حالات پر غور
کر سکوں مگر جتنا زیادہ میں نے اس معاملہ کو سوچا اتنی ہی زیادہ بھیا تک صورت
اس نے میری نظروں میں اختیار کرنی شروع کی۔ مسٹر مارشلنگٹن نے

کار و زر کی عدالت میں سیدھے اور صاف جوابات دے کر اپنے برطانوی کچھ ایسے شکوک پیدا کر لئے تھے۔ جن کا ارادہ وقت طلب معلوم ہوتا تھا۔ ہر چند میں قانونی معاملات کا ماہر نہیں ہوں تو بھی میں سارے پہلو سوچنے کے بعد ایسے نتیجوں پر پہنچنے کے لئے مجبور ہوا۔ جو حالات کا لازمی نتیجہ تھے۔ میں ان کو بحسنہ یہاں درج کرتا ہوں۔

۱۔ مسٹر مارشلنگٹن نے اس بات کا اقبال کیا تھا۔ کہ جینز کو لیڈ کو ان کے کسی راز کا علم تھا۔ اور یہ بھی انہوں نے کہا تھا۔ کہ ان کی طرف سے کو لیڈ کا جو وظیفہ مقرر کیا گیا۔ وہ کسی حد تک اس کے محرم راز ہونے کا معاوضہ تھا۔ اس سلسلہ میں سوال و رسوال یہ پیدا ہوا کہ کیا وہ راز و حقیقت وہی ہے جو پر اسرار جزی ڈی لاند کو بھی معلوم ہے ؟

۲۔ مسٹر مارشلنگٹن نے کار و زر کی عدالت میں بیان دیتے ہوئے بعض ایسی باتیں بھی کہیں۔ جن سے صاف پایا جاتا تھا۔ کہ وہ جینز کو لیڈ کے ساتھ اپنی ملاقات کو انتہا درجے پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے۔ لیکن بالفرض ایسا ہو تو یہ کیا ضرور تھا۔ کہ وہ اس کو ایک اندہیری رات میں ساڑھے تین بجے کے نامعقول وقت پر ایک ایسی ویران اور خطرناک سڑک پر بلاتے جیسے وہ ٹیگ ڈبڈی تھی۔ جس پر سے ہو کر اس کو آنا پڑا خدا نے ان کو ہر طرح توفیق دی تھی وہ اگر چاہتے تو لندن کینٹربری ڈور یا کسی دوسرے مقام پر جہاں ان کا جی چاہتا۔ ویسی ہی پوشیدہ ملاقات کا انتظام کر سکتے تھے۔

اس حد تک پہنچنے کے بعد میرے خیالات نے پھر پلٹا کھایا۔ اور کچھ معاملات بالکل ہی نئی طرح کے ذہن میں پیدا ہوئے۔

۱۔ جو وقت جینز کو ملیٹ ڈوور کو روانہ ہوا تو کس خطرہ کا احساس اس کے دل کو تھا۔ جس سے مجبور ہو کر اس نے اپنے بھائی زبیدی کے نام ایک خط لکھا۔ اور وہ خط بھی صریحاً دو دور پہنچنے کے فوراً بعد لکھا گیا۔ پھر اس میں بھی ایک عجیب طرح کا سوال در سوال پیدا ہو کر میرے دماغ کو چکر میں ڈالتا تھا۔ جیسا پیشتر کاروبار کی عدالت میں ایک ممبر جیوری کے سوال پر بیان کر چکا تھا۔ جینز کو ملیٹ مسٹر مارشنگٹن سے ملنے کو سخت بے تاب تھا۔ اور اس کے الفاظ سے یہ بات ظاہر ہوتی تھی کہ وہ کسی معاملہ میں ان کو فائدہ پہنچانے یا کوئی خدمت بجا لانے کے سلسلہ میں ان سے ملنا چاہتا ہے پس وہ سوال جو اب میرے جی کو حیران کرنے لگا یہ تھا کہ اس صورت میں وہ آدمی کون تھا جینز کو ملیٹ کو جس کی دہشت لگی ہوئی تھی؟

۲۔ کیا یہ بات مسٹر مارشنگٹن کی بے گناہی ثابت کرنے والی تھی۔ کہ دوست نہ کہ روزمرہ خود جینز کو ملیٹ کو تلاش کرنے ڈیٹ فورڈ کی ایڈمیریٹی بین برسرے میں گئے۔ گو اس میں بعض لوگوں کو یہ اعتراض کرنے کا موقع نہ مل سکتا تھا۔ کہ انہوں نے یہ کارروائی محض اسی خیال سے کی تھی کہ لوگوں کو ان کی بے گناہی کا یقین ہو جائے یعنی وہ اس طریقہ پر لوگوں کو آنکھوں میں دھول ڈالنا چاہتے تھے۔

غرض یہ سہ آلات تھے۔ جو بڑی دیر تک میرے جی کو بے چین کرتے رہے جتنا زیادہ میں ان پر غور کرتا اتنی ہی میری الجھن بڑھتی جتنی ابھی نگرہوں میں سہ پہر گزر گئی۔ اور آخر کار وہ وقت آیا۔ جب مسٹر کنرڈین دکیسل کو لینے ریل کے سٹیشن پر جانا ضروری تھا۔ میرے دل کو اس

شخص کی آمد سے گونہ لنگین حاصل ہو گئی تھی۔ کیونکہ پیشین آمدہ حالات میں سب سے بڑی ضرورت ہمارے لئے معاذ کے قانونی پہلوؤں سے واقف ہونے کی تھی۔

میں جب ہوٹل سے باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں۔ اخبار فروشوں کے کسی مقامی پرچہ کا ضخیمہ بیچتے ہوئے شور و غل مچا رہے ہیں۔ یہ معلوم ہونے کے بعد کہ وہ فلیج لیننگڈن کے کنائے پائی ہوئی لاش کے بارہ میں بھی کچھ الفاظ کہہ رہے ہیں۔ میں نے ایک پرچہ خرید لیا۔ اور آخر ریل کے سٹیشن پر پہنچ کر گاڑی کا انتظار کرتے ہوئے اسے کھولی کر پڑھنے لگا۔ تھوڑی سی عبارت پڑھنے کے بعد معلوم ہو گیا۔ کہ خبر کو غلامی ہر ابے حقیقت تھی تاہم عین ممکن تھا کہ آگے چل کر وہ کوئی غیر معمولی اہمیت اختیار کر لے۔

کافی نمایاں حروف میں یہ چند سطر میں درج تھیں۔
 آج۔۔۔ پہر کا واقعہ ہے ایک آدمی جو فلیج لیننگڈن کے ساحلی کراڑے کے آس پاس تفریحاً سیر کرتا پھرا تھا۔ اس نے ٹھیک اس مقام پر جہاں جینز کو ملیٹ کی لاش پڑی ہوئی پائی گئی تھی۔ ایک چھوٹی سی چٹان کی نشت پر جا کر بیٹھا ہوا ایک پرانا سکے پڑا پایا۔ بعد میں جب پولیس نے یہ سکے ہمارے شہر کے ماہر فن نادرات مرٹن ڈورڈ کو دکھا دیے۔ تو معلوم ہوا کہ وہ سترہویں صدی کا بنا ہوا ایک سپانی سکے ہے۔ جسے بسٹولٹ کہتے ہیں۔ سکے کی عام حالت نہایت اچھی اور ماریت پانچ شلنگ کے قریب۔ یہاں کی باقی رہے پولیس نمواس ہٹ کہ یقیناً اس کے زریعہ سے جینز کو ملیٹ کی موت کے راز کو حل کرنے میں کافی مدد ملے گی۔

دوبارہ میں نے اس عجیب خبر کو پڑھا۔ اور تیسری مرتبہ پھر اس کو بغور
 دیکھا چاہتا تھا کہ وہ ٹرین جس پر مسٹر کنرڈین آ رہے تھے۔ پر شور آواز کے
 ساتھ پلیٹ فارم کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس وقت جب میں انکے
 خیر مقدم کے لئے ٹکاڑی کی طرف بڑھا۔ تو میرے دماغ میں نئے نئے خیالات
 کا ہجوم تھا۔

باب ۱۱

کینئر ڈین کی آمد

کینئر ڈین گاڑی سے اترا تو اس نے ایک لمحہ میں اخباروں کا بڑا مٹھا پکڑا لیا اور چہرہ پر گہری سنجیدگی کے آثار تھے۔ رسمی باتوں پر وقت ضائع نہ کرتے ہوئے اس نے سیدہ معاملہ کی طرف آنے کی کوشش کی کہنے لگا:

”سنو صاحب میں ہوٹل جانے سے پیشتر دو جلد آپ سے باتیں کیا چاہتا ہوں۔ غالباً مسٹر مارشنگٹن ہوٹل ہی ٹھہرے ہوئے ہیں۔۔۔ اچھا تو خیر ان کو ٹھہرا رہے دو۔ میں چاہتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے لئے ہم دونو سمندر کے گھاٹ پر سیر کرنے چلیں۔ ٹہکتے پھرنے سے ایک تو بھوک چمک جائے گی۔ دوسرے دماغوں میں بھی کچھ تازگی آئے گی اور خدا بہتر جانتا ہے۔“

کہ کم از کم میرا دماغ بہت کچھ تازہ دم ہونے کا محتاج ہے۔“

اتنے میں گہری شام ہونے لگی تھی۔ گھاٹ پر ان کے ا کے دے آدمیوں کے سوا جواب تک نہ جی لگائے مچھلی پکڑنے کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ اور کوئی

”تفہیں نظر نہ آتا تھا۔ لیکن کینز ڈین نے اس وقت تک کوئی لفظ منہ سے نہ نکالا
تھے کہ ہم ان آدمیوں سے بھی دور ایک بالکل ہی علیحدہ مقام پر نہ پہنچ گئے۔ اس وقت
اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے اخباروں کو معنی خیز طریقہ پر ملائے ہوئے اس نے کہا
”دور ہم یہ سب آج کے اخبار ہیں۔ اور میں نے ان میں سے ہر ایک کو پڑھا
ہے۔ وہی ایک غیر مختلف رنگوں میں ان سب کے اندر موجود ہے۔ اُن کیسے
خدا اس زمانہ کے اخبار بھی کیا آفت ہیں اور اسی بات ان کو مل جائے اسکو
پھینکا کر بڑی آسانی سے قنگڑ بنا لیتے ہیں“

”نو کیا لندن کے ریشہ نام کے اخباروں نے اس خبر شائع کر دیا؟ میں نے
دہشت زدہ اہجہ میں پوچھا۔

”اے صاحب آپ شام کے اخباروں کا ذکر کرتے ہیں“ اس نے بڑے
ہوئے جوش کے ساتھ کہا ”اخباروں کے جوائنٹیشن سہ پہر کو... اور اس
سے بھی پہلے شائع ہوئے تھے۔ ان سب میں یہ خبر درج ہے۔ کارڈنز کی
عدالت نے سائرس بارہ بجے کارڈز کی ختم کی تھی۔ اور میں جوب پانچ گھنٹے
کو نکلا تو اخبار فروش لڑکے نکلا پھاڑتے ہوئے چلا آیا کہ یہ خبر سنار ہے تھے
اور پرچے بھی گرم چپاتیوں کی طرح ہاتھوں ہاتھ بک رہے تھے۔ یہ جو میرے
پاس ہیں۔ یہ ان اخباروں کے بعد کے ایڈیشن ہیں۔ اور ان میں زیادہ تفصیلی
حالات درج ہیں۔ لیکن ادہ... بکتی بڑی غلطی مسٹر ریشہ نام نے کی۔ کہ کل
ہی مجھ کو نہ بلا لیا۔ دراصل ان کو کسی قانونی مددگار کو ساتھ لئے بغیر عدالت
میں جانا ہی نہ چاہیئے تھا۔ آپ بھی اتنے سمجھدار ہیں۔ پھر کیوں نہ آپ نے
انہیں روکا؟“

”میں اس کا جواب یہی عرض کر سکتا ہوں کہ مسٹر ریشہ نام کی عداوت ہے

جب وہ کوئی کام کرنے کا فیصلہ کر لیں۔ تو پھر دنیا کی کوئی طاقت انہیں روک نہیں سکتی۔ مگر ہاں اس کام میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ جو وقت وہ گواہوں کے کہڑوں میں داخل ہوئے۔ تو ہمیں بھولے سے بھی خیال نہ آسکتا تھا کہ معاملہ اتنی بڑی اہمیت حاصل کرے گا۔ یہی خیال کرتے تھے کہ ایک ایسی کارروائی ہے۔ جس سے فارغ ہو کر ہم منٹوں میں واپس چلے جائیں گے۔ اخباروں کا بنڈل مسٹر کنرڈین کے دہانے ہاتھ میں تھا۔ بائیں ہاتھ کی مٹھی کس کر اخباروں پر مارتے ہوئے اس نے کہا: لیکن کیا آپ نہیں دیکھ سکتے۔ کتنے بھرے جواب انہوں نے دئے ہیں۔ ذرا ان جوابوں کو تو دیکھیے...

”معلوم ہوتا ہے آپ بھی اس بارہ میں میرے ہم خیال ہیں کہ ان کو زیادہ سمجھ سونچ کر جواب دینے چاہئے تھے۔ ایک قانونی اور معمولی فارغ میں اتنا ہی تو فرقی ہے۔“

”آپ قانونی واقفیت کا ذکر جانے دیں! وکیل نے پر جوش لہجہ میں کہا: میں کہتا ہوں ایک معمولی عقل و دانش کا آدمی بھی ایسے نامعقول جواب دے سکتا تھا۔ جیسے انہوں نے دیئے۔ وہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہتلائے مصیبت کرنے کی کوشش کی!“

”ان کی خواہش صرف یہ تھی کہ سب مال سچ سچ بیان کر دیا جائے“ میں نے کہا۔

”واہ کیا خوب“ کنرڈین نے جواب دیا: ”میرے عزیز! اس دنیا میں سچ کہنے کا بھی ایک ڈھنگ ہوتا ہے وہ سچائی کس کام کی کہ آدمی اپنے لئے

عیبت کھڑی کر بے... ٹھیرو میں ذرا سگرٹ نکال لوں؟
 اس نے جیب سے ڈبیہ نکال کر ایک سگرٹ خود سلگایا۔ اور دوسرا
 مجھ کو پیش کیا مگر میں نے دیکھا کہ پہلا زوردار کش لگانے کے بعد مسٹر کنرڈین نے
 کسی کئی طرح منہ بنایا۔ اور چہرہ پر مدہا بل ڈالے۔ اس کے بعد دفعتاً اس کی
 آنکھوں میں ایک نئی طرح کی چمک پیدا ہو گئی۔ اپنا ہاتھ میرے بازو پر رکھ کر کہنے لگا
 ”ڈرہم سچ بتاؤ معاملہ کی اصل حقیقت کیا ہے۔ میں ایک کے مقابلہ
 میں پانچ کی شرط لگاتا ہوں۔ کہ تم سارے حالات سے ناواقف نہیں ہو۔
 تم سے میں ساری حقیقت اس لئے سنتا چاہتا ہوں۔ کہ اس میں کسی
 طرح کا حجاب مانع نہیں ہے بولو۔ جواب دو؟“

میں نے اس سے پہلے ہی یہ خیال کر کے کہ شاید وکیل کنرڈین کی
 آمد سے پہلے مسٹر مارشنگٹن پڑ کے سو جائیں۔ ان کو گفتگو کی زحمت
 سے محفوظ رہنے کے لئے سارے حالات کا خلاصہ اپنے ذہن میں تازہ کر
 لیا تھا۔ اور یہ بات مسٹر مارشنگٹن سے بھی کہہ دی تھی۔ کہ ضرورت پیش
 آنے پر میں اس وقت سے لے کر کہ جیبرز کو یٹ ایمن سکورٹ والے مکان پر
 مجھ سے ملا۔ اس وقت تک کے سارے مفصل حالات جب ہم کارڈز
 کی عدالت سے رخصت ہوئے۔ مسٹر کنرڈین سے بیان کر دوں
 وہ اس پر فوراً رضا مند ہو گئے تھے۔ بلکہ خود جواب وہی کی زحمت
 سے بچنے کے لئے انہوں نے یہ بھی مجھ سے کہہا تھا۔ کہ تم اس
 معاملہ کو جس طریقہ پر چاہو بیان کر سکتے ہو۔ میں ہر ایک بات تمہاری
 وائس میں ہی پرچھوڑتا ہوں۔ چونکہ ابھی رات کے کھانے میں ایک
 گھنٹہ کی مہلت باقی تھی۔ اس لئے جب ہم سمندر کے گھاٹ پر چسل

فدمی کرتے پھر رہے تھے۔ جب پانی کی موجیں گھاٹ کے پتھروں سے آہستہ آہستہ ٹکرا کر ایک مدھا سا شور پیدا کرتی تھیں۔ شب کی آمد سے پہلے شفق پھولنے لگی تھی۔ اور روو بار کی سطح کسی تالاب کی طرح ساکن دور افتادہ گرس نز کی گھومتی ہوئی روشنی کو نمایاں کرتی ہوئی وہ مقام ہم کو دکھائی تھی۔ جہاں فرانسس کا ساحل واقع تھا میں نے شروع سے آخر تک سارے حالات مناسب انتظام کے ساتھ کنٹرول سے بیان کر دیئے۔

اس نے بیچ میں بہت کم مجھے ٹوکا۔ صرف کسی کسی موقع پر کوئی خاص سوال پوچھنے لگتا تھا۔ آخر جب میں اپنا بیان ختم کر چکا۔ تو وہ پھر بھی دیر تک چپ رہا کبھی کبھی گھاٹ کی سنگی دیوار پر سمجھے ہوئے سنگریزوں میں سے چند ایک اٹھا کر انہیں ایک ایک کر کے سمندر کی طرف پھینکنے لگتا تھا۔ میں اس کی عام حالت دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ گہرے فکر کی حالت میں ہے۔ انجام کار اس نے اخباروں کا یہ بندل گھاٹ کی دیوار کے ساتھ ایک دو بار مار کر میری طرف منہ پھیرا اور کہا۔

”مسٹر ڈرم معاملہ پیچیدہ اسرار ہے۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ فخر ایک آدمی مجھ کو بتا سکتا ہے۔ کہ اس ناز کا مطلب کیا ہے۔ کسی اور کو شاید نوے فیصدی حالات کا علم ہو۔ لیکن سو فیصدی اسی کی زبانی جانے جاسکتے ہیں۔“

”اور وہ آدمی کون ہے؟ میں نے پوچھا۔“

”مسٹر مارشنگٹن“ اس نے جواب دیا۔ ”اکیلا مارشنگٹن ہی سب

کچھ بتا سکتا ہے اس نے تم سے کہا تھا۔ کہ شادی کی رسم ادا ہو جائے۔ یہ
 میں سارا حال بیان کر دوں گا۔ لیکن اب اس کا انتظار ناممکن ہے۔ اس کے
 علاوہ جب تک وہ شک کے بادلوں میں چھپا ہوا ہے۔ شادی
 کا خیال ہی دلوں میں لا افسوس ہو گا۔ اس لئے خواہ اس راز کی حقیقت
 کچھ ہو اس کا فرض ہے کہ مجھے اور آپ کو اس سے آگاہ کر دے۔ میں
 عنقریب اس سے مل جاؤں گا۔ صاف کہہ دوں گا۔ کہ جب تک وہ اپنے
 راز دلی سے آگاہ نہ کرے۔ ہم کسی طریقہ پر اس کی مدد نہیں کر سکتے۔
 آخر بڑی دیر کے بعد ہم ہوٹل کی طرف واپس ہوئے۔ رستہ میں
 مجھ کو یاد آیا۔ کہ مقامی اخبار نے اپنے خاص ضمیمہ میں ایک چھوٹی سی
 خبر شایع کی تھی سڑک کے کنارے لگے ہوئے ایک
 لمبے کے نیچے کھڑے ہو کر میں نے وہ اخبار کھول کر مسٹر کنٹر
 ڈین کو دکھایا۔

میرے خیال میں یہ خبر آپ کے ملاحظہ سے نہ گزری ہوگی۔ میں
 نے اس سے کہا۔ عین اس وقت میں نے پڑھی تھی۔ جب آپ کی ٹرین
 سٹیشن کی حد میں داخل ہوئی ہے۔
 کنٹر ڈین نے وہ خبر دہر تہ پڑھی لیکن پھر بھی کسی طرح کی دلچسپی
 ظاہر نہ کی۔

”آہ“ اس نے سرسری لہجہ میں کہا۔ ”یہ سب کچھ کیا نام... پیڈلٹ
 ٹھیک اسی مقام پر پایا گیا۔ جہاں وہ بدھیب پاؤں پھیل کر یاویسے
 ہی۔ یا کسی کے نیچے گرنے سے گر کر مرا تھا۔... اس کی دریافت واقعی
 دلچسپ ہے۔“

میرا خیال تھا۔ یہ اس دریافت کو قابل اہمیت کے سمجھے گا۔ لیکن اس کے سرور پر سکون ہجہ کو دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی۔
 ”تو کیا آپ کئی رائے میں اس کے موقعہ واردات پر پائے جانے سے کوئی خاص نتیجہ نکلنے کی امید نہیں؟ میں نے انجام کار پوچھا۔
 ”میرے خیال میں... نہیں؟ اس نے صاف گوئی کرتے ہوئے جواب دیا: ”آپ کی رائے کیا ہے؟“

یہ حیران تھا کہ ایک قانون دان کے آگے کس منہ سے حجت پیش کر دوں۔ اس سلسلہ میں نے اپنے خیالات کو دہرائے رکھنا ہی بہتر سمجھا۔ اور رسمی طور پر جواب دیتے ہوئے محض اتنا کہا: ”میں خیال کرتا تھا شاید اس سے کسی کا سراغ مل جائے۔“

در عین ممکن ہے کہ یہ سکہ کویلڈ کی حبیب سے نکل کر گرا ہو اور اس نے سوچتے ہوئے کہا: ”سالخورہ فلاجوں کا ایک عام دستور ہے۔ کہ بہت پرانے سکے اور تھے۔ جو انہیں کہیں کہیں سے دستیاب ہوتے ہوں جیسوں ڈالے پھیرا کرتے ہیں... مگر ایوہم ہوٹل میں آئے تھے۔ اور کھانے سے پہلے تیاری کے لئے صرف لفٹ پر اس وقت باقی ہے۔ لیکن مسٹر ڈرہم میں چاہتا ہوں جس قدر حالات آپ نے مجھ کو بتائے ہیں۔ ان کا ذکر مسٹر مارشلٹن سے کر کے اپنی طرف سے کہہ دیں کہ ہمیں آپس میں اس مضمون پر جو تبادلوہ خیالات کرتا ہے۔ وہ کھانا کھانے کے بعد ہی کریں گے۔ اب مجھ کو ساری کیفیت ایک حد تک معلوم ہو چکی ہے۔ اور میں بہتر سمجھ سکتا ہوں۔ کہ مجھے کس پیرایہ میں گفتگو کا آغاز کرنا

چاہیے۔

اس رات ہم تینوں نے اپنے کمرہ ہی میں مل کر کھانا کھایا۔ اور لیے
اطمینان اور سکون خاطر کے ساتھ کھایا۔ کہ کسی دیکھنے والے
کو بعد لے سے بھی خیال نہ آسکتا تھا۔ کسی طرح کی تشویش
ہمارے دلوں کو لاحق ہے لیکن جب ہوٹل کے نوکر دسترخوان
بڑھا کر رخصت ہو گئے اور قہوہ اور سگار کا دور چلنے لگا۔ تو حالت
بالکل ہی بدل گئی۔ ہنسی ٹھٹھے کی آوازیں جو پیشتر گونجتی رہی
تھیں۔ یکایک مٹ گئیں۔ چہروں کی مسکراہٹیں کا فور ہو گئیں
اور بعد ازاں جب ہم نے اپنی اپنی کرسیاں آگے کو سرکالیں تو
صورت کی متانت یہ ظاہر کرتی تھی کہ جو پر اہمیت سیال اس
وقت ہمارے زیر بحث ہے۔ اس کے برابر کوئی بات دنیا میں نہ
ہوئی ہوگی۔

لیکن اس جگہ میں چاہتا ہوں کہ وہ ساری گفتگو جو مسٹر
مارشنگٹن اور ان کے وکیل کے درمیان ہوئی مکالمہ کی صورت میں
بجسٹم درج کر دوں۔ کیونکہ اس صورت میں اس داستان
کے پڑھنے والوں کو اس کے سمجھنے میں زیادہ آسانی ہوگی
”دیکھئے صاحب جج کنرڈین نے مسٹر مارشنگٹن کو مخاطب کر کے
کہا: آپ کے معتد مسٹر ڈورم نے اس عجیب و غریب واقعہ کے متعلق
سارے بیان طلب حالات مجھ سے کہہ دیئے ہیں۔ اور ایک حد تک
پوری کیفیت سے واقف بھی ہو چکا ہوں۔ تاہم بعض باتیں ایسی ہیں جن
پر صرف آپ ہی روشنی ڈال سکتے ہیں میں چاہتا ہوں جو کچھ آپ سے

دریافت کیا جائے۔ اس کے متعلق بلا حجاب و تامل صحیح صحیح جواب دیں۔ بہت پہلی بات جو میں آپ سے دریافت کرتا ہوں یہ ہے کیا آپ کی گذشتہ زندگی کا کوئی راز ایسا ہے جس کا حال لوگوں کو معلوم نہ ہو؟

”بے شک ہے“

”اور وہ کوئی غیر معمولی راز ہے؟“

”ایسا ہی سمجھئے؟“

”کیا ہم اس راز کو خطرناک اور بھیانک قرار دے سکتے ہیں؟“

”میرے لئے وہ ایسا ہی راز ہے“

”اچھا اب اس کا جواب دیجئے گا ماسٹر کنٹرولین نے کہا یہ کیا ہے آدمی؟“

”لائڈا اور کوئیلٹ آپ کے اس راز سے پوری طرح واقف تھے۔ اور کیا صبر،

حال ان کو شہ دے سے معلوم چلا آتا تھا؟“

”ہاں وہ دونوں اس راز سے واقف تھے۔ اور شروع سے ہی

واقف چلے آتے تھے؟“

”اور آپ نے ان کے منہ بند رکھنے کے لئے ہی ان کو نقدِ مادہ پیش کیا

نہا طریقہ اختیار کیا تھا؟“

”ایسا ہی سمجھئے“

”بعد ازاں جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ دونوں آدمی انگلستان میں آئے

ہیں۔ تو کیا آپ کو بڑی حیرت ہوئی؟“

”بے شک ہوئی تھی“ ماسٹر مارشنگٹن نے جواب دیا۔ ”اس لئے

کہ میرا بچہ یقیناً تھا۔ کوئیلٹ ہمیشہ کے لئے بونو سی۔ نیز بہر حال

گزین ہو چکا۔ اور ڈی لائڈا اب حیات نہیں۔ میں نے اس کو

مرنے کی خبر یقینی طور پر سنی تھی“

”بہر حال یہ اس وقت تک زندہ ہے؟“ ماسٹر کنٹرولین نے کہا۔

اور آپ سے ۱۰ روپیہ طلب کرنے کے آیا ہے۔ فی الحال ہم اس سوال پر بحث کرنا نہیں چاہتے کہ کسی بلیک میل کرنے والے سے قانونی طور پر ملوک کیا جا سکتا ہے۔ سروسٹ میں آپ سے ایک سیدھا اور سادہ سا لپچہ ہوں۔ اور چاہتا ہوں آپ اس کا ویسا ہی صاف آپ نے ذی لاندہ سے سمجھوتہ کرنے کے لئے ایک دن مقرر کیا ہے کیا آپ کو امید ہے کہ اس روز کوئی فیصلہ کن رہا جھوٹا ہو جائے گی؟

”ہاں میرا خیال ہے میں اس روز اس سے مل کر ہمیشہ کے لئے یہ قضیہ ختم کر دوں گا۔“

”اور آپ چاہتے ہیں اس دن سے پہلے آپ کی ہمشیر زادہ میسٹرس کی شادی مسٹر آرم کے ساتھ ہو جائے؟“

”یہ ارادہ وہی ہے کہ یہ دونوں اس دن سے پہلے پہلے ایک دوسرے میں مل کر مل جائیں۔“ مسٹر مارشنگٹن نے زور دے کر کہا۔

”لیکن کیا آپ نہیں دیکھ سکتے؟“ مسٹر کنفرٹن نے اعتراض کیا۔ ”کہ جب تک اس بیتی کا الزام کی خاطر آپ پر عاید ہے۔ اور یہی طرح صفا کی شادی رسم ادا ہونا کس طرح ممکن سمجھا جاسکتا ہے۔ ان کے کہیں ناظر اور دوسری راجت کا تقاضا یہ ہے۔۔۔“

ایک بار مارشنگٹن نے صبر کی کا اشارہ کرتے ہوئے بات کو پیچ میں رکھ دیا۔ اور کہا ”اس الزام کو میں کوئی خاص اہمیت نہیں دیتا۔ ایک عائلی تخلیف ہے۔ جو عنقریب رفع ہو جائے گی۔ یہ آپ خود دیکھ لیتے کہ جب کہ روز جب گاؤں کی تحقیقات کا روزمرہ آغاز ہوتا ہے۔ ہر ایک بات فیصلہ کن طریقہ پر طے ہو جائے گی۔“

”اچھا دن باتوں کو چھوڑتے۔ اور اس کا جواب دیجئے۔ کہ متونی چیز کو کیسے کس لئے آپ سے ملنے کے لئے بیتی ب تھا؟“

”میرے خیال میں وہ مجھ کو اس بات کی اصلاح دینا چاہتا تھا کہ ڈی
لاڈا اب تک زندہ ہے۔ اور اس جگہ پہنچ چکا ہے۔“

مسٹر کنزٹین سنہ اٹھ سو الپو چھٹے سے پہلے قدرتی دیر تامل کیا
اس کے بعد کہا: ”اب جو بات میں دریافت کرتا ہوں اس کا جواب خوب
سوچ سمجھ کر دیکھنے کیا آپ کی رائے میں یہ بات ڈی لاند کے متنی میں
مستند تھی کہ جینز کو بیٹھ کر آپ کے لئے دو یا تیس؟“

مسٹر مارشنگٹن ہنر کموں کے عرصہ تک جب باپ سوچتے
رہے اس کے بعد کہنے لگے: ”یہ سب اپنے آپ سے یہ سب ان صلاح بار پوچھا
ہے لیکن کوئی فیصلہ کن جواب دہائی نہیں کر سکا۔ تو میں میرا خیال ہے
کہ یہ بات اس کے متنی میں نہ ہوتی سوائے اس ایک صورت
کے...“

وہ کہتے کہتے کہ: ”نہ اوروں کا کسی گہری فکر میں بیٹھ کر سوچنے
لگے۔ آخر جب خاموشی کا رشتہ بغیر معمولی لمبا ہو گیا۔ تو کنزٹین سنہ
شکر یک کر کے اس کی طرف سے کہا: ”اے ہاں فرمائیے۔ وہ ایک صاحبزادہ
کیا ہے۔“

”یہ کہ شاید کوئی ایسی بات معلوم ہو جس کا خود مجھ کو
علم نہیں تھا۔“

”تو کیا آپ کی رائے میں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شہر کسی
ایسی بات سے واقف ہو جس کا نالی آپ کو معلوم نہ تھا۔ اور وہ آپ
کی اطلاع آپ کے کانوں تک پہنچانے کے لئے اتنا ہیے مناسب تھا؟“

”ممکن ہے ایسا ہو۔“

”اور وہ بات کیا اس راز سے متعلق تھی؟“

”غالباً تھی۔“

”لیکن وہ راز کیا آپ تین شخصوں کے سوا کسی اور کو معلوم نہیں ہوا۔ اور اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو یہ بھی فرما دیجئے۔ کیا ان تمیز میں کوئی شخص واحد بھی ایسا ہو سکتا تھا۔ جسے اس راز کے متعلق باقیوں سے زیادہ حالات کا علم ہو؟“

”میری دلالت میں کوئی ایسا آدمی تھا۔ جو ممکن ہے اس بارہ میں زیادہ معلومات رکھتا ہو۔“

مسٹر کنڈون اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور کمرہ کے اندر ٹہلے ہوئے ایک دوپہرے کرنے کے بعد پھر اسی مقام پر واپس آ کر جہاں ہم میز کے پاس بیٹھے تھے رک ٹھکے مسٹر لاسٹ مین کے سامنے دونوں ہاتھ میز کی سطح پر رکھ کر آگے کو جھکے ہوئے انہوں نے کہا۔

”اچھا تو اب سنئے جینر کو لیٹ اس دنیا میں نہیں ہے۔ اور نہ کوئی بات کہو بتا سکتا ہے۔ میں آپ کو بہترین اور محفوظ ترین مشورہ جو اس طرح کے حالات میں دیا جانا ممکن ہے دینا چاہتا ہوں۔ صرف آپ کے وکیل کی حیثیت میں نہیں۔ بلکہ ایک خالص اور محض دوست کی

مانند بھی آپ سے پوشیدہ نہیں ہو سکتا۔ کہ دنیا میں صرف تین آدمی ایسے ہوتے ہیں۔ جن کے روبرو کوئی شخص اپنے دل کا حال پوری آزادی سے کہہ سکتا ہے۔ ایک پادری ایک طبیب اور تیسرا وکیل۔ اب میں چاہتا ہوں آپ مسٹر ڈرم کو باہر بھیج دیں۔ اور مجھ کو اپنا معتد اور معتبر وکیل سمجھ کر جب قدر حالات آپ کو ایسے معلوم ہیں۔ جواب

ہم سے پوشیدہ رہے ہیں۔ راست راست بیان کر دیں۔ اور کوئی بات چھپا کر کہنے کی کوشش نہ کریں۔“

کنڈون کی اس لمبی تقریر کے خاتمہ پر گہری خاموشی چھا گئی۔ اس کے بعد مسٹر لاسٹ مین کا ایک اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور

اس وقت میں نے دیکھا۔ اس عرصہ قلیل میں وہ اپنی عمر سے دس سال بڑھے نظر آنے لگے تھے۔ پھر جس وقت انہوں نے اپنا ہاتھ کر سی کے بازو پر رکھا تو وہ زور زور سے ہل رہا تھا۔

”کٹر ڈین“ آخر کار انہوں نے آہستگی سے کہنا شروع کیا: میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ جو تم کہہ رہے ہو۔ وہ میری بہتری اور سلامتی کے لئے ہے۔ اس کے لئے میں تو دل سے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن میں افسوس میں تمہارے ان سوالوں کا جواب اس وقت تک نہیں دے سکتا۔ سنو کہ وہ چھوٹی سی غلط فہمی جو میرے برخلاف پیدا ہو چکی ہے رٹش نہ ہوا جائے اور ان دو عزیزوں کی شادی کی رسم عمل میں نہ آجائے۔ جب ایسا ہو گیا تو پھر کیلا کی سلامتی یقینی ہے۔ اور مجھے کسی بات کا اندیشہ باقی نہ رہے گا۔ بس میں نے احوال اس سے زیادہ کچھ اور کہنا نہیں چاہتا۔ شب بخیر!

اور اس سے پہلے کہ ہم سنبھلتے یا اپنی بدحواسی پر غالب آسکتے انہوں نے مصافحہ کے طور پر باری باری ہمارے ہاتھوں کو چھوا۔ اور اس بارہ میں کچھ بڑبڑاتے کہ میں اب آرام کرنا چاہتا ہوں۔ کمرہ سے رخصت ہو گئے۔

ہم دونوں میں اور کٹر ڈین آئنے سامنے بیٹھے نگاہ حیرت سے ایک دوسرے کے منہ کو دیکھتے رہ گئے۔

باب - ۱۲

کنز دین میدان عمل میں

کافی دیک کر وہ میں خاموشی چٹائی رہی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کہ گفت گو کا آغاز کس طرح کیا جائے۔ آخر کار کنز دین نے یہ کہہ کر ہر سکوت کو طردی میرا تو یہ خیال ہے کہ تو اس بھیا نک راز پر شب و روز غور کرتے رہتے سے میرے عزیز بہ دوست سے دماغ کو بھاری خدمہ پہنچا ہے۔

میں نے نگہ رتی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ اور کہا "میرے خدا کیا آپ کے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ مسٹر مارشنگٹن کے تو اس بہکا

نہیں؟

"آر نہ ہوں تو اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔" وہ کیل نے سر ہلچا میں جواب دیا۔ "بہت فوجوان و دوست اس سے بعد اس نے کہا۔" وہ بتا دیں ہر چیز کی طرح دیوانہ کے بھی مارج ہیں بہرہ سکتا ہے کہ ایک آدمی بنا تو نہیں فیصلہ ساری باتوں صحیح الدماغ ہو۔ یہ لیکن کسی ایک بات میں مضبوط انھو اس سما عہد ہے۔ جب کوئی آدمی کسی ایک معاملہ کو لیکر دن رات اسی کو سوچتا رہے تو اس کی فہم فیصلہ اس ایک مفہوم پر

قابل اعتماد ہیں۔ سہتارا۔ اس کے علاوہ میں اسے نیک خال نہیں سمجھتا کہ وہ اپنے دل کا راز مجھ کو بنانے سے بھیجھاتا ہے۔ جس آدمی کو خزانے عقل و دانش دی ہو وہ اپنی روح کا دل کسی مذہبی شیعہ کے سامنے نہ دے گا حالِ طبیب کے سامنے اور دنیاوی معاملات کا حال اپنے وکیل کے سامنے بیان کرنے سے کبھی نہیں جھجکتا۔ جھجک و ہیں پیہا ہوتی ہے۔ جہاں باطن میں کوئی خرابی ہو۔

رئیس کن ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ مسٹر مارشنگٹن معاملہ کو اس قدر نازک اور تطیف خیال کرتے ہوں۔۔۔

مگر کنڈین کا ایسی باتوں سے اطمینان نہ ہوا۔ اس نے بے انتہائی سے سر کو حرکت دی۔ پھر سوڈا ملی ہوئی دسکی کا ایک گلاس پی کر سگا رس لگا لیا۔ اور اپنی ٹانگیں سامنے کی طرف پھیلا کر آرام کرے، پریٹ گیا۔

ایک دوکس رنگہ نے کے بعد آخر کار اس نے کہا: ”خیر انہی بے بسی انسان کو قصور دیتے۔ مسٹر مارشنگٹن پر قہر کا ادا ہم عاید کیا کیا نہ نہیں گئے“

”لیکن وہ چپ چاپ کہاں بیٹھے ہیں“ میں نے اعتراض کیا

ان کے دل کو اس بات کا سخت رنج ہے۔۔۔

”وہ تو میں بھی مانتا ہوں“ کنڈین نے جواب دیا ”لیکن فقط رنج کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ ان کو لازم تھا۔ اس کی تردید کے متعلق کوئی عملی کام کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ ان کو لازم تھا۔ اس کی تردید کے متعلق کوئی عملی کام کرتے۔ انہی امانتے مجھے بلا بھیجا اور میں ابھی تک لیکن جب تک مجھے معاملہ کی اصل حقیقت معلوم نہ ہو میں کیا انہیں قہر مشورہ دے سکتا ہوں؟

”بھیرے میرا اس بارہ میں آپ سے اتفاق رائے نہیں؟ میں نے کنڈین سے کہا: ”تھوڑی دیر پہلے جب آپ ان سے مختلف سوالات

پھیر رہے تھے۔ تو دو ایک باتیں ایسی میرے سننے میں آئیں جو اہمیت سے خالی نہیں ہو سکتیں ؟
”مثلاً کیا ؟“

”مثلاً یہ کہ انہیں نے فرمایا تھا کو لیٹ کو اپنی راہ سے رٹنا نا ڈی
لانڈا کے لئے فائدہ مند ثابت ہو سکتا تھا ؟“
”اچھا پھر ؟“

”یہ کہ اتوار کی رات کو جب کو لیٹ ڈوور آیا ہوا تھا۔ تو ڈی لانڈا
ابھی اس جگہ ... اسی ہوٹل میں جہاں ہم بیٹھے ہیں ٹھہرا ہوا تھا ؟“
کنزڈین نے دو تین بار اپنے سر کو حرکت دی اس کے بعد بڑبڑاتے
ہوئے اپنے آپ سے کہا ”بے شک یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے ان
دو شخصوں کا ایک ہی مقام پر آنا کچھ معنی ضرور رکھتا ہے۔ اس کے
علاوہ اور کیا ... ؟“

”اور وہی قدیم ہسپانی سکے جو اس مقام پر پڑا ہوا پایا گیا۔ جہاں
جینر کو لیٹ کی لاسٹ فلی میٹی و میں نے جواب دیا ہے آپ اس کی دریافت
کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ ضرور اس
میں کوئی راز ہے ملک سپانیہ کا ایک پرانا سکہ اگر کسی بات نہ ہمسائیہ
کے پاس نہیں۔ تو اور کس کے پاس پایا جاسکتا ہے ؟ اگر یہ بات کسی
طرح ثابت کی جاسکے کہ یہ سکہ ڈی لانڈا کے پاس تھا ... کیوں ؟“
کنزڈین متعقدہ مارکر سننے لگا پھر ولانڈا کو آپ پہلے ایک نظر پر
تعمد کر کے پھر اس کو مختلف طریقوں پر مضبوط بنا چاہتے ہیں۔ خیر
آپ کی بات سمجھ نہ چھ وزن ضرور نکلتی ہے۔ ڈرہم میرے دوست میرا
کہنا تو ہم تم دونوں ملکر حقوڑی جاسوسی کریں۔ آج بعد کی رات بے
سکارتہ زندگی حقیقتات شکر دار کی طرح کو ہوگی۔ بیچ میں جمعرات کا ایک

دن ہے اس میں ہم دلوں کو شش کر کے یہ معلوم کریں گے۔ کہ انوار سے لے کر سونوار تک جب ڈی لائنڈ اس جگہ ٹھہرا ہوا تھا۔ اس نے کیا کیا کچھ کیا؟

”پھر یہ ایک بات اور بھی ہے؟ میں نے اس پر کہا: میں نے آپ کو بتایا ہے کہ ڈی لائنڈ ایلیج سینڈ مارگرٹ کے گاؤں میں پہنچ چکا ہے۔ سوال یہ ہے اس کو وہاں جانے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر سیر و تفریح مقصود تھی۔ تو وہ بڑی آسانی سے برائٹن جاسکتا تھا۔ میں تو خیال کرتا ہوں۔ وہ اس مقام پر جہاں کو باؤٹ گر کر مرا اس کے کوہی تلاش کرنے گیا ہے“

لیکن اس بات کا اسے کیونکر یقین ہوا۔ کہ وہ سکھ وہیں کھو یا گیا ہوگا۔ کیلی نے اعتراضات کو چھوڑا۔

میں یہ نہیں کہتا۔ بلکہ میرے کہنے کا مطلب یہی ہے۔ کہ وہ موقعہ واردات پر پہنچ کر اس بات کا یقین حاصل کرنا چاہتا ہے کہ سکھ اس جگہ نہیں کھو یا گیا۔ کیونکہ اگر یہ چیز وہاں پڑی ہوئی پائی گئی۔ اور ثابت ہو گیا۔ کہ اس کی ہمتی تو... آپ بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

کنز ڈین نے اوپر کی طرف منہ کر کے چھت کو تنگ شروع کیا۔ پھر بولا۔

”ڈرہم نہارا نظر یہ خوب ہے۔ اچھا کل ہم ایک... لیکن اس میں کہاں ٹھہری ہیں؟“

”وہ اسی جگہ شہر میں مشرمارسٹنگٹن کے ایک دوسرے مکان پر رہتی ہیں“ میں نے جواب دیا۔

”اچھا تو کل صبح پہلا کام یہ ہوگا۔ کہ مس ٹین کو اس جگہ لاکر

لوہاؤں کے پاس چھوڑ دیا جائے؟ مسٹر کٹر ڈین نے کہا: وہ انکی
 کوئی کرتی رہیں گی۔ اور میں اور آپ کچھ عملی کام شروع
 کریں گے؟

چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔ کیلا کو مسٹر مارشٹن کے پاس چھوڑ
 ہم دو نو میں اور کٹر ڈین اس رات کی تحقیقات کرنے چلے۔ کہ
 پیسیر جیڑی ڈی لاند نے ڈور میں رہتے ہوئے اپنے وقت کا
 بیشتر حصہ کس طرح گزارا تھا۔

میں تو اکیلا شاید کچھ جی نہ کر سکتا۔ لیکن کٹر ڈین طریقہ عمل
 سے خوب واقف و مدام ہوتا تھا۔ ناشتہ سے فارغ ہونے کے
 بعد ایک گھنٹہ کے اندر اندر اس نے ہوٹل کے منتظم۔ نیز اس نو جوان
 نوکرت۔ ملکہ ڈی لاند کے عرصہ قیام میں اسکی خدمت گزار کی کرنا شروع کیا۔
 سڑکیوں پر جتا پر گفتگو کرتے ہوئے کسی ایک قابل ذکر باتیں مستلیم
 کر لیں ان کو میں اس داستان کے پڑھنے والوں کے رد پر ایک
 جلدی کی صورت میں پیش کرتا ہوں۔

۱۔ ڈی لاند اس پہرے وقت ڈاک کے جہاز پر سوار ہو کر کیلے
 سے ڈور پہنچا تھا۔ اور سبیدھالارڈ وارڈن ہوٹل میں آ کر اس نے
 اپنے رہنے کے لئے چند کمرے کرایہ پر لئے۔

۲۔ اسی دن شام کے سات بجے اس نے رات کا کھانا اس۔ یعنی
 اپنے کمرے میں بیٹھ کر کھایا۔

۳۔ آٹھ بجے کے قریب وہ ہوٹل سے رخصت ہوا۔ اور جب وہ اس
 آیا تو قریباً آدھی رات کا عمل تھا۔ اس کی نقد بقی اس نوکرت کی
 جو ڈی لاند نے قادم خاص کے فرائض سرانجام دینا شروع کیا کیونکہ
 بتایا۔ کہ جب آدھی رات کے وقت میں گھنٹی کی آواز سن کر اٹھ

کمرہ میں گیا۔ تو سینر ڈی لائڈ اہیٹ اور کوٹ پہنے کھڑے تھے۔
اور دستاویز اتارنے لگے تھے۔

۴۔ اس کے نکلے روز اس وقت کے ایک گھنٹہ بعد جب میں
مسٹر مارشلنگٹن کے زیر احکام اس سے ملنے کے لئے آیا تھا۔ وہ ہوٹل
میں رخصت ہو کر لندن روانہ ہو گیا۔

ان چار روز یا فتوں کو سامنے رکھ کر کنرڈین نے کہا: ”ڈرہم میرے
عزیز اس حد تک جو کچھ ہم نے تحقیق کیا ہے، وہ دلچسپی سے خالی نہیں
ایک ہمارے لئے یہ جانتا بھی ضروری ہے کہ اس رات ڈی لائڈ اگھانا
کھانے کے بعد ہوٹل سے چل کر کہاں گیا۔ اور آگھانے سے لے کر آدھی
رات تک کہاں کہاں پھرتا۔ میں نے اس بارہ میں کو ایک نظر یہ
ناہم کیا ہے تاہم ابھی اس کے متعلق میرے دل کو پختہ یقین نہیں ہے۔
بہر حال اب ہم ڈی لائڈ کو جیو ڈکر ٹھوڑی دیر کے لئے اس رستہ پر
کے مالک سے بات چیت کریں گے۔ جس کے دل پہنچ کر جینز کو یڈ
لے تو اقدار کی رات کو چائے پی کر آگھانا کھایا تھا... ٹھیکر و میسے خیال
میں اس کا نام عدالت کار و ترقی کار۔ دانی کے سلسلہ میں اخبار
میں شایع ہو چکا ہے۔ میں نے مضمون کا وہ حصہ کاٹ کر اپنے
پاس رکھ لیا تھا... دیکھئے یہ ہے میں ایک دو سوالات اس سے
جیسی پوچھا چاہتا ہوں“

ہم سب سے اس ریسٹورین کی طرف دوڑے۔ درجہ اول کی ایک
صاف ستھری جگہ مقرر تھی۔ جس کی کھڑکی میں گئے ہوئے اشتہار رات
سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ جگہ پاپ سٹیک۔ انڈس پھلی وغیرہ تیار کرنے
میں خاص شہرت رکھتی ہے۔ ریسٹوران کے مالک نے چونکہ کار و ز
کی عدالت میں مجھ کو مسٹر مارشلنگٹن کے ساتھ دیکھا تھا۔ اس لئے

شروع میں تو اس نے ہماری طرف بہت ہی کم توجہ دی لیکن جب اسکو بتایا گیا کہ مسٹر کنرڈ بین مسٹر مارشنگٹن کے وکیل ہیں۔ اور بعد ازاں علیحدگی میں کنرڈ بین نے اس سے بات چیت کرتے ہوئے ذرا سمجھی بھی گریبا دی۔ تو ریسٹوران والا ہمیں ایک علیحدہ کمرہ میں لے گیا۔ اور کہنے لگا۔ فرمائیے۔ آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ میں ہر قسم کے معقول سوالات کا تا حد امکان جواب دینے کے لئے تیار ہوں۔“

”اگر اطمینان رکھئے۔ ہمارے سوالات بہت ہی کم اور متغولیت کے اندر اندر ہوں گے۔ کنرڈ بین نے جواب دیا۔ ”پہلی بات تو یہ ہے کہ متوفی جیمز کو میڈٹ رات کا کھانا کھانے کے بعد کسی وقت اس جگہ سے رخصت ہوا تھا؟“

”اٹھ بجے کے بعد ڈی ویر بعد۔“
 ”آپ نے پھر کسی موقع پر اسے دیکھا؟“
 ”واہ دیکھا کیوں نہیں۔ اس نے واپس آکر خط جو لکھا تھا۔“ مگر کیوں نہ آپ نے کارور کے ردبرو اس کا ذکر کیا؟“

”اس لئے کسی نے مجھ سے پوچھا ہی نہ تھا۔ بہر حال یہ امر واقعہ ہے کہ ایک بار رخصت ہونے کے بعد وہ جلدی ہی شاید پانچ سات میڈٹ کے بعد پھر آیا۔ مجھ سے ایک کاغذ لانا اور قلم و دوات مانگی ہیں بیٹھ کر ایک خط لکھا۔ پھر اس کو بند کر کے ڈاک خانہ میں چلا گیا جو پاس ہی سڑک کے موڑ پر واقع ہے۔“

”اچھا اب یہ بتائیے۔ جب وہ دوسری بار آیا۔ تو اس کے چہرہ پر آپ کو کوئی تبدیلی نظر آئی تھی؟“

”ہاں وہ کچھ گھبرایا ہوا سا معلوم ہوتا تھا۔ میں کوئی خاص علامت تو بیان نہیں کر سکتا۔ مگر تو بھی اس کے لہجہ سے یہ بات معلوم ہوتی

تھی۔ کہ کسی نے اس کو پریشان کر دیا ہے۔
کنز دین نے اس سے زیادہ کوئی اور بات جاننے کی خواہش
نہ کی۔ ناگہاں اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور فالتو ٹیڈیان
کا شکریہ ادا کر کے مجھ کو باہر درک پر لے جا کر کہنے لگا۔
”ڈیریم اب کچھ روشنی مجھ کو نظر آنے لگی ہے۔ معلوم ہوتا ہے
اس عرصہ میں جو کوئیٹ کے ایک بار اس جگہ سے جانے اور دو
بار واپس آنے میں صرف ہوا۔ اس نے ڈی لائیڈ کو رہی دیکھا
ہو گا۔“

”آہ کیا یہ بات ہے۔“

”اے مجھے اس کا پورا یقین ہے۔“ کنز دین نے مسکراتے ہوئے
کہا۔ ”ڈی لائیڈ اسی دو فرق خاص ہے۔ جس کا ذکر اس نے کیا میں کیا
ہے۔ اب ہمیں چل کر وہ مقام دیکھنا چاہیے۔ جہاں گر کر کوئیٹ
کی موت واقع ہوئی تھی۔ اس کے بعد ہی میں اختلاف دم اٹھا سکوں
سکا۔“

جس مقام پر گر کر یا گرایا جا کر بد نصیب جینز کوئیٹ نے اس
آنسوؤں کی دادی کو جس کا نام ڈنبا ہے۔ چھوڑا تھا۔ اس کی تلاش
میں ہمیں کوئی خاص زحمت نہ ہوئی۔ اخباروں نے اس سے متعلق
جو مفصل حالات چھاپے تھے۔ نیز جو تحسی غفلت کو اس واردات
سے پیدا ہو چکی تھی۔ اس وجہ سے بے شمار تماشاخی اس مقام
کی دید کے لئے ہر وقت آتے رہتے تھے۔ کہ مقام پولیس کو اس
جگہ کی نگہ رانی کے لئے دو سپاہی متعین کرنے پڑے۔ انہی سے ملکر
کنز دین نے گفتگو کا آغاز کیا۔

اس کے سوال پر سپاہیوں میں سے ایک نے بیان کیا کہ اس

دو تھ سے سے میری ب سو موار کی صبح کو متوفی کی لاش پڑی ہوئی
 پائی گئی۔ پولیس اس جگہ کی نگہانی کرتی رہی ہے۔ اور ہم نے اس
 خیال سے کہ کوئی یا اس نے آنے پائے۔ اس جگہ سے گزرا مگر وہ تھوڑی سی
 دور تک رسی باندھ کر بدلتا ہی گیا وہی کہہ دیتی ہے۔ وجہ یہ کہ محکمہ کے آدمی
 پاؤں کے نشانات دیکھ کر کسی طرح سے سرانجام لگانے کی امید رکھتے
 ہیں۔ دیکھئے وہ جو اوجھائی یہ آپ کو ٹوٹی ہوئی بات آپ کو دکھائی
 دیتی ہے۔ وہ اس سے زہ آدھی تر تھا۔ گو کہ کوئی بتا دے کہ کسی
 نے اس کو گرایا۔ خود میں مار کا سہارا لے کر کھڑا تھا۔ وہ اس کا
 بوجھ نہ سہا۔ اس کی اور ٹوٹ گئی لکڑی اس میں شک نہیں ہو سیدہ
 تھی۔ اور تاہم بڑی بڑی مار آدمی اس کے ساتھ کھڑا ہو۔ تو اس کا ٹوٹ
 جانا عجیب نہیں سمجھ سکتا؟

”آپ کا خیال صحیح ہے۔ کہیں ٹین ٹان میں اسی جگہ سے
 کہا ادا میں کے بعد اصل مطلب کی طرف آتے ہوئے کہنے لگا کہ بھول
 بسوا آپ کو معلوم ہے وہ سپاہی سکھ جو گرا ہوا پایا گیا۔ وہ اسی
 قطار میں کے اندر تھا۔ جس کی حد بندی کر دی گئی ہے؟“

”جی نہیں سپاہی نے فائرنگ اظہار معلومات کرتے ہوئے
 جو سپاہی اس جگہ کے قریب پڑا ہوا پایا گیا تھا؟ یہ کہتے
 ہر سہ ماہی کی سیرت میں پانچ یا چھ گز کے فاصلہ پر آتا۔
 اپنے مقام کی طرف اشارہ کیا۔ لیکن اتفاق کی بات ہے کہ
 اس کے پاس کوئی بالکل ہی اجنبی شخص تھا۔ وہ نہ تو پولیس کا کو
 نہ سپاہی کا۔ اس کے پاس چار متعین ہوا۔ اس نے وہ سکھ دیکھا
 کہ وہ اس تھا۔ جیسا آپ سمجھ سکتے ہیں۔ شہر سے ہے شہر
 مخلوقات حرمہ واردات کو دیکھنے کے لئے چلی آ رہی تھی۔ انہی میں سے

صورت دیکھ کر اس کے بالین کا حال بالکل ہی نہیں جانا چاہیے۔
مجھ کو یاد ہے۔ ایک موقع پر میری ملاقات ایک ایسے آدمی سے ہوئی
تھی۔ جو دیکھنے میں سنسن کھادور نہایت خوش گفتار تھا۔ لیکن جرم
کے میدان میں شیطان سے بھی آگے بڑھا ہوا۔ خبر سینئر ڈی لائڈ
سے ہماری بات ہو۔ یا نہ ہو۔ میں کم از کم یہ تحقیق کرنا ضروری
سمجھتا ہوں۔ کہ وہ کیا اب تک اسی ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہے۔ یا
کہیں چلا گیا مطلع صاف اور موسم خوشگوار ہے ہمارا خودی کرتے
ہوئے چلیں گے۔ دوپہر کا کھانا وہیں ہوٹل میں متبادل کریں گے۔
لاڈی لائڈ کو بھی دیکھ لیں گے۔ کیوں؟

سینئر ڈین کو اس بات کا دھنگ یاد ہے۔ کہ دوسروں کو ہم
خیال کیونکر بنانا چاہیے۔ میں کلمہ اذکار منہ سے نکالنے کی برأت
نہ کر سکا۔ چنانچہ ہم اسی پک ڈنڈی پر ہر لے۔ جس پر مسٹر
مارشنگٹن کو لڈ سے ملاقات کرنے گئے تھے۔ رستہ میں وہ بچ
کنیر ڈین کو دکھائی جس پر وہ ہمیں بیٹھے ہوئے ملے تھے جب میں
اور کیلا ان کے سپینل سٹے ساتھ لے کر ان کو تلاش کرنے چلے
تھے۔ جائے غور ہے کہ گو اس واقعہ کو پیش آئے صرف چار دن گزرے
تھے۔ تاہم اس عرصہ قلیل میں ہی واقعات نے ایسی گونا گونی اختیار
کر لی تھی۔ کہ معلوم ہوتا تھا کئی سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ ہوٹل میں
پہنچا کر ہم جس وقت تھوہ خانہ میں داخل ہوئے تو لٹج کھانے
کا وقت ہو چکا تھا۔

کمرہ میں بیٹھ کر ہم نے ایک گھومتی ہوئی نظر حاضرین پر ڈالی
لیکن سینئر ڈی لائڈ ان میں شامل نہ تھا۔ اس خیال سے کہ غالباً
وہ عنقریب آجائے گا ہم کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ اس طرح ایک

گھنٹہ گزر گیا۔ لیکن وہ پھر بھی نہ آیا بعد ازاں مہیا کو پیسے کے کمرے میں دیکھا۔ تو وہ اس جگہ بھی موجود نہ تھا۔ لیکن کمبیرن کو سبھی طرح ڈھنگ یاد تھے وہ کسی پہلے اس جگہ بھی جا پہنچا۔ جہاں لوگ شراب پینے کے لئے آتے تھے۔ لیکن جب ڈی لائڈاؤٹن بھی نظر نہ آیا۔ تو اس نے مجھ کو اکیلا چھوڑ کر ریٹوران کے مالک سے علیحدہ ملاقات کی۔ پھر جب واپس آیا تو آنکھ مار کر کہنے لگا۔

”دیجئے حضرت چڑیا تو اڑ گئی۔ معلوم ہوا کہ ہمارا دوست آج سویرے ہی ناشتہ کر کے لندن روانہ ہو گیا۔ البتہ کل کا دن اس نے یہاں سے ڈوور تک چٹاؤں پر گھومتے ہوئے بسر کیا تھا۔ ڈرہم میں تو خیال کرتا ہوں۔“

تم نے جو نظریہ ڈی لائڈاؤٹن پرانے سکے اور کوئیٹ کی موت کے بارے میں قائم کیا تھا۔ وہ خالی از اہمیت نہیں۔ اگر واقعی ڈی لائڈاؤٹن نے کوئیٹ کو ہلاک کیا ہے اور اخباروں کے ذریعے سے یہ خبر اس کا توں تک پہنچ گئی ہے کہ اس کا کھویا ہوا سکر پولیس کے ہاتھ آ گیا۔ تو اطمینان رکھو۔ اب آئندہ وہ کسی موقع پر مسٹر مارشنگٹن کو پریشان کرنے کے لئے نہ آئے گا کیونکہ اس کی سلامتی کامل ردپوشی میں ہے۔“

اس کے بعد ہم ڈوور کی طرف چلے۔ معلوم ہوا ہمارا غیر حاضری میں کوئی خاص واقعہ ظہور میں نہ آیا تھا۔ اور نہ شام تک ہی کوئی نئی بات نہ سمجھنے میں آئی۔ البتہ اس رات جب میں سوئے کے لئے بستر پر لیٹا تو ہونٹوں کا نوکر ایک ہند لفظ لا کر میرے ہاتھ میں دے گیا۔ اور کہنے لگا ”یہ انسپکٹر بیٹنکرے نے آپ کے نام بھیجا ہے“

”بیٹنکرے اس افسر پولیس کا نام تھا جس نے سب سے پہلے

مجھے کو ملیٹ کی موت سے آگاہ کیا تھا۔ نوکر کے چلے جانے کے بعد جب میں نے لفافہ چاک کر کے دیکھا تو معلوم ہوا پینل سے نکلتی ہوئی یہ چند سطریں درج تھیں۔

میں چونکہ اچھی طرح جانتا ہوں۔ کہ آپ بید فکر مند ہیں اس لئے خلافت قاعدہ پر چھوٹی سی اطلاع آپ کو دیتا ہوں۔ کہ ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ جس نے جینر کو ملیٹ کو جان سے مارا تھا۔ کل سارا حال آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ لیکن اس وقت تک یہ بات آپ ہی اتک رہنی چاہیے۔

باب ۱۳ قاتل کون؟

وہ رات میں نے بڑے غلق و اضطراب میں بسر کی۔ ایک طرف یہ جان کر جی کو خوشی تھی کہ ٹینکر نے چند سطریں لکھ کر میرے دل کا بوجھ ہلکا کرتے کی کوشش کی ہے۔ لیکن دوسری جانب اس کے ان الفاظ نے کمر بات بھی ہلکا رہنی چاہیے۔ مجھ پر ایک ایسی پابندی عاید کر دی تھی جو اپنے اندر منوں بوجھ رکھتی تھی۔ دل اس کے لئے بے تاب تھا کہ مسٹر مارشنگٹن کے کمرہ میں جا کر سارا حال ان سے بیان کر دوں۔ پھر سوچ پیدا ہوئی کہ ان کو تو خیر جانے دو کینڈین کو بتانے میں کیا ہرج ہے؟ اس کو ایک وکیل کی حیثیت میں محرم راز کرنا میرا اخلاقی فرض سمجھا جا سکتا ہے۔ اسی ادھیڑ بن میں دو تین مرتبہ میں اس خیال سے اٹھا بھی کہ کینڈین کو آگاہ کر دوں۔ لیکن ہر مرتبہ رک جانا پڑا ٹینکر کے یہ الفاظ کہ بات فی الحال بھی تک رہی چاہیے نہ مجھ پر ایک ایسی کڑی پابندی پابندی عاید کرتے تھے جسے توڑنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ انجام

نے اٹھ کر اپنے کمرہ کا دروازہ اندر سے بند مقفل کر لیا۔ اور ہم
خواہ کچھ ہو مجھے صبر کرنا لازم ہے۔
ہن جب اس سے اگلی صبح اکو میں سو کر اٹھا۔ تو جس آدمی
، اسی نے میرے چہرہ کی حالت سے یہ بات معلوم کی کہ کوئی
لی جوش اس پر طاری ہے۔ جیسا ناظرین نے اندازہ سے
پا ہوا گا۔ یہی وہ دن تھا۔ جب کارونر کی عدالت نے ملتوی
شدہ کارروائی اور شروع کر فی مئی ہر چند ہم پہلی مرتبہ کیلا
کو اپنے ساتھ نہ لے گئے تھے۔ تاہم اس موقع پر وہ بھنڈ ہوئی۔ کہ ہمارے
ساتھ وہ بھی عدالت کی کارروائی دیکھنے جا بیٹھی۔ میری بدلی ہوئی
حالت اس سے پوشیدہ نہ رہ سکی تھی۔ اور نہ کیتھڑ بن یا مسٹر مار
شنگٹن سے ہی چھپ سکی۔ ان کا خیال یہی تھا۔ کہ میری طبیعت
ماساز ہے۔ لیکن میں نے کچھ حیلہ سازی کر کے ان کا اطمینان کرا
دیا۔ اور بات نہ مل گئی۔

جس وقت ہم کارونر کی عدالت میں پہنچے تو دیکھا تما شائیوں
کا ہجوم سابق کے مقابلہ میں بھی زیادہ تھا۔ لیکن ان کی ٹرین کرے
ہمیں کمرہ عدالت کے باہر ہی مل گیا۔ اور اس نے اشارہ سے مجھ کو
اپنے پاس بلا لیا۔

ایک علیحدہ مقام پر لے جا کر وہ مجھ سے دبی آواز میں کہنے لگا
”جو کچھ ہونے والا ہے۔ اس کا حال اس وقت تک حکام کے سوا اور
کسی کو معلوم نہیں۔ آپ دیکھیں گے۔ کہ معاملہ ایک بالکل ہی نیا
رنگ اٹھتا رہ چکا ہے۔ اس جگہ کی کارروائی تو عنقریب منٹوں
میں ختم کر دی جائے گی۔ جس کے بعد آپ کو مجسٹریٹ میں چلنا پڑیگا
اور دہلی ہو کچھ ہونا ہے... مگر آپ دیکھ ہی جو لیں گے“

اس نے معنی خیز نظروں سے میری طرف دیکھا۔ اور اس کے بعد رخصت ہو گیا۔ میں جیب اپنے ساتھیوں کے پیچھے مکہ وراثت میں پہنچا۔ تو دیکھا اراکین جیوری مرب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ہیں۔ لیکن کاروئر صاحب نے اپنی کمرہ سی پر نشست حاصل نہ سنے کی بجائے کھڑے کھڑے ہی ممبران جیوری کو مخاطب کر کے کہا۔

”دعا جو بعض حالات کی وجہ سے یہیں آج کی کارروائی پھر ملتوی کرنی پڑی ہے۔ کیونکہ اسی معاملہ کی شدت کچھ اور کارروائی دوسرے ہی جگہ ہوئی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ ان دونوں کا قصادم ہو۔ اس لئے جداس کل اس وقت تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔“

کثیر ڈین نے جلدی سے میرا ہاتھ مضبوط پکڑ لیا۔ اور کہنے لگا۔ ”آپ کو ضرورتاً حال معلوم ہے۔ کیوں آپ ہم سے چھپاتے ہیں؟“ وہ گھبراہٹ سے نہیں ساری کیفیت عنقریب آپ کو معلوم ہو جائے گی۔“ میرے جواب دیا۔ ”آپ ڈرامیکلا کو سنا رہے ہیں میں مسٹر مارشٹ ٹائٹن کو ہمراہ لاتا ہوں۔ سچ پوچھئے تو یہی وہ ہے چینی تھی۔ جس کی وجہ سے میں رات بھر سو نہیں سکا۔“

عدالت مجھ شری میں پہنچ کر میں نے اپنے ساتھیوں کو ایک اچھی جگہ پر بٹھا دیا۔ ایک جانب شہر کے سرکردہ وکیل صرف لبہ نظر آئے ان میں سے ایک کو پہچان کر کثیر ڈین کے منہ سے کلمہ حیرت نکلا اور وہ بے تابانہ کہنے لگا۔

”اوہو، تو میرا دوست گرٹور کیس سرکاری کیل ہے یا نہیں؟“
 کرتا ہوں سچ بڑی بڑی باتیں ہمارے سننے میں آئیں گی۔“

میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ میری نظر اس مقام پر لگی ہوئی تھی۔ جہاں ملزم کو لاکر کھڑا کیا جاتا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کئی اُملاؤں سے گزائے۔ لیکن ظن غالب یہ تھا کہ عنقریب ڈی لائڈ کو اس جگہ لاکے کھڑا کر سگے۔ منتظر کی گھڑیاں بڑی مشکل سے بسر ہوتی ہیں۔ گھر سے اضطراب کی وجہ سے مجھے ایسا دل بڑے زور سے دھک دھک کرتا سناؤ دیتا تھا۔ اسی لمحے میں لڑہ عدالت کی فضا میں جنش پیدا ہوئی۔ جھٹے آدمی موجود تھے۔ سب نے اس دروازہ کی طرف گردن اٹھا کر دیکھنا شروع کیا جس کی راہ سے ملزم کو لایا جاتا تھا، لیکن...

”اُف میرے خدا کیا... زبیدی کو بہت!

اس وقت کے بعد میں نے بار بار سوچا ہے کہ حالات کی تبدیلی آدمی کے چہرہ میں کتنا انقلابی تغیر پیدا کر دیتی ہے۔ جب ہم نے اس شخص کو میگزین اس کی سرائے میں جھک مٹک کر باتیں کرتے دیکھا تو اس کی حالت کچھ اور تھی۔ اس کے ٹھاٹھ تو اس کی حالت کچھ اور تھی۔ اس کے ٹھاٹھ ہی کچھ اور تھے۔ حالانکہ اب... چہرہ پر لعنت اور پھٹکار برسر رہی تھی۔ آنکھیں بے مدعا اور دمخیز تھیں اور کپڑوں کے ہنگامہ کو کبھی اُملاؤں سے پکڑتا اور کبھی انہی گرفت کو پھر ڈھیل کر دیتا تھا۔ مجھ کو ساری کیفیت خواب کی مانند معلوم ہوئی۔ اسی نیم خوابی دھندلکے میں جو کچھ میرے دیکھنے سے ملتا تھا اس کی بنیاد پر محض اُٹناؤں سے۔ کہ زبیدی کو پلٹ پر قانون کی لمبی چوڑی اصطلاحی عبادت میں۔ جو الزام عائد کیا گیا وہ مختصر طور پر جیسز کو لیٹ کے نقل کا تھا۔ زبیدی کا وکیل بھی حاضر عدالت تھا۔ سوال پوچھا جانے پر زبیدی نے اس کی سنسٹر ماکر اپنے آپ کو بے قصور بیان کیا۔ اس پر وہی صاحب جن کی نسبت کنیر ڈین نے بیان کیا

کہ سرکاری وکیل ہیں۔ استناد کی طرف سے پیروی کے لئے آئے تھے جو اپنے مشہور زوردار طریقہ پر ایک زبردست تقریر کی جس کے حصر سے بعض حصے مجھ کو یاد ہیں۔ اور میں انہی کو متعلق مجھ کو درج کر رہی ہوں۔
 ... غرض اب ہم پچھلے دور یعنی ہمارے پیر کی کے وقت کے ہنگامہ پر پہنچ چکے ہیں۔ اس دن ڈیٹ ٹورڈ کی ایڈمیرٹی جن بوسر کے کی موجودت یہ تھی کہ چیز کو لیٹ چونکہ ڈور جا رہا تھا۔ اس لئے اس نے اپنے بھائی کے یا جس جو اس وقت ایک ملزم کی حیثیت میں پیش پیش اپنا ایک صندوق امانت رکھا۔ جس میں ذاتی سامان کے علاوہ وہ ایک بک میں ۳۵ پونڈ کے نوٹ اور چالیس پونڈ نقد تھے۔ اسی میں ایک دن پہلے کی لکھی ہوئی وصیت بھی رکھی گئی تھی۔ جس میں لکھا تھا کہ چیز کو لیٹ اپنے مر جانے پر ہر ایک چیز کا وارث زبیدی کو لیٹ کو مقرر کرتا ہے۔ بکس کے سامان اور نقدی کے علاوہ ہر چیز کو لیٹ کے پانچ ہزار پونڈ کے کاغذات جمع ہیں۔ اور یہ کاغذات بھی زبیدی کو لیٹ کی قبول میں رکھے گئے تھے۔ مثال کلام یہ کہ چیز کو لیٹ کی موت پر ملزم پیش ۱۰۰ پونڈ مالیت کی جائداد اور زبیدی کے قبضہ میں آئی تھی۔

اب یہ بات یاد رکھنے سے قابل ہے کہ چیز کو لیٹ گزشتہ اتوار کی صبح کو اپنے قریب ڈورڈ رہا تھا اور یہ بھی امر واقعہ ہے کہ اس کے قریب ہم گئے تھے۔ یعنی سوا بارہ کے عمل پر زبیدی نے قبضہ کر لیا۔ اس نے ذکر دے سے کہا تھا کہ میں ایک وصیت سے ملے لوں گے کے شمال میں قصبہ میرنگ تک جاتا ہوں۔ ان لوگوں نے صبح ۱۰ بجے وہیں تک جئے بلکہ رات ۱۰ بجے گئے ہیں۔ پھر پڑے

اگر ایسا ہوا تو میں کل سویرے ہی واپس آجائی گا۔ اس وقت سے لے کر دو مہرے دن کے ساڑھے دس بجے تک یہ شخص زبیدی کو لیٹ اپنی سرانے سے غائب رہا۔ اس دوران میں وہ کس کس سے ملایا کس نے اسے دیکھا۔ اس کا حال وہ خود ہی بہتر بیان کر سکتا ہے۔ لیکن ہم جو بات ثابت کرنا چاہتے ہیں یہ ہے کہ اس جگہ کے قریب رہنے نام کو جو۔ مل کا جنکشن ہے اس جگہ کا ٹکٹ باجوہ غفریب حلف لے کر یہ بیان دے گا۔ کہ اس نے سو مواری کی صبح کو ساڑھے چھ بجے کے قریب اس آدمی زبیدی کے نام لندن تک کا ایک ٹکٹ جاری کیا۔ مگر وہ کوئی خاص حالات تھے۔ جن میں اس آدمی کو یہ واقعہ پوری طرح یاد رہا۔ اور جن میں اس نے ملزم زبیدی کو شناخت کیا۔ ان کا حال خود ہی بیان کر سکے گا۔

”بہر حال یہ امر واقعہ ہے کہ زبیدی کو لیٹ سو مواری کی شاہ کو اس جگہ دوور پہنچا۔ وہ اپنے ساتھ اپنے بھائی کا ٹکٹ لیتا آیا تھا۔ اور وہ اس نے حکام دکھاتے ہوئے سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا۔ کہ یہ اسی حالت میں ہے جس طرح جینر نے اسے چھوڑا تھا۔ یہ شخص اپنے وکیل کو بھی ہمراہ لایا۔ اور اس نے دفتر پولیس میں پہنچ کر سب کچھ دواویلا اس بارہ میں کہنا شروع کیا کہ میرا بھائی قدرتی موت نہیں مرا بلکہ اسے قصداً ہلاک کیا گیا ہے۔ اس سے اگلے روز اس نے کارونر کی عدالت میں بڑی بے باکی اور بے شرمی سے مسٹر فرانسس مارشنگٹن کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ کہ ”میرا بھائی جینر دن سے ملنے کے لئے آیا تھا۔ اور میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ انہی نے اس کو جان سے مارا ہے“

”مہزم نے یہ سب کارروائی جس طرح پبلک کی آنکھوں میں ڈالنے کے لئے کی۔ اس کا کمال میرے ہاتھوں محتاج تشریح نہیں۔ بہر حال وہ اور اس کا وکیل دونوں ڈوور ہی میں رہے لیکن اتفاق ایسا پیش آیا کہ کارونہ کی تحقیقات جس دن ہوئی تھی۔ اس کی شام کو قدیم ہسپتانی سہ جسے اسپتال کہتے ہیں۔ جو فی الحال میرے پاس ہے اور عنقریب عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ اسی مقام پر پڑا ہوا پایا گیا۔ جہاں جینر کو لیٹ گرا تھا۔ اس سکہ کے تفصیلی حالات اخباروں نے شائع کئے تھے۔ ان کو پڑھ کر ڈیٹ فرڈ کے ایک نہایت معزز آدمی نے فوراً کہہ دیا کہ یہ تو زبیدی کو لیٹ کا سکہ ہے۔ جب وہ اس کے متعلق دریافت حال کرنے ایڈمیرل بین بوسرائے میں نکلا تو انکر کی زبانی معلوم ہوا کہ زبیدی انوار کو سنا بارہ بجے دوپہر سے لے کر سو مواری کی صبح کے ساڑھے دس بجے تک سرائے کے فاسٹ رہا تھا۔ بعد ازاں یہ شخص ڈوور آیا۔ اور پولیس کے دفتر میں پہنچ کر اس نے وہ سکہ دیکھا جس پر ایک خاص قسم کا نشان بنا ہوا تھا۔ اس کی ہنا پر شناخت کر کے اس نے فوراً کہہ دیا کہ یہ تو وہی سکہ ہے جو زبیدی کو لیٹ کی گھڑی چین میں لگا رہتا تھا۔ اور جینر پہلے تک لگا ہوا تھا بلکہ میرے سامنے یہ بھی اس نے کہا تھا کہ جس گڈی کے ذریعہ یہ سکہ گھڑی چین میں لگا ہے وہ گھس کر بہت گڑبڑ ہو گئی ہے۔ گواہ نے یہ سب حالات جو اس کو معلوم تھے پولیس سے بیان کر دیئے۔ اور نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ زبیدی کو لیٹ اب اپنے بھائی جینر کے قتل کے الزام میں حاضر عدالت ہے۔ اب میں دو یا تین اور گواہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔“

ن گواہوں کی شہادت اب پیش کی گئی۔ انہوں نے صرف معمولی بیانات جن سے پتہ چلے کہ کوئی خاص دلچسپی نہ ہو سکتی تھی۔ لیکن جب آخر کار سی ویل مسٹر گرینور کیس نے ایک خاص گواہ جیمز کرتیج کو بلوایا۔ تو بنا اس طرح دم بخود ہو کر بیٹھ گئے کہ معلوم ہوتا تھا۔ اب ان کی راز ن مالک کے پیش پر ایک غیر معمولی ایکٹ کرنے والا ہے۔ جس وقت یہ آدمی جیمز کرتیج گواہوں کے گھر میں داخل ہوا۔ تو ہم جیسا بہت مسکین شکل و صورت کا۔ معزز اور شریف۔ متوسط العمر آدمی تھا اور اس کے چہرہ کی مناسبت ظاہر کرتی تھی۔ کہ وہ سب حال سچ سچ بیان کرے گا۔ صاف ادا ہوا اور آواز میں اپنا نام بتائے اور یہ کہنے کے بعد کہ میں ممبر البرٹ ایڈورڈ بلڈنگز ڈویٹ فورڈ میں رہتا ہوں۔ اور سنگھٹ اور اجنادیچیتا ہوں۔ اس نے بیان کیا۔ کہ غلام سے میری کم و بیش عرصہ میں سال کی جان پہچان ہے۔ اور اس عرصہ میں میں قریباً ہر روز ایک بار دوپہر کو ایک مرتبہ رات کو اس کی سرائے میں جاتا رہا ہوں۔ عرض ہماری بہت پرانی واقفیت ہے۔ اور لازم کے کوئی حالات مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ اس موقع پر وہی پٹرولٹ سک کو دکھایا گیا۔ اور اس نے بیان کیا کہ میں اسے اچھی طرح شناخت کرتا ہوں۔ کیونکہ اس پر ایک جگہ وداٹنے کا نشان ہے۔ پیشتر یہ سکے مسٹر زبیدی کو لیٹ کی گھڑی چین میں لگا رہتا تھا۔ اور آخری مرتبہ میں نے سکے ہار کی لات کو اس کی چین پر لگا ہوا دیکھا تھا۔ یہ میرے سامنے کی بات ہے۔ کہ اس نے ایک شخص سے ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس کی کسٹڈی نہیں گئی ہے۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ میں لوٹ کر گر نہ جائے۔

ایک سوال کے جواب میں گواہ نے بیان کیا۔ کہ میں اتوار کی رات

ایڈمیرل بین بوسرائے میں گیا تھا۔ مگر ملزم اس جگہ موجود نہ تھا۔ اور جب میں نے اس جگہ کی غامضہ مسز وائٹ ریسے پوچھا تو معلوم ہوا۔ وہ کہیں چھٹی کر کے گیا ہے۔ بعد ازاں حبیب میں نے اس سکر کے متعلق اخبار دلی میں چھپی ہوئی خبر پڑھی۔ تو میں نے پھر ایک بار میرائے میں جا کر اس جگہ کے دوسرے نوکر پارلس شاپ سے گفتگو کی۔ اور اس گفتگو کے سلسلہ میں ہی انجام کار دو دور آ کر حکام پولیس سے ملاقات کی۔ اور انہیں اپنی معلومات سے آگاہ کیا۔

یہاں پر اس گواہ کا بیان ختم ہو گیا۔ اور چونکہ ملزم کے وکیل مسٹر براڈ نے بھی اس سے کوئی سوال پوچھنے کی خواہش ظاہر نہ کی۔ اس لئے اس کو خیریت کر کے اگلا گواہ طلب ہوا۔ فلسفہ جان کار جس کا نام تھا۔ چرت اور صاف ستھرے لباس کا یہ نوجوان لندن کے ایک بنک میں ملازمت کرتا۔ اور وہیں رہتا تھا۔ لیکن نے اس حال وہ وہاں کی تعطیل پر ڈوور آیا ہوا تھا۔ معلوم ہوا یہی وہ آدمی ہے جسے بسٹولٹ سکے پڑا ہوا ملا تھا۔ ان حالات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے جن میں یہ کہ اس نے پایا تھا۔ گواہ نے اپنے بیان کے سلسلہ میں کہا۔

”جیسا میں پیشینہ عرض کر چکا ہوں میں بنک سے چھٹی لے کر یہاں آیا۔ بدھ کے روز خیال آیا کہ گاڑی پر سوار ہو کر قصبہ تک جاؤں۔ اور واپسی سے دس راستہ سے جو چٹانوں کے اوپر اوپر ہو کر جاتا ہے۔ ڈوور تک پیدل ہی آؤں۔ چنانچہ میں نے اسی طرح کیا۔ جب میں اس راہ پر چلتا ہوا۔ خلیج میسکٹن کے قریب پہنچا۔ تو دیکھا پولیس کا ایک سپاہی ایک کام پر متعین ہے اور کئی آدمی اس پاس کھڑے ہیں وہ آپس میں کسی طرح کے گزر

ہلاک ہونے کی باتیں کر رہے تھے۔ لیکن میں نے اس فکر ٹھیرنے کی ضرورت نہ سمجھی ذرا ہی آگے گیا تھا۔ کہ زمین کے اندر کسی قدر دبی ہوئی کوئی چیز چمکتی دکھائی دی۔ میں نے جب اس کو چھڑی سے ہلایا تو معلوم ہوا کوئی سکے ہے۔ میں نے اس کو اٹھالیا اور دوور پہنچ کر اپنے ایک دوست کو دکھایا۔ اس نے کہا یہ پرانے زمانہ کا سکے ہے۔ ایسی چیزوں کی پہچان مسٹر وارٹر فورڈ اپنی طرح کرتے ہیں۔ میں ان کو دکھانے لے گیا۔ مسٹر وارٹر فورڈ نے قصہ دہرہ معائنہ کرنے کے بعد کہا۔ کہ یہ سترہویں صدی کا بنا ہوا ملک ہسپانیہ کا ہسٹولٹ سکے ہے۔ لیکن جب میں نے بتایا۔ کہ یہ مجھے کس جگہ پڑا ہوا ملا تھا۔ تو مسٹر وارٹر فورڈ نے مشعر فرمایا۔ کہ اسی جگہ کے قریب چونکہ کوئیٹ نام کا ایک۔ آدمی گر کر ہلاک ہوا ہے۔ اور پولیس اس شے متعلق ہر قسم کے سراغ فراہم کر رہی ہے۔ اس لئے آپ یہ سکہ دفتر پولیس میں لے جائیں۔ چنانچہ میں نے اسی طرح کیا۔ ایک سوال کے جواب میں گواہ نے بیان کیا۔ کہ سکہ حسب وقت مجھ کو پڑا ہوا ملا ہے۔ تو مجھے اس بات کا قطعاً علم نہ تھا۔ کہ جیر کوئیٹ کی لاشیں پر کارونہ کی تحقیقات ہو چکی ہے۔ اس کا ذکر پہلی مرتبہ مسٹر وارٹر فورڈ نے ہی مجھ سے کیا تھا۔

چونکہ ملزم کے وکیل مشرا براہ مرتبے اس گواہ سے بھی کوئی سوال پوچھنے کی ضرورت نہ سمجھی اس لئے چارلس شارب نام کا اگلا گواہ طلب کیا گیا۔ معلوم ہوا یہ شخص ایڈمیرل بین بو مرائے میں شراب پیچنے پر متعین ہے۔ مختلف سوالوں کے جواب میں اس نے بیان کیا۔ کہ میرا مالک زبیدی کوئیٹ پہنچلے اتوار کو سوا بارہ بجے کے ٹھوڑی دیر بعد میرے سامنے

کہیں گیا تھا۔ اور اگلے دن ساڑھے دس بجے کے قریب واپس آیا۔ اس موقع پر سرکاری وکیل نے پوچھا کیا یہ بات ممکن ہو سکتی ہے۔ کہ ملزم جسے تم دیکھ رہے ہو۔ انوار کے سوا بارہ بجے پہلے لے کر سو موار کے ساڑھے دس بجے تک جس کے متعلق تم نے بیان کیا ہے۔ کہ وہ اس عرصہ میں باہر گیا ہوا تھا۔ مکان پر ہی رہا ہو۔ اور تین اس کا علم نہ ہوا ہو۔ لیکن گواہ نے یہ یقین لپیچ میں جواب دیا۔ کہ یہ ایک غیر ممکن بات ہے۔ پھر اس سے پوچھا گیا کہ جب زبیدی سو موار کی صبح کو ساڑھے دس بجے واپس آیا۔ تو کیا پیدل آیا تھا۔ یا گاڑی پر سووار ہو کر۔ گواہ نے بیان کیا۔ کہ وہ ایک ٹیکسی پر سووار ہو کر آیا تھا۔ لیکن نہ میں نے اس موٹر کا نمبر دیکھا نہ مجھ کو اس کی کوئی اور کیفیت یاد ہے۔

اس موقع پر وہی سکھ گواہ کو دکھایا گیا۔ اس نے اس نے شناخت کیا اور کہنے لگا: یہ مسٹر کہ لیبٹ کی گھڑی چین پر لگا رہتا تھا اور میں انہیں کے ساتھ کہہ سکتا ہوں۔ کہ گذشتہ چھ سات سال کے عرصہ میں جو مجھے ان کے ہاں ملازمت کرتے گذرے۔ میں نے یہ سکھ ہمیشہ ان کے گھڑی چین کے ساتھ لگا ہوا دیکھا۔ گواہ پارلسن شارپ جو پچھلے دن کا خربہ اندام آدمی تھا۔ اس عرصہ میں کہ اس نے گواہی دی۔ دوسری طرف کو منہ پھیرے ہوئے رہا۔ جس کا مطلب یہی سمجھا جا سکتا تھا۔ کہ وہ اپنے مالک کے برخلاف شہادت دیتے ہوئے ہچکچاتا ہے۔ بہر حال جب یہ کرناؤ امتحان ختم ہوا۔ تو چونکہ زبیدی کے وکیل نے اس سے بھی کوئی سوال پوچھنا ضروری نہ سمجھا تھا۔ اس لئے سرکاری وکیل نے اپنے آخری گواہ استثناء جان نیسن کو طلب

کیا جو کرسی کے جکشن اسٹیشن پر ریل کے ٹکٹ بیچا کرتا تھا۔ یہ شخص لاغر
 بدن کا ایک پھرتیلا زوجان تھا۔ جس کی قہر آلود نظروں کو دیکھ کر جو اس
 نے زبیدی کے چہرہ پر جمایا رکھی تھیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس بات کا
 شواہد بخند ہے کہ ملزم کو ہاناٹل پھانسی پر لٹکا دیا جائے وکیل
 کے سوالات پر اس نے بیان کیا کہ پچھلے سوموار کی صبح کو میں
 قریب سو اچھٹے سے لے کر ہنگام کی ڈیوٹی پر رہا۔ سب
 سے پہلی ٹرین جو کرسی سے لندن روانہ ہوتی ہے۔ ساراٹھ
 چھ بجے کے قریب چلتی ہے۔ میں اس آدمی کو جو کٹھڑا میں کھڑا
 ہے پہچانتا ہوں۔ میں نے اس کے ہاتھ اس ٹرین سے لندن
 کا ایک ٹکٹ بیچا تھا۔ اور بس یہی ایک ٹکٹ تھا۔ جو میں نے
 لندن تک کے لئے فروخت کیا۔ وکیل کے اس سوال پر کہ تمہیں
 اس بات کا کیونکر یقین ہوتا ہے کہ وہ ٹکٹ اسی آدمی کے ہاتھ بیچا
 گیا تھا۔ گواہ نے بیان کیا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس ٹرین سے
 بہت کم مسافر لندن جاتے ہیں۔ اس لئے صرف برائے نام ٹکٹ
 فروخت ہوتے ہیں۔ دوسرے میں ہنگام کی دروازہ پر کھڑا
 تھا۔ کہ یہ آدمی اسٹیشن کے اندر آیا اور کہنے لگا۔ لندن کو کھڑکی
 کس وقت چھوٹتی ہے۔ میں نے اس کو بتا دیا۔ اس پر اس نے
 جیب میں ہاتھ ڈال کر چاندی سے بنے کے بہت سے ملے جلے
 نکالے اور ان میں سے ایک آدھا پونڈ میرے حوالہ کیا میں نے
 لندن تک کا ٹکٹ اس کو دے دیا۔ اور وہ اس کو لے کر وہیں ایک
 جانب بیچ پر بیٹھ گیا۔ پھر وہ اپنی گھڑی چن کر ہلانے اور
 مسکنے لگا۔ انجام کار اس نے کوئی چیز تو اگر اس سے علیحدہ
 کی اور ایک کونے میں پھینک دی۔ اس کے بعد میری طرف دیکھ کر

جھٹنے لگا اور بولا: "دنیا میں کوئی چیز ہمیشہ قائم نہیں رہتی، اتنے میں
 ٹکا ڈی آگئی اور وہ اس پر سوار ہو کر رخصت ہوا۔ اس کے بچے جانچے
 بعد میں اس مقام کی طرف گیا۔ جہاں اس نے کوئی چیز پھینکی تھی۔ دیکھا
 تو چاندی کا ایک چھوٹا سا حلقہ تھا جس نے بغیر کسی مدد کے اس کو
 اٹھا کر واسکٹ کی جیب میں رکھ لیا۔"
 رہی وہ چیز ہے؟ سرکاری وکیل نے اپنے ہاتھ میں کچھ دکھائے
 ہرے گواہ سے پوچھا۔

رجی بینک بھی ہے۔
 سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے گواہ نے کہا کہ "میں نے پہلے صبح
 کی رات تک اس واقعہ کو کسی طرح کی اہمیت نہ دی تھی لیکن اس روز
 جب میں شام کا اخبار پڑھ رہا تھا۔ اور اس میں کارورنر کی تحقیقات
 اور پٹول سکر کی دستبازی کا حال نظر آیا تو میں نے سوچا ممکن
 ہے۔ اس آدمی کا جس نے یہ گھڑی نکال کر پھینکی اور جو لندن روانہ ہوا
 تھا۔ اس واقعہ سے کوئی تعلق ہو پس میں نے اس کی اطلاع پولیس
 کو دیدی رہ گئی۔ اس آدمی کی شناخت تو میں اپنے حلقہ کو یاد کر کے
 پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ملزم ہی وہ آدمی ہے جس نے
 پچھلے سو موٹر سائیکل چھیننے کی کٹاری پر جلنے کے لئے
 کر سنی سے لے کر ایک کاسٹکٹ مجھ سے خرید لیا تھا۔"

یہاں پر اس دن کی کارروائی ختم ہو گئی اور سرکاری وکیل
 مسٹر گرینوڈکس نے مزید شہادتیں پیش کر کے لئے ایک ہفتہ کی
 جہالت مانگی۔ اس سے ٹھوڑی دیر پولیس کے سپاہی نے بیدی
 کو پٹ کو جس کے چہرہ پر ایک بٹک آٹا اور ایک جاتا تھا، اپنی حرکت
 میں کسی طرف کو لے گئے اور ٹاٹا میںوں کا ہجوم بھی منتشر ہونے لگا۔

اس عرصہ میں مسٹر مارٹنگٹن کا چہرہ غارت و درجہ پُر سکون رہا
 لیکن اب جو میں کوئی بات ان سے کہنے کے لئے مڑا۔ اور انہوں
 ، اپنا ہاتھ میرے بازو پر رکھا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ زور زور سے
 پ رہے ان کی نگاہ کا پیچھا کر کے یہ بھی میں نے دیکھا کہ وہ ایک
 میں مقام کی طرف گھورتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ اور اس مقام

مگر آپ ماور کہ میں گئے کہ اس جگہ ہماری عبید نر امیدوں
 کے خلاف بے داغ اور بے غیب لباس پہنے ہوئے ڈی لائیڈ اعلیٰ
 محبت بنا ہوا پولیس کے ایک سپاہی سے ہنس ہنس کر باتیں کر
 رہا تھا۔

باب ۱۴

خوفناک الزام

کینئر ڈین اس اثنا میں کمبلا سے کچھ گفتگو کرتا رہا تھا۔ اب جو اس نے دفعتاً مسٹر مارشنگٹن کی بدلی ہوئی حالت دیکھی تو میرے شانہ کو چھو کر دبی آواز میں کہنے لگا۔

”دیکھو کیا ہوا۔ اور آپ کی یہ بدلی ہوئی حالت کیا معنی رکھتی ہے؟ میں نے اس کی توجہ کمرہ عدالت کے دور افتادہ کونے کی طرف دلائی اور کہا کہ وہ دیکھیے ڈی لائڈ اکھڑا ہے۔ وہی جو پولیس کے ایک سپاہی سے یوں مٹس مٹس کر باتیں کر رہا ہے۔ خدا کے لئے مسٹر کینئر ڈین اس جگہ سے رخصت ہونے کی جلدی کیجئے۔ اور مسٹر مارشنگٹن کو ہوٹل میں پہنچا دیجئے۔ اچھا کیا یہاں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ یا پھر یہ آپ کمبلا کو ساتھ لے کر باہر چلیں۔ اور کوئی چتر... خواہ کیسی یا کراپ کی شکاڑی حاصل کر کے اتنے روکیں۔ میں انہیں ساتھ لے کر آتا ہوں۔“

مسٹر مارشنگٹن کی حالت اس وقت کیسی سنگی مجسمہ سے ملتی جلتی تھی۔

آنکھیں تارابن کر گئی ہوئی چہرہ بے رنگہ اور گودنات کے ملاقات سے بالکل بے ہوش ہو کر پڑے تھے۔ ان کے کھٹے ہونے پر شاہ رخ شاد علم چھاتی تھا مگر قہر لگتی کہ ان کے دل کو کوئی بیماری مدد نہ پہنچا سکے۔ چند آدمی شاہ رخ بہرست درجہ کے وہیل۔ یاد دہندگان کے گھر جو تین درجہ سے اب تاباں کردہ عدالت میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ جبرت آمیز نظروں سے ان کی طرف دیکھتے تھے۔ رنگہ یا ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ ان کو کیا ہوا۔

کمبل اور بید ڈین کے چلے جانے کے بعد میں نے مسٹر مارشنگٹن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا: آئیے چلیں۔ کہہنا باہر کھڑی انتظار کر رہی ہے۔

انہوں نے ایک گہرا سانس لیا۔ اور کسی ایسے آدمی کی طرح جیسے اپنی قوت ارادی بالکل مسلوب ہو چکی ہو۔ میرے ساتھ ساتھ چلتے گئے پس من دروازہ تک پہنچنے سے پہلے ہی انہوں نے مجھ سے کہہ دیا۔

رڈمہم بہاوت نے اسے دیکھا؟
 رد کیا دلی لاڈ لہو کر... جی بیٹیک۔ دیکھا تھا۔ میں نے سرسری ہجہ میں جواب دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: لیکن تعجب کی کوئی بات نہیں مجھ کو معلوم تھا کہ وہ یہیں آس پاس ٹھہرا ہوا ہے۔
 مسٹر مارشنگٹن چلتے چلتے آگے اور جبرت سے محمد کو سر سے پاؤں تک دیکھتے رہے۔

”کیا تم کو معلوم تھا کہ وہ ان لواحات میں مقیم ہے؟ آہ اگر ایسا ہو تو...“ سنی جی سمجھ جاسکتے ہیں کہ وہ مجھ کو بتاتے رکھنا پتا بتاتا ہے اُن میرے مذاکیرا غور سے نظر دیتے ہیں کہ میں ہر وقت اس آدمی سے خوف زدہ رہنے پر مجبور رہوں؟“

”چلے آپ کو ہوٹل لے چلیں“ میں نے ان کا بازو کیپٹے ہوئے
 کہا: ”ڈی لائڈا پر دست بھیجئے۔“ اعلیٰ نشان رکھئے۔ آپ کے لئے آن
 سے غور مزد ہوئے کی کوئی بات نہیں“

”افسوس! تم پر اس لئے کہتے ہو کہ اصل حقیقت سے واقف
 نہیں ہو“ انہوں نے پھر ایک مرتبہ آہ بھر کر کہا: ”لیکن خبر نہیں
 ہوٹل چلنا چاہیے“

ہدایت میں پہنچ کر کمرہ کے اندر بیٹھنے کے وقت تیار ہوا
 وہ میز پر کھڑکی کی بات نہیں ہوئی۔ البتہ اس جگہ جانے کے بعد
 میں نے موقعہ پا کر کینر ڈین کو علیحدہ کر لیا۔ اور دہلی آوازیں
 اس سے کہا۔

”ہمیں معلوم کیا بات ہے۔ کیونکہ وہ اس آدمی ڈی لائڈا سے
 اتنا سہم کرتے ہیں؟“

کینر ڈین آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد کہنے
 لگا: ”کہ میں تو خیال کرتا ہوں آج جو عجیب و غریب اسٹیز
 واقعات دیکھنے میں آئے ہیں۔ یہ صرف ان کا مزاج نہ اثر ہے
 ہر مسٹر مارش ملٹن کے اضطراب اندر چہرہ کی لرزہ میں نمایاں
 ہے۔ کیوں نہ کسی ڈاکٹر کو بلانے اس سے مشورہ لیا جائے؟“

ڈاکٹر کی حاجت نہیں“ میں نے تلخ لہجہ میں جواب دیا
 ”میں نے ان کے پینے کو ٹھوڑی سی تیز برانڈی منگائی ہے۔
 اس سے زیادہ میں صرف اتنا ہی دیا ہوتا ہوں۔ کاشش کوئی
 خدا کا بندہ اس نابکار ڈی لائڈا کو اٹھا کر کسی ادنیٰ چٹان
 سے لچکے گرا دے۔ میں تو یہی خیال کرتا تھا کہ جس جگہ آج
 زبیدی کو کھڑا دیکھا ہے۔ وہاں ڈی لائڈا کو کھڑا دیکھوں

”جبر کوئی بات نہیں ڈی لائڈا سے بھی غمغریب بھگت لیں گے
 کینر ڈین نے جواب دیا ”وہ دیکھتے نوکر برانڈی لے کر آ گیا۔ ذرا کافی
 مقدار میں دیکھے۔ اور تیز کیونکہ میں ان سے چند ایک باتیں کیا
 چاہتا ہوں۔ غراہ وہ اپنے آپ پر جبر کر کے بتائیں۔ یا خوشی سے
 میں اس معاملہ کی حقیقت ضرور آج ان کی زبانی سن کر چھوڑ دوں
 گا“

لیکن مسٹر مارشنگٹن کی حالت عجب تھی طبیعت سنبھل جانے
 کے باوجود نہ وہ میری سکتے تھے۔ نہ کینر ڈین نہ کیلا کی۔ بس یہ
 ایک دھن ان کو ملتی تھی۔ کہ اب چونکہ زبیدی کی کوئیلٹ کی گزشتہ
 ت وہ شک جہان کی ذات پر کیا گیا تھا۔ دور ہو چکا ہے اس
 لئے ہم دونوں کی شادی فوراً ہو جانی چاہیے۔ اسی ایک بات پر وہ
 رہ رہ کر زرد دیے جاتے تھے۔

ہمارے زیادہ اصرار پر وہ کہنے لگے ”ڈرہم کیا تم نہیں دیکھ
 سکتے ہو یہ آدمی ڈی لائڈا بلائے بے درمان کی طرح میرے
 پیچھے پڑا ہے۔ میں اس کا بہترین تعقیب اسی صورت میں
 کر سکتا ہوں۔ کہ تم دونوں کی شادی کی رسم ادا ہو جائے
 اس لئے میرا کہا مانو۔ اور شادی ہو جانے دو۔ اسی میں ہم سب کی
 بھلائی ہے“

میں نے کیلا کی طرف دیکھا اور کیلا نے میری طرف۔ انجام کار ایک
 دوسرے کے دلی خیالات سے واقف ہونے کے بعد میں نے دونوں کی
 ترجیح کرتے ہوئے کہا ”صاحب آپ کی خوشنودی مزاج کے لئے ہم
 سب کو کچھ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ بہتر تو یہی ہوتا۔ کہ ہم اس وقت تک

انتظار کرتے ...“

لیکن مسٹر مارشنگٹن نے دابنا ہاتھ بٹھکے بچال کر اس طرح حرکت کی گویا کسی ناویدہ رکاوٹ کو ایک طرف ہٹانا چاہتے ہیں۔ پھر بولے ”نہیں جس طرح میں کہتا ہوں اسی طرح ہونے دو۔ انتظار کی حاجت نہیں۔ اور نہ ہم زیادہ انتظار کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس لاٹ پادری کا دیا ہوا لائنس شادی موجود ہے میرا دوست مسٹر گیزنگ جس کے مکان پر کیلا ٹھیری تھی۔ اس جگہ کے ہر ایک پادری سے واقف ہے۔ اس لئے سب کام منٹوں میں ہو جائے گا۔ کینیر ڈین میرے دوست پر گورنگ کہہ جانتے ہو وہ بھی ہتھاری طرح کیمل ہے۔ اس سے فکر جس طرح مناسب سمجھو بات کا تصفیہ کر لو۔ بہر صورت شادی کی رسم بلا تاخیر ادا ہو جانی چاہیے تبھی میرے دل کو چین آئے گا۔ جاؤ جس طرح میں کہتا ہوں کرو“

کینیر ڈین نے اندازِ قائل سے ہیٹ اٹھالی اور ہمارے پاس آکر کہنے لگا ”کہیے آپ لوگ آمادہ ہیں؟“
”مجھوری ہے“ میں نے جواب دیا ”مسٹر مارشنگٹن کا حکم ماننا ہمارا فرض ہے“ اور اس میں کیلا نے بھی میری تائید کی۔

اچھا میں گورنگ کے مکان پر جاتا ہوں ”کینیر ڈین نے آخر کار کہا وہاں سے آپ لوگوں کو ٹیلیفون کر دوں گا“ پھر مسٹر مارشنگٹن کی طرف مڑ کر جو اپنی عادت کے مطابق پھر ایک بار کمرہ میں مہلنے لگے تھے اس نے کہا ”میں کوشش کروں گا کہ یہ کام جلد از جلد ہو جائے“

مسٹر کینیر ڈین کا جواب آدھ گھنٹے سے پہلے نہ آ سکا۔ یہ آدھ گھنٹہ کا عرصہ۔ حالات کی موجودہ کشیدگی میں ہمارے لئے صدیوں کے برابر لگتا

ثابت ہوا۔ ہم تینوں میں مسٹر مارشلنگٹن اور کیلا اپنی اپنی جگہ چپ چاپ بیٹھے تھے صرف ایک موقع پر جب کیلا کسی کام سے کمرہ کے باہر گئی تو مسٹر مارشلنگٹن نے مجھ سے کہا۔

”میرے عزیز بات ہر چند عجیب و پر اسرار نظر آتی ہے۔ لیکن میں امید کرتا ہوں۔ تم کسی حال میں میری میت پر شک نہ کرو گے۔ اگر مجھ کو اور یقین نہ ہوتا۔ کہ تم دونوں ایک دوسرے کے خدائی ہو۔ تو خدا بہتر جاننا ہے۔ ہرگز اتنا زور نہ دیتا۔ اس کے علاوہ شادی کی رسم نوا ہونے ہی میں سب حالات تم سے بیان کر سکوں گا۔۔۔“

”خیر کوئی بات نہیں میں نے ٹالتے ہوئے کہا سب سے زیادہ فکر تو ہمیں آپ کے لئے ہے۔۔۔“

میں اس موقع پر ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی سنائی دی اور کیرڈین نے دوسری جانب سے کہا۔

”مجھے انتظام مکمل ہو گیا۔ میں خود اور مسٹر گورنگ کی ایک ایڈکسٹریٹ آپ سے اسینٹ اسٹج کے گرجا میں ملیں گے۔ وہیں آ جانا۔ بیسن اپنا شادی کا لائسنس اور انگشتری یہ دو چیزیں یاد سے لے آنا۔“

میں نے کمرہ نشست میں واپس جا کر جب اس کی اطلاع مسٹر مارشلنگٹن کو دی تو ایک نیا چنبھا اور دیکھنے میں آیا۔ بیٹی معلوم ہوا کہ وہ ہمارے ساتھ گرجا تک نہ جائیں گے اب ان کی حالت اتنی سنبھلتی ہوئی اور وہ اس قدر صبور اور توانا نظر آتے تھے کہ ان کا یہ فیصلہ سن کر مجھے سخت تعجب ہوا۔

مسٹر مارشلنگٹن نے اپنے دونوں ہاتھ میرے اور کیلا کے شانوں پر رکھ دیئے اور کہا: عزیز و خدا بہتیں برکت دے میری

بہترین دعا میں تمہارے ساتھ ہیں۔ گر جا میں تمہارے دوست اور بھی خواہ موجود ہیں۔ ان کے سامنے سب کام جلد از جلد ہو جائے گا۔ تمہاری واپسی تک میں اسی جگہ آرام کرنا چاہتا ہوں کینئرڈین کو ہر روز اپنے ساتھ لیتے آتا۔

جس وقت میں اور کیلا ہوٹل سے رخصت ہوئے۔ تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ دیکھنے والوں میں سے کسی کے دل میں یہ گمان ہرگز پیدا نہ ہو سکتا تھا کہ دونوں جوان شادی کرنے جا رہے ہیں۔ بہر حال ایک بار فیصلہ ہو جانے پر سب کام جلد ہی ہی ختم ہو گیا تھے کہ آدھ گھنٹہ کے اندر اندر میں اور کیلا شوہر ورنی کا درجہ حاصل کر کے ایک نئی دنیا میں داخل ہو گئے۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ رسم ادا ہو چکنے پر بھی ہم فرط حیرت کی وجہ سے بدحواسی کی حالت میں کھڑے تھے۔ دوست مبارکبادیں دیتے اور مصافحہ کے لئے ہاتھ آگے بڑھاتے تھے۔ لیکن ہمیں یہ سب کچھ خواب کی مانند نظر آتا تھا۔

اس موقع پر ایک عجیب بات اور بھی دیکھی تھی۔ یعنی شادی ہو چکنے کے حقوری دیر بعد کینئرڈین ہمیں گھر جاگے اندر ہی ایک علیحدہ مقام پر لے گیا۔ اس نے اپنی اندرونی بیب سے دو بچے لئے ہوئے لفافے نکالے۔ اور ایک مجھ کو اور دوسرا کیلا کو دیتے ہوئے بٹس کر کہنے لگا: میں اب فیڈی فرشتہ کا فرض ادا کرتا ہوں۔ میرے اور مسٹر مارشنگٹن کے درمیان پچھلے دو شنبہ کے روز سے یہ بات طے پا چکی تھی کہ شادی کی رسم ادا ہوتے ہی یہ چیز آپ لوگوں کو دے دوں۔ فی الحال ان لفافوں کو کھولنے کی حاجت نہیں مختصر یہ کہ تم انہیں مسٹر مارشنگٹن کا تحفہ شادی سمجھ سکتے ہو یا اگر

اس سے تمہارا اطمینان نہ ہو۔ تو جان لو کہ اب مسٹر اور مسز ڈرہم بننے کے بعد تم دونوں قریباً چار لاکھ پونڈ دولت کے مالک ہو... بس اب آؤ ہوٹل کو چلیں؟

جب ہم تینوں موٹر پر سوار ہو کر ہوٹل کی طرف چلے۔ تو مجھ میں ایک سیلا ہر طرح کی مہم و مسرور تھے اور کینرڈین چپکا ہوا نظر آتا تھا۔ تاہم یہ امر واقعہ کہ مستقبل کی دھند میں ہمیں کچھ اس قسم کے طوفانی بادل دکھائی دیتے تھے۔ جن کی موجودگی کسی طرح باعث اطمینان ثابت نہ ہو سکتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کوئی ناخوش گوار واقعہ عنقریب ظہور میں آنے والا ہے۔ اور اس کی تصدیق ہوٹل میں پہنچنے کے بعد ہو بھی گئی۔

چنانچہ جسوقت آگے میں پہنچے کیلا اور سب کے بعد کینرڈین ہم تینوں اس ترقیب سے کمرہ میں داخل ہوئے اور کینرڈین نے اندر آنے کے بعد دروازہ بند کر لیا۔ تو جو کچھ ہم کو نظر آیا۔ وہ ہر ایک کے منہ سے کلمہ حیرت نکالنے کے لئے نکافی تھا۔ کیا دیکھتے ہیں مسٹر مارشنگٹن وسطی میز کے پاس دونوں بازو چھاتی پر لیٹے ہوئے۔ چہرہ پر افسردگی اور پریشانی کے آثار۔ گردن جھکائے بیٹھے ہیں۔ سامنے قلم و دوات اور چاک بک کھلی پڑی ہے اور ایک چاک کی خانہ پری کر کے اُسے یوں ایک طرف رکھا ہوا ہے۔ گویا کسی نے لا پرواہی سے اس کو وہاں ڈال دیا ہے۔

اور ان کے سینہ بال مقابل آتشمان کے قریب بے عیب لباس پہنے ہمیشہ کی طرح ساکن و سامت بیکن نے الحال اپنے چہرہ پر تمکنت اور نفرت کے آثار لئے ڈی لانا کھڑا تھا۔ جس نے ہم کو دیکھ صرف ایک انگلی کو جنبش دینے کو ہر ایک کو سلام کیا۔

اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کی صرف دھندلی سی یاد میرے ذہن میں باقی ہے۔ میرے منہ سے اس مرد سیاہ کار کے حق میں ایک کلمہ ناخوشگوار نکلا اور میں جو شش بے اختیاری سے اس کی طرف آئے کو بڑھا۔ لیکن اس مہرقہ پر کنیر ڈین نے جو کسرتی بدن رکھتا تھا۔ میری کمر میں لٹکتے ڈال کر مضبوطی سے مجھے پکڑا اور روک لیا۔ جس کے بعد مسٹر مارشلنگٹن نے بے بسی کا اشارہ کرتے ہوئے پڑا مردہ آواز میں صرف اتنا کہا۔

”جو شش و خروش لا حاصل ہے۔ یہ آدمی جو کچھ کہنا چاہتا ہے۔ کہہ لینے دو۔“

ڈی لائڈا قہقہہ مار کر ہنسا اس وقت میں نے پھر ایک بار کنیر ڈین کے قابو سے نکلنے کی پڑ زور کوشش کی۔ مگر اس کے بازوؤں میں کسی دیدہ کی طاقت موجود تھی۔ انتہائی زور لگانے پر بھی میں اس کی گرفت سے نہ نکل سکا۔

”جی بے شک۔ اب وقت آ گیا ہے۔ کہ جو کچھ مجھے کہنا تھا۔ کہہ ڈالوں۔ میرے عزیز دوست مارشلنگٹن آپ نے بہت دور کی بات سوچی کہ ان کی شادی کر کے اپنی دولت انہیں دیدی تاکہ میں آئندہ آپ سے کچھ نہ مانے سکوں۔ نہ ہو گا۔ بالکل۔ نہ بچے گی بالشری کیوں؟ یہی ترکیب آپ نے سوچی نہ؟ اسی لئے اپنی ساری دولت ان کے نام کر دی۔ اور مجھ سے جو دائمی سمجھوتہ کرنا تھا۔ اس کے لئے یہ پانچ ہزار پونڈ کا چک... بھیک منگیوں کا دان کا فی سمجھا خیر آپ حاضری۔ اور آپ کا کام اپنی طرف سے میں اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں۔ کہ اگر اس ماذ کی خاطر آپ مجھ کو دیتے ہوئے ہچکچاتے ہیں تو غالباً یہ دونوں جنہیں میں ان کی شادی

پر دلی مبارک باد دیتا ہوں۔ ایسا نہ کریں گے۔ اپنی بہتری اور
 آپ کی سلامتی کے لئے ان کو میرے ساتھ اس منہم کا سہجوتہ
 کرنے سے دریغ نہ ہو گا۔ جو آپ نہ کریں گے۔ اور اب سنئے۔ آپ بھی
 مسٹر ڈرہم اور آپ مسٹر ڈرہم۔ اس نے خصوصیت سے کیملا کو منوجہ
 کر کے کہا: "یہ شخص" اس نے بد نصیب مسٹر مارشنگٹن کی طرف
 جو میز کے پاس تصویر یاس بنے بیٹھے تھے۔ انگلی کا اشارہ کیا
 "یہ وہ آدمی ہے جس نے آپ کے باپ کو جان سے مارا تھا۔"

باب ۱۵

داستان کہن

میں پیشہ ور مصنف نہیں ہوں۔ اس لئے نہیں جانتا کہ داستان کے اتار چڑھاؤ کا حال لفظی تصویروں کی صورت میں کیونکر موزونیت کے ساتھ پیش کرنا چاہیئے۔ بہر حال اس کے بعد جو کچھ بتاؤں میں عام فہم پیرایہ میں اس طرح بیان کر سکتا ہوں کہ دیکھنے والے کو یہی معلوم ہو جاتا۔ میرے اور کنیر ڈین کے درمیان کشتی کا مقابلہ میرے لگا ہے۔ ڈینی لائیڈ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کو سن کر ایک شرح رسالہ کی دھند میری نظروں کے سامنے پھیل چکی تھی۔ اور اب یہی جی چاہتا تھا کہ کنیر ڈین سے چھوٹ کر اس سفارہ نامہ سٹاف کی گردن مروڑ دوں۔ لیکن بدقسمتی سے کنیر ڈین کی شانہ زوری آگے قدم بڑھانے کا موقع نہ دیتی تھی۔ غصے میں چہرے سے ہونٹیں شیر کی طرح ہیں کنیر ڈین کی طرف مڑا اور اس سے یوں جھگڑا کہ تنہا ہو گیا۔ جس طرح دو کھلاڑی فٹ بال میچ میں ہو جاتے ہیں اس کے بعد اتنا ہی یاد ہے کہ میں نے اپنے آپ کو کوٹنے میں پٹہ ہی

ہوئی ایک کرسی پر بے بسی کی حالت میں بیٹھا پایا۔ اور دیکھا۔ کہ کنیرڈین نے ایک ٹافہ سے میرے کوٹ کی آستین مضبوط پکڑی ہوئی تھی۔ اور دوسرے ٹافہ کا ٹکڑا بنا کر میرے منہ کے سامنے یوں یوں ہلا رہا تھا۔ ”تم سچ کچھ دیا نے ہوئے ہو؟“ اس نے عزت سے کہا ”خدا کے لئے سنبھلو۔ اور اپنے جوش کو روکو۔ ورنہ تمہاری یہ ٹکٹائی انا کر اسی سے مستکیں بانہہ دینی پڑیں گی۔ کیا تم اتنا نہیں جانتے۔ کہ یہ وقت ہر ایک سوال پر اطمینان سے غور کرنے کا ہے۔ جوش و خروش کی حالت میں بنی ہوئی بات کو بگاڑنے کا نہیں۔“

”کنیرڈین میں اتنا کرتا ہوں۔ ایک بار حقوڑی سی دیر کے لئے مجھ کو چھوڑ دو۔ میں اس ناہنجار کو اس کی باتوں کا مزہ چکھاتا ہوں میں نے پھر جدو جہد کرتے ہوئے کہا ”آخر میں دودھ پیتا بچہ نہیں ہوں۔ کہ تم مجھے اس طرح روکنے کی کوشش کرتے ہو؟“

جواب میں کنیرڈین نے مجھے اس طرح زور سے جھنجھوڑا دیوں آگے پیچھے ہلایا۔ کہ مجھے اپنے دانت بچتے سنائی دینے لگے ساتھ ہی اس نے کہا۔

”میں تم کو بڑی ذی فہم خیال کرتا تھا لیکن افسوس تم بالکل پاگل پن کا ثبوت دے رہے ہو۔“ اور اپنے آپ کو سنبھالو اور... دیکھو... اس طرف دیکھو“

میں نے اس کے سر کا اشارہ پا کر اس مقام کی طرف دیکھا جہاں مارشنگٹن حیرت و یاس کے عالم میں کرسی پر گروں جھمکائے بیٹھے تھے۔ اور یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا۔ کہ کیسا ان کے قدموں میں دوزخوں اپنے بازمان کی ٹانگوں کے گرد ڈالے

اپنا خوشنما سران کے ساتھ لگائے اس انداز سے بیٹھی ہے
گو یا دنیا کی کوئی طاقت دوڑ کو خدا نہیں کر سکتی وہ دے
لفظوں میں اپنے ماموں سے کچھ کہہ رہی تھی۔ اور میں نے دیکھا
کہ آنسوؤں کے بڑے بڑے قطرے اس کے ماموں مسٹر ہارٹنگٹن
کے چہرہ پر بہنے لگے تھے۔

”کیلا“ انہوں نے لرزتی ہوئی آواز سے کہنا شروع کیا: ”مجھے
ہرگز امید نہ تھی کہ تم مجھ سے اتنا پر محبت سلوک کر دو گی۔ ڈرتا
تھا شاید تم مجھ کو چھوڑ کر علیحدہ ہو جاؤ۔ اور مجھ سے نفرت کرنے
لگو۔“

”نفرت۔ آپ سے میرے خدا کبھی نہیں“ کیلا نے سسکیاں لیتے
ہوئے کہا: ”آپ نے مجھے اپنی بیٹی کی طرح پاؤ ہے۔ اور میں آپ ہی
کو سب کچھ سمجھتی ہوں۔“

اس وقت تک کینڈین نے مجھ کو مضبوط پکڑا ہوا تھا۔ لیکن آپ
میرے یہ کہنے پر کہ میں اپنی جگہ سے نہ ہوں گا۔ اس نے اپنی گرفت ہٹا
لی۔ اور میں نے اس کی توجہ ڈی لاند کی طرف دلائے ہوئے کہا: ”ذرا
اس ڈاکو ہمارا ج کی طرف دیکھنا۔“

وہیں اپنی جگہ پر کھڑا وہ حیرت آمیز نظروں سے اس عجیب نظارہ
کو دیکھ رہا تھا۔ جس کا حال اوپر میں نے قلمبند کیا ہے۔ اس کا چہرہ گروب
بھی پڑسکون تھا۔ تاہم بے چینی کی دبی ہوئی جھلک اس کی نگاہ میں
پائی جاتی تھی صاف دکھائی دیتا تھا۔ کہ اس اپنے اندازہ میں بھاری
غصیلی ہوئی ہے۔ وہ کچھ اور دیکھنے کی توقع رکھتا تھا۔ اور یہاں اس
کے بالکل ہی برعکس طور میں آنے لگا تھا۔ اس کے نزدیک یہ ایک
حد درجے عجیب اور بعید از فہم بات تھی۔ کہ کیلا اس آدمی کے پیروں

میں بھی جاتی ہے۔ جس کی نسبت وہ برعلا کھ چکا تھا کہ اس کے باپ کا
چاچا کسی کنیرڈین کا طرز عمل بھی اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ اور وہ حیران
ہو کر اس پر حملہ آور ہونے سے روکتا ہے، ان سب باتوں کو دیکھ کر اور
ان کی حیثیت کو سمجھنے کے قابل رہ کر اس کی جھاک اس کے چہرہ پر
پیدا ہونے لگی تھی۔

لیکن ڈی لائڈ ایسا آدمی نہ تھا کہ اپنے مطالبات سے باسانی
درست بردار ہو جاوے۔ چنانچہ خود اپنی عجیب طرح کا لقب بھی تبسم پیدا
کر کے اس نے کہنا شروع کیا۔

”سچ ہے ہر ایک دہر سے میرے وطن میں اگر کسی شخص کو معلوم
ہو کہ وہ سرے سے اس کے باپ یاں کو ہلاک کیا ہے تو وہ تب تک
چین نہ سکتی کہ اس کا باندہ اس سے نہ لے چکے لیکن اس تکہ کی
حالت عجیب ہے۔ لڑکی اپنے باپ کے قاتل سے یوں ہنس رہی ہے۔
گویا دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی اس کو عزیز نہیں۔ سچ سچ انگریز
قوم عجیب ہے“

انہیال ہے ان لفظوں کو سن کر میں نے پھر ایک مرتبہ اپنی جگہ سے
اٹھنے کی کوشش کی ہوگی۔ کیونکہ کنیرڈین سختی سے میرے کانوں
میں کہنے لگا۔

”دوڑ ہم آدمی ہو۔ یہ شخص تو چاہتا ہے اس کی بکواس سے معاملہ
گشت و خون تک پہنچے لیکن تمکو سمجھدار بننا چاہیے۔ جہاں اس باتوں
کا تعلق ہے ہمیں اس کی طرف سے کوئی فکر نہیں۔ لیکن میں ڈرتا
ہوں کہ اس سے آگے معاملہ پتوں کی گڈیوں تک نہ پہنچے۔ اس
لئے ہوشیار رہو اور آنکھیں کھل کر بیٹھو۔ اس کمرہ کے قریب اندر
میں اور ایک کونہ میں نے بند اور قفل کر دیا ہے۔ اب تمکو چاہیے۔ دوسرے

پر نظر رکھو۔ اور گفتگو کا فرض میرے ذمہ ڈال دو۔ پھر ڈی لائڈ کی طرف مڑ کر اس سے اونچی مگر جواہر آواز سے کہنا شروع کیا۔ ہاں صاحب اب مجھ سے بات چیت کیجئے۔ رچرڈ کینڈلین میرا نام ہے۔ اور میں مسٹر مارشنگہاؤس کا سیکریٹری ہوں فی الحال مجھ کو معلوم نہیں کہ آپ مسٹر مارشنگہاؤس کے ہالنے پر اس بجائے آئے ہیں یا زمرہ سنی ٹھہس آئے ہیں۔ لیکن ظن غالب یہی ہے کہ آپ ناظرانہہ ہاؤس میں اب رہتے ہیں۔ چہ کہ مسٹر مارشنگہاؤس کی سہولت ابھی نہیں اس لئے جوڑا کھینچ کر پھر سے یہاں کیجئے۔ کٹوڑی دیویر پیشتر آپ سے ان پر اب اس سلیپنگ ڈرام لگا یا تھا۔ تیرہ ماہ سے ان لفظوں کو حیر دیا۔ بارہ ہزار دیکھئے۔ اور یاد رکھئے کہ اب آپ کو ہاؤس کی موجودگی میں بڑھ چکے ہیں۔

ڈی لائڈ کے کینڈلین سے شروع اور چورسے چھٹے چہارے اور مضبوطی اور قیامت کو حیرت میں لگا یا تھا۔ اب اس سے اس نے آپ کو ہاؤس کو اک بہرہ میں اپنا سر ہلایا۔ اس کے بعد کہنے لگا۔

وہ آپ خواہ کوئی زحمت مجھ سے برداہ نہیں کیونکہ یہ سچ اور سچ ہے۔ سچ بولنا چاہئے ہوں۔ میرا دفاع ہے۔ اس آدمی کی شہرت کمزور ہے۔ اس قانون یعنی موجودہ مسٹر ڈرام کے باپ کو ہلاک کیا تھا۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کو میں ڈی لائڈ اور وقت ثابت کر کے دکھا سکتا ہوں۔ انہی بات تک میں نے اس راز کو صرف اس لئے چھپا کر رکھا کہ یہ آدمی مجھ سے ویسا کر سنے کی ہر سنت التجا کرتا تھا۔ اور اس سے علاوہ اس سے مجھے میری خاموشی کی قیمت زبردستی ہر سنت میں ادا کرنے پر آمادگی تھا ہر کسی کو۔ آپ کو انٹیمٹ رہنے کا حق ہے۔ اس کو کسی ماہ سے میرے ہم کر رہے ہیں۔ کیرتھ میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ آپ بھی۔ اور یہ آدمی بڑا دھڑلے اس کو ملیکٹ میبل کہتے ہیں۔ لیکن میں نہیں جانتا ملیکٹ میبل کیا چیز ہے۔

میں ایک آدمی کی خدمت بجا لاتا ہوں۔ وہ اس کے عرض مجھ کو نقد روپیہ دیتا ہے۔ آپ اس کو بلیک میل کہہ لیں یا ڈائیٹ میل۔ مجھے اس کی پروا نہیں۔ لیکن اب پچھلے چار سال اس نے مجھ کو روپیہ دینا بند کر دیا ہے۔ اور کہنے لگا کہ میں نے اس لڑکی کے باپ کو ہلاک کر کے اس غریب کو چونگہ ہر طرح کی نعمتوں سے محروم کیا ہے۔ اس لئے میرا فرض ہے کہ اس سے لئے بھی کچھ جمع کر کے دوں چنانچہ اس بھانڈے سے اب اس نے اپنی ساری دولت اس کے حوالہ کر دی ہے اپنے پاس صرف فقوٹا سا گذارہ رکھا ہے۔ اور مجھے ڈی لائڈا کو جس نے ہمیشہ اس معاہدے اور بدگوارین کر اس کو تنائوں کی گرفت سے بچا یا وہ صرف پانچ ہزار پونڈ کی یہ حقیر رقم دے کر رخصت کرنا چاہتا ہے۔ کیا اس کا نام ڈنگریری زبان میں دیانت اور ایمانداری ہے! میں اس سلوک کو بچہ افسوسناک اور مفر مناک خیال کرتا ہوں۔

وہ بیٹے تیری اس لاف و گراف کے کیا کہنے؟ کینرڈین نے دہلی آواز میں مجھ کو سنا کر کہا: ”دیکھ لو کس منانیت سے اپنا وعدہ پیش کرتا ہے“ پھر مٹ پانی کی طرف مڑ کر اس نے کہا: ”ہاں بغیر ڈی لائڈا اب گویا آپ کو اس بات کی شکایت ہے کہ مسٹر مارشنگٹن نے آپ سے اچھا سلوک نہیں کیا بلکہ ناشکر اپن برتا ہے کیوں؟“

”ما شکراہیں... میں کہتا ہوں۔ اس سے زیادہ قابل نفرت سلوک جو اس نے مجھ سے کیا ہے سبھی دیکھیں وہ آیا ہوگا؟“ ڈی لاند نے دودھالے لفظوں میں کہا۔ غور کیجئے۔ آپ وکیل ہیں میں اپنے منہ سے صرف ایک لفظ کہہ کر اس آدمی کے لئے کتنی معیبت پیدا کر سکتا تھا... اس کے لئے جو مسٹر جیمز ہٹین کا قاتل ہے... لیکن کیا ہوا میں کہتا ہوں ابھی جگہ ہی کیا ہے؟

”کیا نہیں بگڑا سینیر؟“

”سنئے میں سادہ لوح یا انجان نہیں ہوں؟“ ڈی لاند نے بڑھتے ہوئے جوش کے ساتھ کہا۔ مجھ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ کے انگشتان میں قانون ایسی باتوں کے متعلق کیا چاہتا ہے۔ اور کیا کہتا ہے خدا دیکھتے جائے۔ میں بھی جا کر پولیس میں رپٹ لکھواتا ہوں۔ پھر ان میاں کو دھن پش آجائے گا۔ لیکن میں اگر ایسا کرنے سے باز رہوں تو اس کی وجہ میری شرافت ہے۔ میں نہیں چاہتا کسی کے خاندان کی نیک نامی پر حرف آئے۔ آپ کے ہاں انگریزی میں وہ کیا مثل مشہور ہے کہ کسی خاندان سے استخوانی پنجرہ مار دیں میں ہند ہی اچھے ہیں۔ اگر اس شخص نے میرا حق نہیں مانا اور مجھے دھوکا دیا پھر اپنی دولت مسٹر اور مسز ڈرہم کے حوالہ کر دی ہے تو کیا ان کا فرض نہیں ہے کہ وہ اس کی ادائیگی نہ کیا جس کے قبضے سے میرے حقوق کو فراموش نہ کریں۔ میں کسی سے بگاڑ پیدا کرنا نہیں چاہتا صرف اپنا جائز مطالبہ پورا کرنا چاہتا ہوں آج دیا ہو جائے تو میں اب بھی متم کھا کے کہتا ہوں کہ کسی کو کان کاں خبر نہ ہوگی۔ کہ سولہ سال پیشتر گرمیوں کے موسم میں دورا فٹا وہ ماک اور جٹا میں ہیں ایک دن کیا بھیا تک واقعہ پیش آیا تھا؟

ڈی لاند کی باتوں سے میں نے اندازہ کر لیا کہ وہ کچھ دیر پہلے وہ کچھ گھبرا اور پٹ پٹا گیا تھا۔ تاہم اب دوبارہ یقین اور اعتماد حاصل کرنے کے لئے ہے۔ اس کو محسوس ہونے لگا تھا کہ بات اب بھی نہیں بگڑے اور کچھ میں با۔

چمیں لے سکا وہ اس فوجوان جوڑے سے باسالی حاصل کر سگوں کچھ کینرڈین نے
ایک بار مارشنگٹن کی طرف دیکھا۔ گیلیلا اب تک ان کے پاس پہنچی دہلی آواز
میں باہیں کر رہی تھی۔ مجھ کو آٹھ کا اشارہ کر کے کینرڈین نے پھر ایک مرتبہ
ڈی لاند اکا جی جہانا شروع کیا۔

”دیکھئے مشر ڈی لاند! جو حالات آپ نے بیان کئے ہیں، اس نے نرم لہجہ
میں کہا: ”وہ بیٹیک صبح ہو گئے لیکن سوال کا ایک اور پہلو غور طلب ہونی ہے آپ
نے اس بات کا ذکر کیا تھا کہ سٹراور مسٹر ڈوریم اپنی خاندانی عزت کو محفوظ رکھنے
کیلئے آپ کا حق خدمت ادا کریں میرے خیال میں ان کو ایسا کرنے سے ہرگز انکار
نہ ہوگا۔ بیشک یہ معلوم ہو جائے کہ جو معاوضہ آپ چاہتے ہیں۔ اس کے
برائے آپ انکو کیا دیں گے؟ زیادہ صاف لفظوں میں انہیں اس بات کا کیونکر
یقین ہو کہ آپ ان کے خاندانی عزت پر حرف لانیکی طاقت رکھتے ہیں وہ بری
آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کو اس بارہ میں کچھ معلوم نہیں“

ڈی لاند نے غاغانہ گردن اٹھائی اور چھاتی بھلا کر چوڑی کر لی اس طرح اگر
کہ کھڑا ہو نیکی بعد اس نے کہنا شروع کیا: ”کون کہتا ہے کہ مجھے کچھ معلوم نہیں سنے
میں آپ کو بتاتا ہوں اصل حقیقت جس طرح پیش آئی، اس کا حال صرف دو
آدمیوں کو معلوم تھا۔ ایک مجھ کو دوسرا اس شخص کو جس کی موت پر آج کل شہر میں
ہنگامہ برپا ہے یعنی جیمز کو بیٹ کو سدا واقعہ ہماری نظروں کے سامنے پیش
آیا تھا۔ ہماری موجودگی میں مارشنگٹن نے اس قانون کے باپ جیمز بیٹن
کو جو اس کا عہدائے تھ گولی مار کر مار ڈالا۔ میں برداشت کرتا ہوں یہ شخص جیمز بیٹن
کا قاتل ہے۔“

مشر مارشنگٹن اب تک گردن جھکائے بیٹھے تھے۔ خدا معلوم ان میں
اور گیلیلا میں اس وقت تک کیا باتیں ہوئی رہی تھیں لیکن اس گفتگو کے نتیجہ کے
ظہر پر میں نے دیکھا کہ اُنکے چہرہ کی پڑم روگی اب آگے کی نسبت بہت کم نظر آتی

مقی۔ اب وہ زیادہ مستقل مزاج اور پراعتماد دکھائی دیتے تھے۔ چنانچہ پہلی مرتبہ گردن اٹھا کر انہوں نے اس طرح کی نظروں سے ڈی لاند کی طرف دیکھا کہ وہ تاب مقابلہ نہ لاکر گھبرا یا ہوا معلوم ہونے لگا۔

دوم دروغ گوارا دھوٹے ہوئے انہوں نے سختی کے لہجہ میں کہا: "یوں تو میں پہلے دن سے جانتا تھا کہ تمہاری سیرت اچھی نہیں۔ لیکن اتنا باپنی اور ذہل جیسا تم نے اپنے آپ کو ثابت کیا ہے۔ میں نے کسی موقع پر نہ جانا تھا۔ اب چونکہ جینز کو بڈ اس دنیا میں نہیں اس لئے تم اس کی موت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس خیال سے جھوٹ بول رہے ہو کہ کوئی تمہاری تردید کر نہ پالا نہیں ہے۔ وہ نہ تم کو اچھی طرح معلوم ہوگا۔ کہ اگر جینز جین میرے ہاتھوں مرا تا ہم میں نے قصداً اسے ہلاک نہ کیا تھا۔ جو کچھ ہوا وہ حالت جوش میں ڈوبل لٹنے ہو گیا اور اور اس دن کے بعد میری ہر وقت یہ کوشش رہی ہے کہ میں اپنے اس گناہ کی ہر ممکن طور پر تلافی کروں؟

ڈی لاند ان الفاظ کو سن کر مسکرایا۔ اس نے خمار سے شافوں کو حرکت دی پھر دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہنے لگا۔

وآہ معلوم ہوتا ہے میڈم نے آپ کو معاف کر دینے کی ٹھان لی ہے۔ اور اس خیال سے کہ گھر کا مدیہ گھری میں رہے۔ آپس میں اس بات کی سازش کر لی گئی ہے کہ جو کچھ ہو چکا اس سے بے درگزر کافی سمجھ کر مجھے تیسرے آدمی کو میرے حق و واجب سے کوئی حصہ نہ دیا جائے۔ خبر معلوم ہو گیا۔ کہ میری خدمات کی کوئی قدر نہیں کی گئی۔ اتنا بھی نہیں سوچا گیا۔ کہ اس غریب نے اپنی ذات پر ہر طرح کا ظلم گوارا کر کے ایک خطرناک راز کی ہمیشہ جان و دل سے حفاظت کی ہے۔ خبر کوئی بات نہیں انصاف خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اگر آپ میری خدمات کی قدر کرنا نہیں چاہتے تو میں بھی۔ انہی برضا ہو کر اس پرزہ کا فخر پر غناٹ کرے گا ہوں اور آداب بجا لاکر رخصت ہوتا ہوں؟

آٹا کہہ کر ڈی لانڈا نے ایک نمائشی سلام کیا اور بڑے خحرے سے ہاتھ دھو کر اس پانچنار روپے کے چاک کو اٹھانے کے لئے آمادہ ہوا۔ جواب تک میز پر ایک جانب پڑا تھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ چاک کو ہاتھ میں لینا کنیر ڈین یوں جھٹک کر کے آگے بڑھا جس طرح بلی چوہے کو دیکھ کر کرنی ہے۔

درخبردار جو اس کو ہاتھ لگا یا تو آؤ ساتھ ہی اس نے گرجتی ہوئی آواز سے کہا۔ ”اور خبردار تم نے اس کو ہاتھ سے نکلنے کی کوشش کی“ پھر میری طرف مڑ کر ”ڈرہم تم یہ دوسرا دروازہ بھی بند کر کے کبھی جیب میں ڈال لو۔ اور اب تم مسٹر ڈی لانڈا یا جو کچھ بھی تمہارا نام ہے کان دیکھ میری بات سنو“

پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی بات کہتا یا ڈی لانڈا سننا۔ کنیر ڈین نے اپنی پتلیوں کے ہفتی جیب سے یہ تھیل نکال کر اس کی نالی ڈی لانڈا طرف پھیر دی بد نصیب ڈی کا چہرہ لاش کی مانند پیلا پڑ گیا۔ اور وہ ہڑا کر کھینچے بیٹا۔

وہ ڈی اب کان کھو گیا سنو؟ اس کے بعد کنیر ڈین نے تقریر جاری رکھنا شروع نہیں کی، سچے سچے چارٹا ہوں۔ ایسی ہی کوئی چیز تمہارے پاس بھی نہ ہے۔ جیبوں کی طرف ہاتھ لے جانے کی کوشش نہ کرو۔۔۔

مڈر اب... وہ لو ہاتھ اوپر اٹھا لو دروازہ... ڈی اس طرح اب ڈرہم کے عزیز کام میں جو تھا اسے ذمہ ڈالتا ہوں وہ ہر چند ناخوشگوار ہے تاہم ایک ایسے مرد یاہ کار کی حالت میں کرنا ہی پڑتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس ناہنجار کی جامعہ تلاشی لو۔

جی تو اس کے ناپاک بدن کہ چھونے کے لئے نہ چاہتا تھا لیکن بامجبور میں نے اس کی تلاشی لی۔ اور سنیر ڈی لانڈا کی... سے دو چیزیں برآمد کیں۔ ایک بھیا تک قسم کا پستول۔ اور ایک تیز آمدار چاقو۔ ان دونوں کو میں نے

ایک ایسے مقام پر رکھ دیا۔ جو ڈی لائٹا سے پرے تھا۔ شخص ملکر نے یہ کیفیت دیکھ کر بہت کچھ غرائے اور گالیاں دینے کے بعد اپنی اور ہماری گورنمنٹ کی طرف سے دھمکانا شروع کر دیا۔ لیکن کنیرڈین نے اس موقع پر خلاف معمول خشک اور سخت لہجہ اختیار کر کے اس طرح کے پیرایہ میں جس کی اس کی طرف سے بعید تر امید نہ ہو سکتی تھی کہا: ”تم اور تمہاری گورنمنٹ دونوں گئے جہنم میں۔ مجھے ان دونوں کی رتی بھر بردا نہیں۔ اور اب پھر ایک بار بکاہہ آخری بار تم سے کہتا ہوں کہ اپنی جگہ پر چپ چاپ اور بے حرکت کھڑے رہو۔ ورنہ لارڈ ہیری کی قسم اگر میں نے یہ نالی چلانا شروع کیا۔ تو تمہارے اس ناپاک جسم کو چھلنی بنا دوں گا۔ اور اب مسٹر مارشلنگٹن“ اس نے اتنا نرم لہجہ میں کہنا شروع کیا۔ ”میرے خیال میں آپ معلوم کر چکے ہوں گے۔ وقت پر صحیح حالات بیان نہ کرنے اور اپنے لارڈ کو چھپاتے رکھنے سے نتیجہ کیا نکل رہا ہے۔ اب بھی میں آپ سے انتہا کرتا ہوں کہ اس بارہ میں جو اصل حقیقت آپ کو معلوم ہے بتا دیجئے تاکہ میں اس قصہ کو ہمیشہ کے لئے پاکہ کر دوں۔ آپ کے حالات بیان کر چکنے کے بعد میں پولیس کو بلا کر اس آدمی کو ان کے حوالے کر دینا چاہتا ہوں“

مسٹر مارشلنگٹن نے کیلا کی طرف دیکھا اس کے بعد رکتے ہوئے کہنا شروع کیا: ”میں صرف اس لڑکی کی وجہ سے غاموش تھا۔ کچھ شک نہیں میں نے بڑی حادثات اور کمزوری کا ثبوت دیا۔ لیکن عذر یہی ہے کہ میں اس خد فحاک اطلاع کو کیلا کے کانوں تک پہنچنے کا موقعہ دینا نہ چاہتا تھا اب بھی جو ذلت اس آدمی کی بدولت سب حال اس کو معلوم ہو چکا ہے۔ میں حیران ہو کر سوچتا ہوں کہ کیلا مجھے کیونکر معاف کر سکتی ہے۔ لیکن اس نے ہر حال مجھ کو اپنی معافی دیدی ہے۔ تو اس وقت تک اس کو فقط اتنا ہی معلوم ہے کہ اس کا باپ آپس کی لڑائی میں مارا گیا تھا۔ میں نے قصد کیا اور

اس کو ہاک نہیں کیا لیکن اب چونکہ اس راز کو زیادہ عرصہ تک چھپائے رکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس لئے میں سب حال دل سے آخر تک بیان کئے دیتا ہوں۔

عرصہ قریباً سولہ سال کا گذرا۔ میں اس زمانہ میں بدھ نو سیریز سے کچھ دور دیہات میں رہتا تھا۔ اور کاشت کیا کرتا تھا۔ مال دولت کی میرے پاس کمی نہ تھی۔ اس وقت تک شادی نہیں کی تھی۔ البتہ میری بہن نے ایک ہمسایہ میلہ سے شادی کر لی تھی اور اسکے بطن سے کیلا پیدا ہوئی بد قسمتی سے وہ اس ہوتے ہی مر گئی۔ اس زمانہ میں یہ آدمی عزی لاندا بھی ہمارے قرب و حوار ہوتا تھا۔ اس کا کوئی خاص ٹھکانہ نہ تھا۔ آج یہاں بکل وہاں۔ کبھی جواہری دونوں یا ہفتوں غائب ہو جاتا۔ یہ اس کا معمول تھا کہ مجھ کو بڑی مانتہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ میں نے اس آدمی کی سرشت کا حال طے نہیں کیا۔ بہر حال میں نے اسے اپنا دوست سمجھا اور وہ میرے اور بچپن کے مکان اس کا جی چاہے بے تکلف آسا سکتا تھا۔ کیلا کی عمر چار سال کے قریب ہمارے پاس کی زمین پر ایک نہایت خوبصورت اور جوان عورت تھی۔ ایک ہی وقت میں پٹین اور میں اس پر عاشق ہو گئے اب اتنی مدت اس کی برائی کرنا حاصل ہے۔ یقین حقیقت یہ بیان کرنے پر مجبور کرتی ہے کہ وہ جتنی خوبصورت تھی اتنی ہی بدسیرت بھی تھی۔ لازم تو یہ تھا کہ وہ ہم میں سے کسی ایک سے محبت کرتے ہوئے صرف اس کی حوصلہ افزائی کرتی لیکن وہ ہم دونوں کو اکٹھے چلی گئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جتنی گہری محبت ہم دونوں کو یعنی پٹین کو اور مجھے ایک دوسرے سے تھی۔ اتنی ہی سخت نفرت ایک کو دوسرے سے تھی۔ جتنے کہ ایک موقع پر نگرار کی فوبت آئی اور سخت حسرت الفاظ دونوں کے منہ سے نکل گئے۔ پٹین چونکہ نسبتاً غریب تھا۔ اس لئے مجھ سے زیادہ حسد کرتا تھا اس کا خیال تھا کہ یہ عورت مال و دولت کی وجہ سے اس کو یعنی مجھے زیادہ چاہتی

ہے حسد کی آگ ہر وقت اس کے سینہ میں ملگتی رہتی تھی۔ لیکن کھلے بگاڑ کی نوبت پھر بھی نہ آئی تھی۔ مگر میوں کے ٹن تھے اور سہ ہیر کے وقت ہم تینوں بیٹی پٹین اور میں اور ڈی لانڈا میرے مکان کے باہر درختوں کے سایہ میں بیٹھے تاشکیل رہے تھے۔ میرا نوکر جیز کوہلیٹ بھی وہیں موجود تھا۔ مجھ کو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم دونوں میں اور پیٹن بہت زیادہ پیئے ہوئے تھے۔ اگرچہ ڈی لانڈا نے جیسا اس کا معمول ہے صرف ٹھنڈے مشروبات پر کفایت کی تھی۔ جھگڑا تاش کے پتوں پر شروع ہوا۔ لیکن بڑھتے بڑھتے نوبت تو تو میں میں تک پہنچ گئی۔ اسی عورت کا نوکر شروع ہو گیا۔ جس کا مال میں بیان کر چکا ہوں۔ اور معاملات کی صورت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ اس موقع پر ڈی لانڈا نے جھپٹے ہوئے لفظوں میں صلاح دی کہ کیوں نہیں آپ لوگ آپس میں لوکر اس بات کا فیصلہ کر لیتے کہ اس عورت پر سب سے فضل حق کس کا ہے۔ یقیناً آپ اتنے بزدل نہ ہوئے کہ محبت کی خاطر جان کا خوف کھاتے ہوں۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ ڈی لانڈا اور جبر کوہلیٹ کی موجودگی میں ہم پستولوں سے مقابلہ کرنے کو آمادہ ہو گئے۔ گویا ان چلائی گئیں۔ اور پیٹن مرکز گر پڑا۔ اس وقت سے لے کر مجھے آج تک پورنی طرح چین نصیب ہوا۔ چونکہ ہم ایک دور افتادہ مقام پر رہتے تھے اور اس پاس کوئی بستی نہ تھی۔ علاوہ ازیں جو لوگ کچھ فاصلہ پر رہتے تھے۔ وہ ایسی باتوں سے کوئی دلچسپی نہ لیتے تھے۔ اس لئے معاملہ کو دبا دینا بہت مشکل ثابت نہ ہوا۔ ڈی لانڈا اور کوہلیٹ کی دہن بند ہی کرنا بھی سہل کام تھا۔ لیکن سب سے زیادہ ہراس میرے دل کو اس لڑکی کے متعلق ہوا۔ چنانچہ اس کے باپ کے انتقال کے بعد جب میں نے پہلی مرتبہ اس کی بھولی صورت دیکھی تو مقنم اداہ کر لیا۔ کہ میری زندگی کا واحد مقصد اب صرف اس کی خوشی اور خوشحالی کا خیال رکھنا ہو گا۔ اس واقعہ کے بعد جلد ہی ہی میں نے اس کو بغرض تعلیم یورپ کے مقام بروکس میں بھیج دیا۔ جہاں وہ ایک

کاونٹ سکوں میں داخل ہو گئی۔ اس واقعہ کے پیش آنے بعد بارہ سال تک
 میں اسی جگہ رہ کر زمینداری کرتے ہوئے دولت جمع کرنا رہا۔ اس بچگی کی
 خاطر میں نے پیش کی زمین بھی خرید لی اور اس سے جو فائدہ حاصل ہوتا وہ
 اسی کے نام پر جمع کرنا چاہا جاتا تھا۔ لیکن ڈی لائڈا نے اس موقعہ کو اپنے حق
 میں فائدہ مند پاکر مجھ کو بیک میل کرنا شروع کر دیا۔ اس کے ٹھکانے روز
 بروز بڑھتے ہی بچے جاتے تھے۔ خدا کو بہتر معلوم ہے کتنے ہزار پونڈ یہ آدمی
 مجھ سے حاصل کر کے برباد کر چکا ہو گا۔ کوئٹہ دوسری طرح کا آدمی تھا۔
 اول تو یہ بھی اس کو میری ذات سے گہری محبت تھی۔ اس کے علاوہ اس نے
 کبھی جس کو ترک کرتی نہیں دی۔ میں اس کو بھی معقول ماماوند تھا
 مگر اس نے سبھی اپنی معلومات سے نا جائز فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی
 آخر کئی سال کے بعد ڈی لائڈا ایک روز میرے پاس آکر کہنے لگا۔ کہ میں آج
 کے لئے مشغول طویلہ کر رہا ہوں اگر آپ کاروبار شروع کرنے کے لئے
 اچھا سرمایہ ہبیا کر دیں تو میں پھر کسی موقعہ پر آپ سے فائدہ اٹھا کر دیں گا میں
 نے اس کا کہنا مان لیا۔ اور جو کچھ اس نے مانگا وہی دیا۔ ایک سال کے بعد
 مجھ کو معتبر ذریعہ سے خبر پہنچی کہ ڈی لائڈا مر چکا ہے۔ اس کے نفوڑے حصہ
 بعد میرے دل میں وطن کی یاد نے گدگدی کی۔ اس کے علاوہ اس لڑکی کی بیٹیا
 کو دیکھنے کے لئے طبیعت بے چین تھی۔ پس میں نے اپنا کاروبار ختم کر کے
 ہمیشہ کے لئے انگلستان چلا آیا۔ کوئٹہ کو میں اپنے ساتھ لانا چاہتا تھا
 مگر اس کو ان لوازمات سے کچھ ایسی دلچسپی ہو گئی تھی کہ اس نے میرے ساتھ
 آنا منظور نہ کیا۔ میں نے اس کا معقول و لطیف مقرر کر دیا اور اسے چھوڑ کر
 انگلستان چلا آیا۔ یہ تو ہے گندے ہوئے زمانہ کا قصہ اور اب حال کی بات
 سینے جس وقت جینز کوئٹہ کا پیغام میرے کانوں تک پہنچا تو میں نے
 مبہم طریق پر معلوم کر لیا کہ کسی طریقہ پر کوئی نامعلوم خرابی معتبر بظہر میں

انیزالی ہے پھر جب ڈی لائڈا کی آمد کا حال معلوم ہوا تو میں نے جان لیا کہ اس خرابی
لی نوعیت کیا ہے اب میں نے سوچنا شروع کیا۔ کہ اس آدمی سے نگلی خلاصی کا
کا ذریعہ کیا ہو۔ آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ اپنی دولت کا بیشتر حصہ کیلا اور اس کے
شہر کے نام کر دوں۔ اور ڈی لائڈا کو ایک معقول رستم دیکر اس سے ہمیشہ
کے لئے نجات حاصل کرنے کی کوشش کروں۔ اپنے متعلق میں نے یہ سوچا تھا
کہ کیلا کی طرف سے سخت ہو جانے کے بعد پھر کسی دور افتادہ سرزمین میں جا کر
دولت جمع کرنے کا سامان پیدا کر لوں گا۔۔۔“

اس موقع پر کیلا بیچ میں بول اٹھی۔ ”ماموں جان پشتر آپ کا ارادہ کچھ
ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اب جو مکہ سب حالی کیلا سے سن لیا ہے۔ اس لئے وہ کچھ
کہیں جانے نہ دیگی۔“ اور یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے بازو لائڈا کی محبت سے مسٹر
مارشنگٹن کے گلے میں ڈال دیئے۔ ”وہ گیا یہ آدمی تو اس کے متعلق...“
لیکن بات بیچ میں ہی رہ گئی۔ خدا جانے کیلا اس مرد منحوس ڈی لائڈا
کے متعلق کیا کہنا چاہتی تھی۔ مگر عین اس موقع پر کسی نے دروازے پر دستک
دی اور جب میں نے کنٹرول روم سے اشارہ پر دروازہ کھولا۔ تو کیا دیکھا ہوا
انسپکٹر ٹینکر کے دو بلاور دی آدمیوں کو ساتھ لئے باہر کھڑا ہے۔

باب ۱۴

قبر کی آواز

الٹیکٹر ٹینکر نے مجھ کو انگلی کے اشارے سے باہر بلا دیا اور چومکے میں جاٹھا تھا کہ جوڑی ڈی لائڈا کو قابو کرنے کے لئے۔ اکیلا اکیڈمی میں دس پر بھاری ہے۔ اس میں بلا تامل باہر نکل آیا۔ اس وقت پہلی مرتبہ دیکھا کہ جو دو آدمی ٹینکر کے ساتھ تھے، ان میں سے کم از کم ایک کسی غیر ملک کا باشندہ تھا۔ مجھ کو پاس بلا کر ٹینکر نے مسکراتے ہوئے کہنے لگا: ”ہم اس لئے آئے ہیں کہ معلوم ہوتا تھا، ایک غیر ملکی آدمی اس جگہ مسٹر مارشنگٹن کے پاس آیا ہوا ہے۔ بہتہ قدر اور ادرتسم چہرہ کا خوشش پرش آدمی جس کی ہر ادایں بائکپن کی جھجک پائی جاتی ہے“

”جی بیشک وہ اندر موجود ہے“ میں نے کسی قدر جوش کے ساتھ کہا۔ میٹیر ڈی لائڈا میری ناگاہ آپ کو اس سے کیا کام ہے؟“

”مجھے تو کچھ نہیں“ ٹینکر نے جواب دیا: ”البتہ یہ دو صاحب اس سے ملنے کے آرزو مند ہیں“ پھر اپنے ایک ساتھی کی طرف اشارہ کر کے اس نے کہا: ”یہ تو

میں نیوسکاٹ لینڈ یارڈ کے جاسوس انسپکٹر وڈز میرا دریا دوسرے حصہ میں ڈرو
 کچھ خفیہ پولیس سے تعلق رکھتے ہیں۔“
 میٹلر ڈروالے کو چھوڑ کر میں وڈز میر کی طرف ٹراا۔ اس سے پوچھا: کیا میں ڈرو یا
 کر سکتا ہوں کہ معاملہ کیا ہے؟

بہت معمولی یعنی منسکات کی چوری کا۔ انسپکٹر وڈز کو نے جواب دیا: لیکن
 زیادہ مفصل حالات آپ ہی کو معلوم ہیں۔ اس نے غیر ملکی جاسوس کی طرف اشارہ
 کر کے کہا: بہر حال یہ باتیں ہوتی رہیں گی۔ ہمیں کسی طریقہ پران صاحب سے ملنا ہے
 جو نئے انحال آپ کے بھان ہیں۔ اور چونکہ ہم کسی طرح کا پتہ مشورہ بشر کرنے
 کے حق میں نہیں اس لئے کیا یہ مناسب نہ ہو گا۔ کہ آپ انکو باہر بھیج دیں۔“
 ”جی نہیں آپ ہی کو تکلیف کرنی پڑے گی کہ حضرت کو گھر دن سے پتہ لکھ
 کھڑکی سے باہر پھینک دیں انسپکٹر ٹینکے میں نے اپنے درمیان دوسرے کی
 طرف مڑ کر کہا: اچھا ہوا آپ خود ہی آگئے ورنہ ہم آپکو بلا بھیجا جاتے تھے
 کیونکہ آدمی مسٹر مارش ٹنٹن سے استحقاق بالبحر کر کے آیا ہے۔ آئیے اب
 دیر نہ کیجئے۔“

لیکن غیر ملکی جاسوس قدم اٹھانا ہچکچاتا تھا کہنے لگا: میں آپ لوگوں
 کو خبردار کر رہا چاہتا ہوں کہ وہ آدمی خطرناک ہے۔ اور ضرور مسلح ہو گا۔

درجی ہمیں بالکل نہیں۔ میں نے فاختانہ جواب دیا: پہلے مشک فضا
 لیکن اب نہیں ہے اس لئے کہ میں اس کا پستول اور بندوقیں کر ایک محفوظ
 مقام پر مقفل کر چکا ہوں۔ بس تشریف لائیے۔

یہ کہتے ہوئے میں نے دروازہ کو پوری چوڑائی تک کھول دیا اور جب
 یہ تینوں داخل ہوئے تو آہٹ پا کر ڈھیلا لاند ابلدی سے پیچھے مڑا لیکن
 ایک ہی نظر دیکھ کر ایک عجیب تبدیلی اس کے چہرہ میں واقع ہو گئی۔ جو ابھی
 اس کی نکاح ہسپانی جاسوس کی طرف گئی۔ اس کی سرخ و سپید رنگت

مٹر کے دانے کی طرح سبز تر گئی۔ اور وہ ساری اکڑنوں جاتی رہی۔ اب جو اس نے نفرت کی تہر لڑنے نظروں سے میرے اہل کثیر زمین کی دیکھا تو میں نے خدا کا شکریہ ادا کیا کہ میرے وکیل دوست کی دور اندیشی کام دے گئی۔ اگر وہ پستول یا چاقو اس وقت اس کے پاس ہوتا تو وہ یقیناً ان چیزوں سے کام لینے میں درمخ نہ کرتا۔

موجودہ حالات میں سب کام خاطر خواہ ہو گیا۔ ڈی لاڈا کی ان دو شخصوں سے جو اس کی تلاش میں آئے تھے۔ دہلی آواز میں کچھ باتیں ہوئیں۔ پھر اس نے ہیٹ اور چھڑی اٹھالی اور دستاں پہننا ہوا بڑے سکون خاطر کے ساتھ انکے ہمراہ ہو لیا۔ لیکن دروازے کے پاس پہنچ کر وہ پیچھے مڑا اور ہم سے چار آنکھیں کر کے جھپٹ چا پ بلکہ احساس تشریف کے ساتھ اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس نے برا سامنہ بنایا اور کہنے لگا۔

”باروٹری غلطی ہوئی لیکن حرص و طمع کا انجام یہی ہوتا ہے۔ اگر میں مارش ٹلشن کا دیا ہوا چک لے کر بھی رخصت ہو جاتا اور زیادہ کے لئے اصرار کرنے کو نہ کرتا۔ تو ان حضرات کی صحبت میں رخصت ہونے کی نوبت نہ آتی۔“ اچھا الوداع۔

ان پکڑ ٹینکے ان کے چلے جانے پر کمرہ میں رہ گیا تھا۔ کنڑوین نے دروازہ پھیرتے ہوئے ہنس کر اس سے کہا۔
 ”دیکھیے! ان پکڑ صاحب آپ کیا مجھ کو اپنے ہمراہ لے جائیں گے؟“
 ”جی نہیں ٹینکے بے وقوفہ! مگر کہنے لگا۔ ”اگر کسی موقع پر مجھے آپ کو لے جانے کی ضرورت ہوئی۔ تو اطمینان رکھئے اکیلا آنے کی جرأت نہ کرے گا۔“
 ”نہیں! میں یہ چیز مارش ٹلشن کو دینا چاہتا ہوں۔ میں صریح ہی ان کو دیدیتا۔ لیکن مصروفیت کی وجہ سے ایسا نہ کر سکا۔ دیکھیے یہ ہمیں فریڈی

کوئیٹ کی ایک جیب سے جاہر تلاشی کرتے وقت ملا تھا۔

اس نے اس مقام کی طرف بڑھ کر جہاں مسٹر مارشنگٹن کھڑے تھے ایک بند لٹا جس پر لاکھ کی جہریں لگی تھیں۔ اور جو کئی ہفتوں سے گزرنے کے بعد میلا بھی ہو چکا تھا۔ ان کے حوالہ کر دیا یہ جیبر، ٹینکر سے معاملہ کی تشریح کرتے ہوئے کہا: یا تو جیبر کوئیٹ نے اپنے ہاتھ سے زبردستی کو دی ہوگی۔ یا ممکن ہے اس جیب میں ڈالکر بھیجی ہو جو اس نے پچھلے ہفتہ کو ڈور سے اس کے نام روانہ کی تھی۔ بہر حال، جیبر زبردستی کوئیٹ کی پاؤٹ بک سے ملی۔ اور اب میں اس کے مضمون سے واقف ہو کر آپ کے پاس لایا ہوں۔ مسٹر مارشنگٹن نے کاغذ کاٹ کر دیکھا اور اچھی طرح سے لکھا۔ اور چاند لکھا کہ اس کا مضمون پڑھنے کی کوشش شروع کی۔ لیکن میں نے دیکھا ان کا ہاتھ اس طرح زور زور سے کانپ رہا تھا۔ کہ انہیں نے اپنی کمزوری سے آگاہ ہو کر وہ کاغذ بغیر پڑھے میرے حوالہ کر دیا۔ میں نے صرف ایک نظر اس کے مضمون پر ڈالی اس کے ٹینکر سے کو آ نکھ کے اشارہ سے باہر لایا اور اس سے پوچھا۔

”کیا کسی نے اس کا مضمون پڑھا تھا؟“

”صرف میں نے یا میرے ساتھ ایک اور انسپورولیس نے“ ٹینکر نے جواب دیا۔ لیکن جب ہم نے دیکھا کہ مضمون کا تعلق مسٹر مارشنگٹن کی ذات ہے تو میں اسے آپ کے پاس لے آیا۔ بہر حال یہ خط میرے قبضہ سے باہر نہیں نکلا۔“

”اس کے لئے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں مضمون کا تعلق واقعی مسٹر مارشنگٹن کی ذات سے ہے اور بہت گہرا ہے۔ میں نے کہا: اور وہ اس کے لئے آپ کے بہت مخلص احسان ہوئے۔ لیکن یہ تو کہنے زبردستی کے جرم کے متعلق کوئی شک نہ شبہ اب تک باقی ہے یا معاملہ منان ہو گیا؟“

”اس کا جرم صاف ثابت ہے؟ ٹینکر نے جواب دیا یہ آج سہ پہر
کچھ اور شہادت اس کے خلاف مائل ہوئی ہے اور میں یقین کے ساتھ کہہ
سکتا ہوں کہ اب وہ کسی حال میں جلا وطنی کے پھندے سے نکل نہیں
سکتا لیکن ہم یقیناً اس آدھو کو گرفتار نہ کر سکتے۔ اگر اس پرانے ریکہ کسی
دستیابی سے ہمیں وقت پر امداد نہ ملجاتی؟

میں نے ٹینکر کے کو تو سلام کر کے رخصت کیا۔ اور اس کے بعد جب مکہ
میں واپس گیا۔ تو مسٹر مارشنگٹن نے جو خطا کا مضمون جاننے کے لئے بتایا
تھے مجھ سے پوچھا یہ کیوں کیا بات؟ کوئی نئی مصیبت اور تو پیش نہیں آئی؟
”جی ہاں کل نہیں بلکہ جان لیجئے کہ اس خط کے ذریعہ سے آپکی ساری مصیبتوں
کا خاتمہ ہو گیا یہ جیسی چیز کو ٹیٹ کے ہاتھ کی گھسی ہوئی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ ریٹن سکوریہ میں جب وہ مجھ سے ملکر رخصت ہوا تو اس نے یا تو اسی وقت
جو جیسی لکھ کر اپنے بھائی کے حوالہ کر دی یا بعد میں اس کے پاس بھیج دی اور
”واکیمہ کی کہ گھر سے یعنی جبر کو کسی طرح کا حادثہ پیش آئے تو زبیدی جیسی آپکے
ہاتھوں تک پہنچا دے۔ سنئے میں آپ کو اس کا مضمون سناتا ہوں۔“

جناب عالی

جو کہ میرے دل میں رہ رہ کر خیال پیدا ہوتا ہے کہ ضرور کوئی ناگہانی
واقعہ مجھ کو پیش آئے گا ہے۔ اس لئے میں ایک ایسی بات آپکو بتانا اپنا فرض
خیال کرتا ہوں جو کئی سال مجھ کو بتا دینی چاہیے تھی۔ آپ اس کو ایک جہاں گرو
ملاح کا وہم قرار دیں۔ یا میری اصلاح شدہ زندگی کا بیجہ سمجھیں لیکن اب میں آدمی
محسوس کرنے لگا ہوں کہ سیدھا رستہ ہی آدمی کے لئے بہترین رستہ ہے اس خیال
کے زبردستی میں وہ راز کی بات آپ کے کانوں تک پہنچانا اپنا فرض خیال کرتا ہوں۔ اور
اب سنئے مسٹر مارشنگٹن۔ آپکے بہنوئی مسٹر بیٹن کی موت آپکے پستول کی گولی سے
واقع نہ ہوئی تھی بلکہ اس کام کو کرنے والا وہ بد معاش سیاہ کار سپانی جونی ڈی

لانا تھا ایسا ہوگا اس روز آپ اور مسٹر پیٹن خوب پیئے ہوئے تھے۔ لیکن ڈی
 لانا کا مبلغ اپنی صحیح حالت میں تھا۔ چنانچہ جس وقت آپ دو دو میل لڑنے لگے
 تو ڈی لانا لان کے ایک درخت کے نیچے چھپ کر کھڑا ہو گیا جس وقت آپ نے
 اپنا پیستول چلایا۔ اس وقت اس نے بھی مسٹر پیٹن کا نشانہ لیکر اپنا پیستول چلا
 دیا۔ چنانچہ اسی کی گولی سے باغیباں مسٹر پیٹن کی موت واقع ہوئی تھی۔ میں یہ سنا
 پورے یقین کے ساتھ اس لئے کہہ سکتا ہوں کہ میں جس وقت آپ کا قلم پا کر قبول
 کے لئے دو پیستول بھر کر لایا۔ تو میں نے آپ کے اور مسٹر پیٹن کے پیستولوں میں خالی
 کارٹوس بھر دیئے تھے۔ اس بات کا سخت افسوس ہے کہ میں نے اس حقیقت کو
 آج تک چھپائے رکھا لیکن اس زمانہ میں مجھ کو روپے کا بہت لالچ تھا۔ جہاں
 میں نے اپنی زندگی کا بنیاد رکھنا ہے اور جو روپیہ آج تک اکٹھا کیا تھا وہ
 سب اس خیال سے بھائی زبیدی کے پاس رکھ دیا ہے کہ اگر مجھے کوئی سزا
 پیش آئے اور ایسا ہونا تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ ڈی لانا لان دونوں کی
 کیا تھا۔ تو میری وصیت کے مطابق بھائی زبیدی میرے چھوڑے ہوئے
 روپیہ سے کوئی گرجا بنوادے یا انجیلیں خرید کر غریب لوگوں میں تقسیم کرے
 بس اسی قدر مجھے آپ سے کہنا تھا۔

عجیب کو ملیٹ
 اس عجیب و غریب چٹھی کو پڑھنے کے بعد میں نے اسے ذکر کے مسٹر مار
 کے حوالہ کر دیا۔ اور میں اور گنیر ڈین۔ کمبلا کو اس کے ناموں کے پاس چھوڑ کر
 کمرہ سے باہر نکل آئے، مگر وہیں دیر بہم انداز حیرت سے ایک دوسرے کے منہ کو
 دیکھتے رہے اس کے بعد تباہ کنہیہ کے کمرہ میں جا بیٹھے اور دیر تک اس مضمون
 پر باتیں کرتے رہے آخر کار ڈیڑھ یا دو گھنٹہ کے بعد مسٹر مارٹن گٹن نے ہمیں
 بلا بھیجا۔ اور اب میں نے دیکھا کہ وہ ہر طرح مضمون اور خرم و مسرور تھے۔ ہم
 آنا دیکھ کر وہ چمکتے ہوئے بوج میں کہنے لگے "میرے عزیز و بھائی مسٹر ڈین سے

کئی ایک باتیں کہنی فقیں لیکن ان سے فراغت ہو گئی ہے میں غمغریب
 کینیڈین کو ساقلے کر لندن روانہ ہوتا ہوں۔ تم میرے عزیز ڈیم ایچی
 دہن کے ہمراہ آج رات کے جہاز پر ماہ غسل گزارنے پیرس چلے جانا۔
 اس رات جب میں اور کمیٹیا صحن جہاز پر لفظ میں لفظ ڈالے کھڑے تھے
 جب ہمارے سروں پر تارے کھل کھلا کر چھٹے تھے۔ اور اطراف میں رد و بار کا
 پانی ٹنسی جھیل کی مانند ساکن اپنی پہلپاتی ہوئی لہروں کے ذریعہ سے جتے جتے
 جہاز سے سرگرمشیاں کر رہا تھا۔ ہمارے دل کس قدر مطمئن و مسرور تھے
 ہم اپنے پیچھے بہت سی ایسی باتوں کو چھوڑے جا رہے تھے۔ جن کو فراموش
 کرنا ہی بہتر تھا۔ اور ہمارے سامنے سمندر کی لامحدود پہنائی... یا سرزمین
 فرانس کی نہ ختم ہونی والی نظریہیں... بادہ عظیم اور مستحکم محبت تارے
 بھی جسے دیکھ کر آپس میں چٹکے لڑی کرتے تھے...

ختم ہوا

چاند نگار مولا کے افسانوں کا تازہ مجموعہ

دُکھیا دیں

بہت جلد منسائے شہود پر آنے والا ہے۔ اپنے اپنے آرڈر جلد از جلد منک کرالیں
 تاکہ بعد میں مایوس نہ ہونا پڑے۔
 مینیجر مکتبہ چاند جہوں دشتیرا

